صلوٰۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف

علامہ حافظ محمد نصر اللہ مدنی

نماز ادا کرنے کا سنت طریقہ

فقہ حنفی کی روشنی میں

قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ

ادارہ قمر الاسلام برمنگھم (برطانیہ)

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں ڈاون لوڈ کرنے کے ٹیلگرام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

https://telegram.me/Tehqiqat

https://telegram.me/faizanealahazrat

https://telegram.me/FiqaHanfiBooks

https://t.me/misbahilibrary

آرکایو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://archive.org/details/@muhammad_tariq_hanafi_sunni_lahori

بلوگسپوٹ لنک

http://ataunnabi.blogspot.in

صلوٰۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نماز ادا کرنے کا سنت طریقہ
فقہ حنفی کی روشنی میں
قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ

مصنف
علامہ حافظ محمد نصر اللہ مدنی

ادارہ قمر الاسلام برمنگھم (برطانیہ)

نمازِ احناف

رفع یدین، قراءت خلف الامام اور دیگر سینکڑوں اختلافی مسائل
کی تحقیق قرآنی آیات کے علاوہ 600 سو سے زائد
احادیث کی روشنی میں

مرتب

حافظ ابو ابراہیم

متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

نام کتاب	نماز احناف
مصنف	حافظ ابو ابراہیم
اشاعت بار اول	محرم 1426ھ
	بمطابق مارچ 2005ء
تعداد صفحات	908

انتساب

جنتی نوجوانوں کے سردار سیدنا امام حسن وحسین اوردیگر شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے نام جن کی عظیم قربانیوں کی وجہ سے آج اسلام زندہ ہے۔

شعر

مسلمانوں نہ گھبراؤ ابھی خدا کی شان باقی ہے ابھی اسلام باقی ہے ابھی قرآن باقی ہے
یہ کافر کیا سمجھتے ہیں جو اپنے دل میں ہنستے ہیں ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

ہدیہ عقیدت

سراپا اخلاص ومحبت عاشق رسول مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی آف شکرگڑھ

اور اپنے پیارے والدین کی خدمت میں بصد عجز و نیاز ہدیہ عقیدت

جن کی دعاؤں اور جسمانی وروحانی تربیت سے فقیر دین کی خدمت کے قابل ہوا

باب نمبر:3

باب نمبر:4

باب نمبر:5

باب نمبر:6

باب نمبر:7

(فائل:5)

باب نمبر:8

باب نمبر:9

باب نمبر:10

باب نمبر:11

باب نمبر:12

باب نمبر: 13

باب نمبر: 14 مقتدی اور امام کے احکام

باب نمبر 15

تعظیم نبی ﷺ عبادات کی جان ہے

باب نمبر 16 736

روزمرہ پڑھی جانے والی 40 ضروری دعائیں

باب نمبر 17 (فائل:12) ص 639

سجدہ کے احکام

تقریظ مبارک

مناظر اہل سنت فاتح نجدیت مصنف کتب کثیر ابوالحقائق

علامہ غلام مرتضیٰ ساقیؔ مجددی حفظہ اللہ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

نماز تمام عبادتوں میں بڑی عظیم عبادت ہے اور تمام فرائض میں بڑی اہمیت اور قدر و منزلت کا حامل فریضہ ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی تعریف، تمجید، تقدیس، تسبیح اور رسول اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور درود وسلام وذکر صالحین کا مجموعہ ہے۔ حالتِ نماز میں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس کے قربِ خاص کی لذتوں سے بہرہ ور۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب ہے نماز پر ہمیشگی اختیار کرنا اور اسے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات کیساتھ ادا کرنا۔ اور اسے مفسدات اور مکروہات سے بچانا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری) کیونکہ آپ ﷺ کا مبارک طریقہ ہی مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ مسائلِ نماز پر اہل سنت وجماعت کی متعدد کتب شائع شدہ ہیں۔ جن میں سے بعض مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ عالمِ با عمل، فاضلِ ذیشان، صاحبِ تحریر وتقریر، ادب ومحبت کی تصویر حضرت علامہ مولانا حافظ ابو ابراہیم محمد نصر اللہ مدنی آسوی زید فضلہ وبارك فی سعیہ نے نماز کے جملہ مسائل پر دلائل وحوالہ جات سے بھرپور اپنی نئی کاوش ”صلوۃ الحبیب ﷺ“ کے نام سے ایک خوبصورت کتاب تیار کی ہے، صاحب کتاب علم وتحقیق سے محبت رکھتے ہیں اس لئے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی بات بھی بے دلیل اور بغیر حوالہ نہ لکھی جائے۔ انہوں نے پیشِ نظر کتاب میں بھی اپنے اس انداز کو برقرار رکھا ہے۔ راقم الحروف اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کتاب کو بالاستیعاب نہ پڑھ سکا صرف ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے اس دوران جو بھی مفید بات نظر آئی وہ عرض کردی

اور جو قابل اصلاح مقامات تھے ان کی نشاندہی کردی ہے۔ امید ہے کہ مدنی صاحب کی دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی مقبولِ عام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری لغزشیں معاف فرمائے اور اُمورِ صالحہ قبول فرما کر دارین کی برکات عطا فرمائے آمین

راقم: ابوالحقائق علامہ غلام مرتضیٰ ساقیؔ مجددی گوجرانوالہ

فون: 0300-7422469

نشان منزل

حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ العالی مرید کے لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صلوۃ الحبیب ﷺ حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ القاری محمد نصر اللہ مدنی نقشبندی آسوی زید مجدہ کی مسائل نماز پر ضخیم و عظیم تصنیف لطیف ہے۔ جسے موصوف نے نہایت شرح و بسط اور محبت و عشق سے قلمبند فرمایا ہے۔ متعدد ابواب پر مشتمل یہ کتاب مستطاب مسلک حنفیہ کی مؤید ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا امت مصطفےٰ ﷺ پر عظیم احسان ہے کہ انسانی زندگی سے متعلقہ جملہ مسائل کا حق شریعت اسلامیہ سے اس شان سے حل فرمایا ہے کہ قیامت تک امتِ مصطفےٰ کی اکثریت انہی پر عمل پیرا رہے گی کیونکہ آپ نے قرآن و سنت، آثار صحابہ اور شرعی قیاس سے ہی ہر مسئلے کو زینت بخشی ہے۔ اور پیشِ نظر کتاب "کتاب صلوۃ الحبیب ﷺ"، میں جمع فرمودہ مسائل کا حل آپ کی ہی برکات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یوں تو اسلام کا ہر رکن اپنی اپنی حیثیت و اہمیت کا حامل ہے مگر ہر مسلمان (مرد و زن) کے لئے نماز کا مقام بہت بلند و بالا ہے کیونکہ دیگر ارکان زکوٰۃ، روزہ اور حج ہر ایک مسلمان پر فرض نہیں کیونکہ ان ارکان کا یومیہ ادا کرنا فرض نہیں لیکن نماز پنجگانہ ہر بالغ مرد و زن پر فرض ہے گو بعض مخصوص ایام میں عورت کو استثناء حاصل ہے۔

نماز ایسا فرض ہے کہ صحت و تندرستی، عقل و شعور کے ہوتے ہوئے کسی ایماندار کو معاف نہیں۔ لہٰذا اس کی کما حقہ ادائیگی کے لئے اس کے جملہ مسائل کو جاننا ہر نمازی کے لئے از حد ضروری ہے۔ اسی اہم ضرورت کو باحسن و جوہ بجا لانے کے لئے مولانا محمد نصر اللہ مدنی نے بڑی خوبصورتی سے ہر ایک مسئلہ پر بالوضاحت لکھا ہے۔

گو کہ زمانہ لوگوں کے پاس ایسی بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں ہے وہ اس تیز رفتاری اور میڈیا کی بے شمار سہولتوں سے آن کی آن میں مستفید و مستفیض ہورہے ہیں مگر اکثریت آج بھی ایسی ہے جو سائنسی سہولتوں سے محروم ہے۔ان کے لئے ''صلوٰۃ الحبیب،، کا مطالعہ بے شمار فوائد کا باعث ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عوام بلکہ خواص خصوصاً واعظین ، خطباء، مقررین اور ائمہ مساجد کے درس میں بھی معاون ومددگار نیز اسلامی چینل کے مسئولین ومبلغین کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوسکتی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت مصنف زیدہ مجدہ کی اس مساعی جمیلہ کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور موصوف اپنے قلم کو ایسے بنیادی مسائل کے مؤثر ترین حل کے لئے جاری و ساری رکھیں۔

فقط محمد منشا تابش قصوری، مرید کے۔

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان

۲۰ مئی 2011ء بروز جمعۃ المبارک

تعارفی خاکہ

از: استاذ محترم حضرت علامہ ظہور احمد بروہی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور عبادت میں اوّلین اور افضل ترین عبادت نماز ہے۔ یہ اللہ اور بندے کے تعلق کا مظہر بھی ہے اور بندے کے لئے اپنے خالق و مالک کی توجہ کے حصول کا باعث بھی۔ اس کتاب میں اسی اہم عبادت کی اہمیت، فضیلت اور تفصیلات کا بیان ہے۔

کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے صاحب کتاب کے تعارف کا خاکہ پیش کر دینا مناسب ہوگا۔ حافظ محمد نصر اللہ مدنی بن حاجی عاشق حسین بن برکت علی صاحب کا تعلق اعوان برادری سے ہے اور ان کا آبائی گاؤں آنولہ ہے جو علامہ اقبال کے شہر سیالکوٹ سے کنگرہ روڈ پر تقریباً ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر انڈیا کی باڈر پر واقع ہے۔ لیکن مدنی صاحب کے والد صاحب ملازمت کے سلسلہ میں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ کے ایک نواحی گاؤں ”تریون سیداں،، میں مقیم تھے وہیں پر غالباً ۱۹۶۳ء میں مدنی صاحب کی ولادت ہوئی اور وہیں پر پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور والد صاحب سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا اور ۱۹۷۲ء میں دس سال کی عمر میں فاروق آباد میں مولانا سید عباس علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ صدیقیہ حیدریہ میں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور ماشاء اللہ حافظہ تیز اور علم دین حاصل کرنے کا شوق تھا۔ حفظ کے ساتھ ساتھ قبلہ شاہ صاحب جو تقریر کرتے وہ انہیں یاد ہو جاتی لہٰذا دس گیارہ سال کی عمر میں ہی تقریر کرنا شروع کر دی تھی۔ ۱۹۷۴ء میں والد صاحب بحری جہاز پر حج کے لئے روانہ ہونے لگے تو مدنی صاحب کو شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عالم

رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ میں داخل کرادیا گیا جہاں انہوں نے قاری محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۷۶ء میں حفظِ قرآن کی تکمیل کی اور آخری سبق قاری عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا اور انہیں سے تجوید پڑھی اور پھر ۱۹۷۷ء میں گوجرانولہ میں حضرت علامہ حاجی ابوداود محمد صادق صاحب کے مدرسہ جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم میں قاری بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قرآن پاک کی دہرائی کرتے رہے۔ اس وقت مولانا اکرم رضوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی ظریف القادری صاحب بھی درس نظامی کررہے تھے اس وقت قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفی چل رہی تھی مدنی صاحب اس تحریک میں بھی شرکت کرتے رہے اوراس کے بعد قاری یوسف صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ صدیقیہ مستی گیٹ لاہور میں تجوید پڑھی۔ اور گاؤں آکر مڈل سکول باجڑہ گڑھی میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی والد صاحب کے ساتھ باجڑہ گڑھی میں کپڑے اور کریانہ کی دکان پر بھی ڈیوٹی دیتے رہے تقریباً ۱۹۸۲ء میں ان کے والد صاحب سعودی عرب چلے گئے یہ کچھ عرصہ اکیلے دکان چلاتے رہے اور پھر والد صاحب کے حکم پر دکان چھوڑ کر جامعہ حنفیہ دودروازہ میں درس نظامی میں داخلہ لے لیا یہاں پر انہوں نے ۱۹۸۴ء تک پڑھا اور پھر اسی سال فروری کے مہینہ میں ان کی شادی اپنے گاؤں میں چچا طالب حسین کی بیٹی نسرین سے ہوئی جو بہت نیک پارسا اور صابرہ وشاکرہ خاتون ہیں اور دینی کاموں میں ان کی معاون ہیں۔ اور شادی کے بعد انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ میں حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایہء عاطفت میں ادیب عربی میں داخلہ لیا۔ بڑی شدومد سے حصولِ تعلیم میں مصروف تھے کہ ان کے والد صاحب نے ان کے لئے سعودیہ عرب کا ویزہ بھیج دیا۔ اور زیارت وحاضری درِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق انہیں کشاں کشاں سعودیہ لے گیا۔ منطقہ نجد کے شہر ''القصیم،، میں کچھ عرصہ مزرعہ میں کھیتی باڑی کا کام کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اونٹ اور بکریاں بھی چراتے رہے اس کے علاوہ پاکستانی اور سعودی بچوں اور نوجوانوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے اور ساتھ ہی اپنی تعلیم بھی جاری رکھی تفسیر جلالین شیخ عبدالکریم سکندر سے پڑھی۔ اور وہاں انہیں احادیث حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو

انہوں نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کردہ چالیس احادیث اور ریاض الصالحین حفظ کرلیں اور پھر انہیں پتہ چلا کہ کچھ نجدی لوگ صحاح ستہ حفظ کررہے ہیں تو انہوں نے بھی صحاح ستہ حفظ کرنا شروع کردی اور پھر انہیں محکمہ اوقاف میں ملازمت مل گئی چنانچہ چار سال یہ مؤذن اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور ۱۹۹۱ء میں وطن واپس آگئے اور ماڈل ٹاؤن مراد یہ روڈ مدینہ مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور ساتھ ہی جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ میں تنظیم المدارس کے درجہ عالیہ کے امتحان کی تیاری شروع کردی چنانچہ شعبان ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۳ء کے منعقدہ امتحان میں شمولیت کی اور اچھے نمبروں سے پاس ہوگئے۔ اور اس کے بعد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ میں حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت میں ادیب عربی کی تیاری شروع کردی ۱۹۹۳ء موسم بہار کے امتحان میں شمولیت کی اور درجہ دوم میں کلی طور پر پاس ہوگئے۔ سند پر تاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء لکھی ہوئی ہے۔ اسی دوران رمضان المبارک مدینہ مسجد ماڈل ٹاؤن میں نماز تراویح میں قرآن پاک بھی سناتے رہے اور دن کو دورہ قرآن کرنے کے لئے وزیرآباد میں مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضری بھی دیتے رہے جہاں مولانا غلام فرید ہزاروی گوجرانوالہ سے مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد سے اور مولانا صدیق سالک ہزاروی صاحب سیالکوٹ سے تشریف لاکر دورہ قرآن کراتے رہے اور مفتی عبدالشکور ہزاروی صاحب بھی کلاس لیتے رہے۔ جب امتحان ہوا تو مدنی صاحب نے تمام دورہ قرآن کرنے والے علماء میں سے پہلی پوزیشن حاصل کی جس پر انہیں خصوصی انعام سے نوازا گیا۔ لیکن مدینہ پاک کی تڑپ نے انہیں چین نہیں لینے دیا دو سال بعد ۱۹۹۴ء میں پھر حجاز مقدس روانہ ہوگئے۔ اس بار سرکار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص نظر عنایت فرمائی اور اپنے قدموں میں مدینہ پاک میں جگہ عطا فرمائی۔ ایک سال بعد ۱۹۹۵ء میں اپنے تمام بچوں کو بھی مدینہ منورہ بلالیا۔ اور ۲۰۰۵ء میں پاکستان چھٹی پر آئے اور حضرت علامہ حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندی میں شرف بیعت حاصل کی۔ مدینہ پاک میں مدنی صاحب نے تقریباً ۱۵ سال گذارے اس دوران آپ نے بچوں کو قرآن پاک

کی تعلیم بھی دی ورامامت بھی کرائی، ڈرائیوری بھی کی اور حجاج کرام کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارات بھی کروائیں اور زیارات مدینہ منورہ کی وڈیو سی ڈیز بھی تیار کیں جس سے آج بھی حجاج کرام استفادہ کرر ہے ہیں اور وہ سی ڈیز بھائی طارق صاحب کے پاس ان کی دکان واقع راجہ بازار سیالکوٹ میں دستیاب ہیں۔ رابطہ نمبر 03076157786 اور اس کے علاوہ یو ٹیوب کے زیارات مدینہ کے باب میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان سی ڈیز میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے ساتھ مدنی صاحب نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں حوالہ جات کے ساتھ ان مقامات کی تاریخ، تعارف اور فضیلت نہایت دلنشیں انداز میں اور نعتیہ اشعار سے مزین کر کے پیش کی ہے۔ جسے دیکھ کر آپ کو یوں محسوس ہوگا گویا کہ آپ مدینہ منورہ میں پھر رہے ہیں۔

سیالکوٹ پاکستان میں کافی حد تک دینی علوم میں مہارت حاصل کرنے کے باوجود حافظ صاحب علمی تشنگی سے بے نیاز نہ ہوسکے مدنی صاحب اس شعر کے مصداق ہیں ؎

دنیا سے مطلب ہمیں کیا مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے کتابوں میں ہر ورق ہوگا کفن اپنا

چنانچہ اسی مشن کی تکمیل کے لئے مدینہ منورہ کی مدینہ یونیورسٹی میں ۲۰۰۶ء میں ''القسم اللغۃ العربیہ،، میں داخلہ لیا اور تین سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے اور ہر بار پہلی پوزیشن حاصل کی سوائے پہلی مرتبہ کے۔ ایسی انتھک محنت ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی اس کے پیچھے کوئی عظیم مقصد اور پھر اس مقصد سے گہری لگن ہوتی ہے اور یہ چیزیں قدرت نے انہیں خوب عطا کی ہیں۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود مدنی صاحب حضور ﷺ کے مہمانوں کی خدمت کرنا نہیں بھولتے ان کی خدمت کرنا انہیں زیارات مدینہ کرانے میں اپنی بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

میں وہ وقت نہیں بھول سکتا جب مدنی صاحب نے مجھے اور اہل خانہ کو مدینہ منورہ کی بڑی محبت کے ساتھ اپنی گاڑی میں بٹھا کر زیارات کروائیں۔ وہ منظر اب بھی میری نگاہوں میں ہے کہ رجب شریف کا مہینہ اور ستائیسویں شب کی سہانی رات تھی کہ گنبد خضراء کے بالکل سامنے مسجد علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہوٹل میں بعض اہل محبت نے معراج النبی ﷺ کی محفل

رکھی اور مدنی صاحب نے مجھے خطاب کرنے کی دعوت دی اور میں اپنی قسمت پر ناز کرر ہا تھا کہ میں معراج شریف کا واقعہ صاحب معراج ﷺ کے شہر میں بیان کرر ہا تھا اور ساتھ ہی گنبد خضراء کا نظارہ بھی کرر ہا تھا اور میں دل میں کہہ رہا تھا۔

؎ کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء ایہہ مشتاق اکھیاں کتھے جالڑیاں

کتھے مہر علی کتھے مدینے دی گلی ایہہ مشتاق اکھیاں کتھے جالڑیاں

اور آج عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ آج جب کتاب چھپنے جارہی ہے اور میں اپنے تلمیذ خاص مدنی صاحب کی کتاب پر تقریظ اور تعارفی خاکہ لکھ رہا ہوں تو مہینہ بھی رجب شریف کا ہے۔اور میرے دل میں یہ آرزو مچل رہی ہے۔اور میں عالمِ تصور میں مدنی صاحب کو مخاطب کر رہا ہوں۔

اوہ کیسیاں گھڑیاں سن مہمان ساں سوہنے دے دل فیروی کردا اے طیبہ دا سفر ہووے

آکھیں سوہنے نوں وائے نی جے تیرا گذر ہووے میں مر کے وی نئیں مردا جے تیری نظر ہووے

دم دم نال ذکر کراں آقا تیریاں شاناں دا تیرے نام توں وار دیواں جنی میری عمر ہووے

بالخصوص مدنی صاحب پر حضور ﷺ کا خاص کرم یہ ہے کہ بعض لوگ سعودیہ میں دو تین سال رہ کر ہی بہکی بہکی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنا دین وایمان خراب کر بیٹھتے ہیں لیکن بیس سال سعودی عرب میں رہنے کے باوجود نہ صرف اپنے عقیدہ پر قائم رہے بلکہ اس قابل ہو گئے کہ تحریر وتقریر کے ذریعے دوسروں کے عقائد کی بھی حفاظت کر سکیں ۔ مدنی صاحب کو باری تعالی نے محنت و ریاضت کے علاوہ بھی بہت سی صفات سے نوازا ہے۔تخریج احادیث،تصنیف وتالیف اور مسائل کی تحقیق کا ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔اور مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کا جذبہ بھی۔ان کی تصانیف کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیا اور جہد مسلسل کو اپنایا ہے درج ذیل مطبوعہ کتابیں بھی انہوں نے مدینہ منورہ میں رہ کر تصنیف کی تھیں (۱) زیارات وبرکاتِ مدینہ (۲) نعت رحمۃ للعالمین ﷺ بہ زبان صحابہ وتابعین (۳) ایصال ثواب (۴) اختیارات نبی

کریم ﷺ (۵) حاضر وناظر (۶) بے ادبوں کی پہچان۔

ان میں سے آخری چار کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں ''کرمانوالہ بک شاپ،'' مکتبہ جمال کرم ،،داتا دربار مارکیٹ لاہور ، عطار اسلامی کتب خانہ دودروازہ سیالکوٹ 03456747131، کراچی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ ' مکتبہ عثمانیہ رحمت الٰہی (رام تلائی) سیالکوٹ۔اسکے علاوہ ماہنامہ ''الحقیقہ،، میں ہر ماہ آپ کے تحقیقی مقالات ومضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

''صلوۃ الحبیب ﷺ،،

زیرنظر کتاب ''صلوۃ الحبیب ﷺ،، حنفی نماز کے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز کی ساری جزئیات کو بھی احادیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ کرام کے قابل اعتماد اور مستند حوالوں سے مزین کیا گیا ہے اس طرح مصنف نے عوام اہل سنت کی دیرینہ ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔اور خواص وعوام کی دعاؤں کے مستحق بنے ہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں جو عام کتب نماز میں نہیں ملتیں اس کتاب میں مستند مذکور ہیں۔اس کتاب میں ۲۸ ابواب ہیں ہر باب میں اختلافی مسائل کو مستند احادیث کے حوالوں سے سلجھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے ۔مثلا تقلید کی شرعی حیثیت، رفع الیدین، قرأت خلف الامام، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، اذان میں انگوٹھے چومنا، فضائل درود شریف پر چالیس احادیث، فضائل نماز میں چالیس احادیث ، اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے کا ثبوت، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ، جنازہ کے ساتھ کلمہ کا ورد، نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت، غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ، بعد از دفن دعائے مغفرت، قبر پر اذان دینے کی تحقیق، صلاۃ الحاجہ اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا ، ولی کے وسیلہ سے دعا ، بزرگوں کے نام کی نماز، صلاۃ غوثیہ، مرد اور عورت کی نماز میں فرق ،عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل، سرخ، سفید، سیاہ اور سبز عمامہ شریف کا جواز، غیر مقلدین کا نماز میں ٹانگیں چوڑی کرنا، بحری جہاز پر نماز، ریل میں نماز، ہوائی جہاز میں نماز، قضا نمازں کا بیان، مریض کی

نماز اور کرسی پر نماز پڑھنا،نماز تراویح،مقتدی اور امام کے احکام،نمازی کے آگے سے گذرنا ،داڑھی منڈانے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم،مسئلہ سیاہ خضاب ، تعظیم نبی ﷺ عبادات کی جان ہے،روزمرہ پڑھی جانے والی 40 ضروری دعائیں،غموں اور پریشانیوں کا روحانی علاج،سجدہ کے احکام،سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق ،نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم،نماز میں سدل اور ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانا،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم محدث ہونے کے شواہد،فقہ اور فقیہ کی فضیلت وغیرہا۔

کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کہ اس کو پڑھنے والا احکام نماز کے سلسلہ میں مکمل اطمینان پاتا ہے اور کوئی تشنگی محسوس نہیں کرتا اور اس کتاب کا قاری ایسے لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ احناف کی نماز صحیح احادیث کے مطابق نہیں مسکت ومستند جواب دے سکتا ہے۔

اللہ تعالی موصوف مصنف کا زورِ قلم اور زیادہ کرے ان کے علم وفضل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور انہیں اسی طرح دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دعا گو اور دعا جو

علامہ ظہور احمد بروہی

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ صدر بازار سیالکوٹ کینٹ

03074639642

نصر اللہ مدنی صاحب

03328028182

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم. اَمَّا بَعۡدُ

یہی ہے آرزو کہ تعلیم قرآن و حدیث عام ہو جائے
ہر ایک پرچم سے اونچا پرچم اِسلام ہو جائے
کلام اللہ سے ہر مسلم کا دل پر نور ہو جائے
یہی ہے مقصد کہ دُنیا سے جہالت دور ہو جائے

نبوت کی میراث۔

حضرت یحیٰ بن یحیٰ صمھودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالکؒ کا مرض الموت طویل ہوا اور وقتِ آخر آ پہنچا، مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے تمام علماء اور فقہاء امام صاحب کے مکان پر جمع ہو گئے تا کہ امامِ وقت کی آخری ملاقات سے فیض یاب اور ان کی وصیتوں سے بہرہ مند ہوں۔ یحیٰ بن یحیٰ کہتے ہیں کہ اس وقت امام مالکؒ کی عیادت کرنے والے مجھ سمیت ایک سوتیس علماء کرام حاضر تھے۔ میں بار بار امام مالکؒ کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تا کہ اس آخری وقت میں امام کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور وہ نظر میری سعادتِ اُخروی کا وسیلہ بن جائے۔ میں اِسی کیفیت میں تھا کہ امام صاحب نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رُلایا۔ اس کے حکم سے زِندہ رہے اس کے حکم سے جان دیتے ہیں، اس کے بعد فرمایا موت آ گئی۔ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، حاضرین نے عرض کیا: اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ گردانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں ہے اور میں خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اس کی تعلیم میں گزری ہے اور میں اس سلسلہ میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور گمان کرتا ہوں، اس لیے کہ تمام

فرائض اور سنن اور ان کے ثواب کی تفصیلات ہم کو زبانِ رسالت ﷺ سے معلوم ہوئیں مثلاً حج کا اِتنا ثواب ہے اور زکوٰۃ کا اِتنا اور ان تمام معلومات کو حدیث کے طالب علم کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اور یہی اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

سو حج سے افضل عمل۔

حضرت یحیٰ بن یحیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ نے ربیع کی ایک روایت بیان کی کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی اُلجھن دور کر دینا سو حج کرنے سے افضل ہے اور ابن شہاب زہری کی روایات سے بتایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس گفتگو کے بعد حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ص:139)

دُنیا سے مطلب ہمیں کیا مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے کتابوں میں ہر ورق ہو گا کفن اپنا
تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر ہو سکے تو خدمتِ اِسلام کر جاؤں
میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اِسی لیے مسلماں، میں اِسی لیے نمازی



كِتَابُ
فَضَائِلُ الصَّلٰوة

فضائل نماز پر چالیس احادیثِ مبارکہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (سورۃ الذاریات:۵۶)

جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ضیاء کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں غذا کے واسطے
سب جہاں ہے تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

نماز اور معراج۔

معراج کیا ہے؟ معراج نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا اور یہی مقصد نماز سے حاصل ہوتا ہے کہ نماز کے ذریعے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی۔

سفر معراج کو لفظ سبحان سے شروع کیا اور نماز کو بھی لفظ سبحان سے شروع کیا، معلوم ہوا کہ نماز اور معراج کا آپس میں خاص تعلق ہے۔ اِسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ (مشکوٰۃ)

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا ہے تو وہ کام کریں جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور آپ کا سچا محب وہی ہے جو پانچ وقت کا نمازی ہے اور معراج کو ماننے والا بھی وہی ہے جو نماز پڑھنے والا ہے۔ بعض لوگ معراج بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں لیکن معراج کے خاص تحفہءِ نماز کے قریب نہیں جاتے حالانکہ جلسہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنت یا مستحب ہے لیکن نماز پڑھنا فرض ہے اور فرائض کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعہ مرتبہءِ ولایت

حاصل ہوتا ہے اور فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعہ مرتبہ ولایت حاصل ہوتا ہے

نماز سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے

حدیث (۱)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِيْ وَلِياً فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں جن چیزوں کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اُن میں سب سے پسندیدہ چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اُس

کے پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اُسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو ضرور میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔

بخاری کتاب الرقاق حدیث-۶۵۰۲ -مشکاۃ کتاب الدعوات حدیث-۲۲۶۶

حدیث (۲)

آتا ہے ہر طرف نظر نورِ خدا نماز میں

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

أَقْرَبُ ما يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔ مسلم ۴۸۲ مشکوۃ ۸۹۴

حدیث (۳)

نماز سے نبی کریم ﷺ کا قرب ملتا ہے

عن ربيعة بن كعب الاسلمی رضی الله عنه قَالَ:

كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي : ((سَلْ)) فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ : ((أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ))

قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: ((فَأَعِنِّى عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)) ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا (دریائے رحمت جوش میں آیا) فرمایا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، میں نے عرض کی میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔

مسلم حدیث۔۴۸۹ کتاب الصلوۃ باب فضل السجود

مشکوۃ حدیث۔۸۹۶ کتاب الصلوۃ باب السجود وفضلہ

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات　مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

رسول اللہ کا فرمانا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کردیں

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ

دونوں عالم کی دے کر ہمیں نعمتیں　پوچھتے ہیں بتا اور کیا چاہئے

بھر کے جھولی میری میرے سرکار نے　مسکرا کر کہا اور کیا چاہئے

حدیث (4)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قَالَ :قال رسولُ الله ﷺ:

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ

اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچیں اور نماز نہ پڑھنے پر مارو جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچیں (اور اس عمر میں) ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کردو۔

ابوداود 495 مشکوۃ 572

کھول کے دیکھ چشم دل لطف ہے کیا نماز میں　آتا ہے ہر طرف نظر نور خدا نماز میں

بوڑھا ہو یا جوان ہو سب پر نماز فرض ہے　اور بچے کو دس سال کے مار کے لاؤ نماز میں

دیکھو امام تشنہ لب کیسے تھے عاشق نماز　تیغ تھی حلق پر رواں سر تھا جھکا نماز میں

نماز کی اہمیت

باقی تمام فرائض زمین پر فرض ہوئے نماز عرش پر بلا کر فرض کی جس سے معلوم ہوا کہ نماز تمام عبادتوں سے افضل ہے اگر حضور ﷺ کی امت کے لئے نماز سے کوئی افضل تحفہ ہوتا تو رب تعالی وہی دیتا باقی تمام احکام جبریل کے واسطہ سے فرض ہوئے لیکن نماز معراج کی رات بلا واسطہ عطا ہوئی اور پھر باقی ارکان ایسے ہیں جو امراء پر فرض ہیں غربا پر فرض نہیں مثلاً زکاۃ اور حج اور روزہ مسافر اور بیمار پر فرض نہیں لیکن نماز ہر حال میں فرض ہے چاہے آدمی غریب ہو یا امیر مسافر ہو یا مقیم خوف ہو یا امن بیمار ہو تندرست نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی سب ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

روزے سال میں ایک مرتبہ زکاۃ سال میں ایک مرتبہ حج زندگی میں ایک بار لیکن نماز روزانہ اور وہ بھی پانچ مرتبہ معلوم ہوا کہ نماز رب تعالیٰ کو بہت پیاری ہے

حدیث (5)

تمام اعمال میں سے نماز رب تعالیٰ کو بہت پیاری ہے

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قَالَ:سَأَلْتُ رسُول اللہ ﷺ أَیُّ الأَعْمَالُ أَحَبُّ إِلَی اللہِ؟ قَالَ: الصَّلاۃُ عَلَی وَقْتِہَا' قُلْتُ ثُمَّ أَیُّ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَیُّ قَالَ: ثُم الْجِہَادُ فِی سَبِیْلِ اللہِ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا' میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

مسلم 85 بخاری 527 مشکوۃ 568

حدیث (6)

نماز میں بندہ رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

إذا قَامَ أَحَدُکُمْ إِلَی الصَّلاۃِ فلا یَبْصُقْ أَمَامَہُ فَإِنَّمَا یُنَاجِی اللہَ مَا دَامَ فِی مُصَلَّاہُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ نمازی جب تک نماز میں رہتا ہے اپنے رب سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے۔

بخاری :416 مسلم :548 مشکوۃ:710

نمازی دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۔

بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی

سورۃ الاعلیٰ:۱۴-۱۵

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِی صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ ۔

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں

سورہ المومنون :۱-۲

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی ملے ۔سورۃ الحج:۷۷

حدیث (7)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عزوجل انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذٰلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے ۔اگر نماز صحیح ہوئی تو وہ کامیاب اور نجات پانے والا ہے اور اگر یہ درست نہ ہوئی تو وہ نا کام اور نقصان

اٹھانے والا ہے ۔اگر فرض میں کچھ کمی رہ گئی تو رب تعالیٰ فرمائے گا: کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے؟ پھر اس سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی ۔پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا

ترمذی ۴۱۳ مشکوۃ ۱۳۳۰

نماز پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ☆ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ☆ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔

وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔سورہ المومنون:۹-۱۱

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ☆ أُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۔

وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اعزاز و اکرام ہوگا۔

سورۃ المعارج آیت:۳۴-۳۵

حدیث (8)

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا

عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ مسلم حدیث نمبر:۲۳۴ مشکوۃ ۲۸۸

حدیث (9)

نمازی کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

عن ابی أمامة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ فُتِحَتْ لَهُ الْجِنَانُ وَكُشِفَتْ لَهُ الْحُجُبُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَاسْتَقْبَلَهُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ مَالَمْ يَمْتَخِطْ اَوْ يَتَنَخَّعْ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور رب کے درمیان حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک ناک نہ سنکے یا نہ کھنکارے۔

رواہ الطبرانی ترغیب :126/1 بہار شریعت 5/3

حدیث (10)

نماز جنت کی چابی ہے

عن جابر رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُوْرُ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضوء ہے ۔ احمد ۱۴۲۵۲ مشکوۃ ۲۹۴

حدیث (11)

عن أبى أمامة رضی الله عنه قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِى حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ:اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيْعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے فرمایا: اپنے رب سے ڈرو پانچ نمازیں ادا کرو ایک مہینہ کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرو اپنے حاکموں کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ترمذی ۶۱۶ مشکوۃ ۵۷۱

حدیث (12)

عن أنس رضی الله عنه قالَ:قال رسُولُ اللهِ ﷺ:

اَلْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورت جب پانچ نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔ابونعیم مشکوۃ 3254

حدیث (13)

عن عبد الله بن سلام رضی الله عنه قالَ:لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ المدینةَ فَجِئْتُ فِی النَّاسِ لِاَنْظُرَ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَیْسَ بِوَجْهِ کَذَّابٍ فَکَانَ اَوَّلُ شَیْءٍ سَمِعْتُهُ تَکَلَّمَ بِهٖ اَنْ قَالَ : یَااَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِالیلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ

منورہ تشریف لائے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا جب میں نے آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کی تو میں پہچان گیا کہ ایسا نورانی چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا (آپ یقیناً اللہ کے سچے نبی ہیں) تو میں نے آپ کا پہلا کلام جو سنا وہ یہ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگوں سلام پھیلاؤ کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی نماز تہجد ادا کرو) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔

ابن ماجہ 3251 مشکوۃ 1907

حدیث (14)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

عن أبی هریرة رضی الله عنه قالَ:قال رسُولُ اللهِ ﷺ:

إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّیْطَانُ یَبْکِی یَقُوْلُ یَا وَیْلِی أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَیْتُ فَلِیَ النَّارَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہوکر روتا ہے اور کہتا ہے: ہائے میری خرابی ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے بھی سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا میرے لئے دوزخ ہے۔

مسلم 81 مشکوۃ 895

ذرا غور فرمائیں کہ شیطان نے صرف ایک مرتبہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تو اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال کر جنت سے نکال دیا گیا اور انسان کو کئی سو مرتبہ اللہ تعالٰی نے قرآن میں نماز کا حکم دیا ہے تو جو نماز نہ پڑھے وہ روزانہ اللہ تعالٰی کے کتنے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے روزانہ پانچ مرتبہ اس کو اللہ تعالٰی کے حکم کی طرف بلایا جاتا ہے ایک مہینہ میں ایک سو پچاس مرتبہ ایک سال میں 1825 ایک ہزار آٹھ سو پچیس مرتبہ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد جس نے دس سال نماز نہیں پڑھی اس نے گویا 18250 اٹھارہ ہزار دو سو پچاس مرتبہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حدیث :15

بے نماز کا حشر فرعون اور قارون کے ساتھ ہوگا

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انّہ ذکر الصّلاۃ یوماً فقال :

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ

وكَانَ يومَ القيامةِ مَعَ قارونَ وفرعونَ وهامانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز نماز کا ذکر کیا: ارشاد فرمایا: جو اس پر پابندی کرے گا نماز اس کے لئے قیامت کے دن

روشنی دلیل اور نجات ہو جائے گی اور جو اس پر پابندی نہ کرے گا تو اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ دلیل اور نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

احمد 6540 مشکوۃ 578

بے نمازی کا حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا اور نمازی کا حشر انبیاء شہداء صالحین کے ساتھ ہوگا اس سے یہ لازم نہیں کہ بے نمازی کافر ہو جائے اور نمازی نبی بلکہ بے نماز کو قیامت میں ان کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھا دینا اس کی ذلت ہے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ قیامت میں ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی۔ اور جس طرح کا وہ کام کرتا تھا بے نماز چونکہ کافروں کے سے کام کرتا ہے لہذا اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا نمازی نبیوں صدیقوں کی نقل کرتا ہے لہذا اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اس لئے اچھوں کی نقل بھی اچھی بروں کی نقل بھی بری۔ مراۃ 368/1

حدیث :16

نمازی کا حشر صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا

عن عمرو بن مُرَّةَ رضی اللہ عنہ قال: جاءَ رَجُلٌ اِلَی النبی ﷺ فَقَالَ

یارسُولَ اللّٰہِ أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ اَنْ لااِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّكَ رسُولُ اللّٰہِ

وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا قَالَ: مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے خبر دیجئے کہ اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں ادا کروں اور زکوۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور رات کو قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں؟ ارشاد فرمایا: تو صدیقین اور شہداء میں سے ہے۔

ترغیب وترہیب 64/2 بہار شریعت 81/5

حدیث (17)

نمازی کے لئے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے

عن أم حبيبة رضى الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بندہ مسلمان روزانہ اللہ کے فرائض کے علاوہ بارہ رکعات ادا کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

مسلم 728 مشکاۃ 1159

یعنی بارہ رکعات سنت مؤکدہ ہیں جو حضور ﷺ ہمیشہ پڑھتے تھے جن کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو رکعت فرضوں کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ ترمذی حدیث 415

مغرب کے بعد کی سنتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔ ترمذی 435 مشکوۃ 1173

اس نماز کا نام اوابین ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی سنتوں نفلوں کے ساتھ ہیں۔ خیال رہے کہ ان جیسی احادیث فضائل میں ثواب عبادت مراد ہوتا ہے نہ کہ اصل عبادت لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار نماز اوابین پڑھ کر ۱۲ سال تک نماز سے بے پرواہ ہو جاؤ۔

مراۃ شرح مشکوۃ 226/2

عشاء کی سنتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے چار یا چھ رکعات ادا

کیں۔ابوداود 1303 مشکوۃ 1175

ایک روایت میں گھر میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے مسلم 730
لہذا کم از کم دو رکعت ضرور پڑھی جائیں

حدیث (18)

نمازی پر دوزخ کی آگ حرام کردی جاتی ہے

عن أم حبيبة رضي الله عنها قَالَتْ قالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ .

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس شخص ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات پر پابندی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو آگ پر حرام کردیا۔

ترمذی 428 مشکوۃ 1167

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے بیچ میں سلام نہ ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

ابوداود 1270 مشکوۃ 1168

عصر کی سنتیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات (سنتیں) ادا کیں۔

ترمذی 430 مشکوۃ 1170

حدیث (19)

عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے والے کو ساری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قَالَ: قال رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ .

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز با جماعت ادا کی گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔

مسلم 656 مشکوۃ 630

حدیث (20)

نمازی کوفرض نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے پر حج کا ثواب ملتا ہے

عن أبی أمامة رضی الله عنه قَالَ:قال رسُولُ اللهِ ﷺ:

مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاه فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وصَلاةٌ عَلَى إِثْرِ صَلاةٍ لا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّيْنَ ۔

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جوفرض نماز کے لئے اپنے گھر سے وضوکر کے نکلےتو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز کے لئے نکلے کہ یہ نماز ہی اسے نکالےتو اس کا ثواب عمرہ والے کی طرح ہے اور نماز کے بعد دوسری نماز جس کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ ہو اس کی عِلِّیِّیْن میں تحریر ہے۔

ابوداود 558 مشکوۃ 728

خیال رہے کہ چاشت کی نماز اور دیگر نوافل اگرچہ گھر میں افضل ہیں لیکن اگر گھر کے مشاغل اور بچوں کے شور کی وجہ سے مسجد میں پڑھےتو بھی بہتر ہیں یہاں یہی مراد ہے ۔اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز مسجد میں ہی افضل ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عِلِّیِّیْن ساتویں آسمان کے اوپر دفتر ہے جہاں ابرار کے نیک اعمال لکھے جاتے ہیں چونکہ یہ

اونچی جگہ واقع ہے اس لئے اس کو عِلِّیِّیْن کہتے ہیں۔

حدیث (21)

نماز اشراق ادا کرنے پر حج اور عمرہ کا ثواب

عن انس رضی الله عنه قَالَ:قال رسُولُ اللهِ ﷺ:

مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ:قال رسُولُ اللهِ ﷺ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز فجر با جماعت ادا کی پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی تو اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب ہے ۔ راوی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:پورے کا پورے کا پورے کا۔

ترمذی 586 مشکوۃ 971

حج فرض ہے عمرہ سنت ایسے ہی نمازِ فجر فرض اور دو رکعتیں سنت اس لئے ان دونوں کو جمع کرنے میں حج اور عمرے کا ثواب ہے۔

حدیث (22)

تحیۃ الوضوادا کرنے سے عالی مقامات حاصل ہوتے ہیں

عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قَالَ:اَصْبَحَ رسُولُ اللہِ ﷺ فَدَعا بِلالًا فَقَالَ : یا بلالُ بِمَ سَبَقْتَنِی اِلَی الْجَنَّةِ ما دخلْتُ الجنةَ قطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِی قَالَ بِلالُ یارسُولَ اللہِ مَا اَذَّنْتُ قطُّ اِلا صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَمَا اَصَابَنِی حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَاوَرَاَیْتُ اِنَّ لِلہِ عَلَیَّ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رسُولُ اللہِ ﷺ بِهِمَا ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت لے گئے میں جنت میں کبھی بھی داخل نہ ہوا مگر اپنے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی عرض کیا یارسول اللہ میں جب بھی اذان پڑھتا ہوں تو اس کے بعد دو رکعتیں ادا کرتا ہوں اور جب بھی بے وضو ہوتا ہوں فوراً وضو کرتا ہوں اور میں نے سمجھ رکھا تھا کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے دو رکعتیں لازمی ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دو رکعتوں کے سبب تمہیں یہ مقام ملا ہے۔ ترمذی 3689 مشکاۃ 1326

اسی کی مثل حدیث بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے لیکن اس میں صرف تحیۃ الوضو کا ذکر ہے اذان کے بعد دو رکعتوں کا ذکر نہیں ہے بخاری 1149 مسلم 2458 مشکاۃ 1322

اس حدیث سے اذان کے بعد دو رکعتیں ادا کرنے اور باوضو رہنے اور وضو کے بعد نفل پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نفلی عبادت کو واجب کی طرح ہمیشہ ادا کرے تو اس سے نفل حرام نہیں ہو جاتے جیسے اذان سے قبل اور بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا اور ہر نئی چیز بدعت نہیں ہوتی اور اپنے اجتہاد سے مقرر کی ہوئی بعض عبادات پر ثواب ملتا ہے بشرطیکہ اس سے کسی سنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو یا حضور ﷺ نے اس سے منع نہ کیا ہو جیسے فرض نماز کے بعد اور سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد اجتماعی دعا مانگنا یا اجتماعی ذکر کرنا وغیرہ

حدیث (23)

نماز دخول جنت کا سبب ہے

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یارسولَ اللہِ اَخْبِرْنِی بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَیُبَاعِدُنِی عَنِ النَّارِ قَالَ:لَقَدْ سَاَلْتَنِی عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّهُ لَیَسِیْرٌ عَلَی مَنْ یَسَّرَهُ اللہُ عَلَیْهِ تَعْبُدُ اللہَ ولا تُشْرِكُ بِهِ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلاةَ وَتُؤْتِی الزَّکَاةَ وَتَصُوْمُ رَمضانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے تو ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے بہت بڑا سوال کیا ہے لیکن یہ اس کے لئے آسان

ہے جس کے لئے اللہ آسان کردے اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو اور کعبہ کا حج کرو۔

ترمذی 2616 مشکاۃ 29

حدیث (24)

نماز سے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں

عن أبي ذر رضي الله عنه انّ النّبيّ ﷺ خرج زمن الشّتاء والورق يتهافت فاخذ بغصنين من شجرة فجعل ذلك الورق يتهافت فقال يا اباذر قلت لبّيك يارسول الله قال: انّ العبد المسلم ليصلّي الصّلاة يريد بها وجه الله فتهافت عنه ذنوبه كما يتهافت هذا الورق عن هذه الشّجرة ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں باہر تشریف لے گئے جب پتے جھڑ رہے تھے تو حضور ﷺ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ لیں چنانچہ پتے جھڑنے لگے فرمایا اے ابوذر میں نے کہا حضور حاضر ہوں فرمایا: جب مسلمان بندہ اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

احمد 21046 مشکوۃ 576

حدیث (25)

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

عن ابن مسعود رضي الله عنه انّ رجلا اصاب من امرأة قبلة فاتى النّبيّ ﷺ فاخبره فانزل الله تعالى ﴿اقم الصّلاة طرفي النّهار وزلفا من اللّيل انّ الحسنات يذهبن السّيّئات﴾ فقال الرّجل يارسول الله الي هذا؟ قال: لجميع امّتي كلّهم ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کو یہ خبر دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿کہ دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں نماز قائم کرو نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ اس نے کہا یارسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے ہے فرمایا: میری ساری امت کے لئے ہے

بخاری 526 مسلم 2763 مشکوۃ 566

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس آیت پر عمل کرتے ﴿اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو اللہ ان کی توبہ قبول کریگا اور ان پر رحم فرمائے گا۔﴾ سورۃ النساء 64)

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا العبرۃ بعموم الالفاظ لا بخصوص السبب
یعنی اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ شان نزول کا مثلا یہ آیت اس صحابی کے بارے میں اتری لیکن حکم اس کا عام ہے کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیوں کہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا یا گانے سننا یا غیر اسلامی فلمیں دیکھنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے کہ یہ اللہ پر امن ہے یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔

حدیث (26)

نماز روزہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے گناہ مٹانے والی ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

مسلم 233 مشکوۃ 564

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے صغائر کا اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا تو کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ خیال رہے گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک زنا چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ معاف نہ ہوں گے خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیکوں کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں۔ رب تعالی فرماتا ہے ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ (سورۃ النساء ۳۱)

حدیث (27)

سنت کے مطابق نماز ادا کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں

عن عثمان رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُوْلُ:

مَا مِنَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا: جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا ، اچھی طرح وضو کیا پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہوجائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا

مسلم 228 مشکوۃ 286

حدیث (28)

پانچ نمازوں سے گناہوں کا میل اس طرح دور ہوتا ہے جس طرح نہانے سے بدن کی میل کچیل دور ہوتی ہے

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ :قال رسولُ الله ﷺ:

اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ ؟ قَالُوْا لا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قال: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے کیا اس پر کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے۔

مسلم حدیث :667 بخاری :528 مشکوۃ :565

حدیث (29)

چالیس دن باجماعت نماز پڑھنے والا آگ اور نفاق سے بری ہے

عن أنس رضی الله عنه قَالَ :قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِى جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَتْ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اللہ کے لئے چالیس روز باجماعت نماز پڑھے کہ پہلی تکبیر پاتا رہے تو اسکے لئے دو پروانے لکھ دیئے جاتے ہیں ایک پروانہ آگ سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے آزادی کا۔

ترمذی 241 مشکوۃ 1144

یعنی اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا اسے اخلاص نصیب ہوگا قبر و آخرت میں عذاب سے نجات پائے گا۔

حدیث (30)

نماز کے لئے مسجد کے طرف چلنے ہر قدم پر گناہ مٹتے ہیں

عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ تَطَهَّرَ فِی بَیْتِهِ ثُمَّ مَشَی اِلَی بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللهِ لِیَقْضِیَ فَرِیْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللهِ کَانَتْ خَطْوَتَاهُ اِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِیْئَةً وَالْاٰخرٰی تَرْفَعُ دَرَجَةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اپنے گھر سے وضو کر کے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چلا تا کہ اللہ کی فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک گناہ معاف ہوگا اور دوسرے سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

مسلم حدیث 666

حدیث (31)

نماز کے لئے مسجد کے طرف چلنے ہر قدم پر گناہ مٹتے ہیں

عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلَی مَا یَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلَی یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِهِ وَکَثْرَةُ الْخُطَا إِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذَلِکُمُ الرِّبَاطُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے اور درجے بلند کردے لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا تمہارے لئے یہی رباط ہے تمہارے لئے یہی رباط ہے

مسلم 251 مشکوۃ 282

رباط کے لغوی معنی ہے گھوڑا پالنا اصطلاح میں جہاد کی تیاری کرنا یا سرحد اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہنا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس اور شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

حدیث (32)

رکوع وسجود صحیح ادا کرنے والے کے لئے اللہ تعالی کی بخشش کا وعدہ

عن عبادةَ بن الصَّامِتِ رضی الله عنه قَالَ:سَمِعْتُ رسول الله ﷺ یَقُوْلُ:

خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ تعالی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ کَانَ لَهُ عَلَی اللهِ عَهْدٌ اَنْ یَغْفِرَلَهُ وَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَهُ عَلَی اللهِ عَهْد إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع وخشوع پورا کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہیں اگر چاہے اسے بخشے اور اگر چاہے اسے عذاب دے

ابوداود 425 مشکوۃ 570

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی۔

تارکِ نماز کو کافر یا قتل کرنے میں مذاہبِ فقہاء

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: انسان اور اس کے کفر وشرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

مسلم 82 مشکوۃ 569

اس حدیث کے تحت شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ

نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف وخلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا، جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا، متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے، عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہ، کوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام مزنی کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے، اور نماز پڑھنے لگے جمہور فقہا جن کا موقف یہ ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہے (سورہ النساء آیت: 48)

اور نبی ﷺ کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں

مَن مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت داخل ہو گیا۔ مسلم حدیث 26: مشکوۃ: 37

جو علماء تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں

﴿پھر جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔﴾ سورہ توبہ آیت :5

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

﴿مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے﴾ بخاری 25 مسلم 22 مشکاۃ 12

اس حدیث کے مفہوم مخالف سے بھی استدلال کیا گیا ہے، یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس کی جان و مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

جواب

(فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور حدیث میں صرف نماز کے ترک کرنے پر قتل کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکاۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور عملِ صالح دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ

کہ صرف نماز کے تارک کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوۃ کا انکار کرتے تھے۔سعیدی غفرلہ)

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں: انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔ مسلم 82 مشکوۃ 569

اور دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو مآل کار کفر کی طرف لے جاتی ہے یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔امام ابوحنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے

عن عبدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّیِّبُ الزَّانِی وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّیْنِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک تین اسباب میں سے ایک سبب نہ پایا جاتا ہو، جان کا بدلہ جان ، وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، وہ شخص دینِ اسلام کو ترک کرکے جماعتِ مسلمین سے الگ ہو

جائے۔

بخاری6878 مسلم 1676 مشکوۃ3446

نبی ﷺ نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اسلئے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

شرح مسلم امام نووی شرح مسلم سعیدی :538/1

امام شافعی اور امام احمد کا دلچسپ مناظرہ

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام احمد سے پوچھا کیا تم تارکِ نماز کو کافر کہتے ہو۔امام احمد نے جواب دیا ہاں تارک صلاۃ میرے نزدیک کافر ہے۔امام شافعی نے پوچھا پھر اس کے مسلمان ہونے کی صورت کیا ہے؟ امام احمد نے کہا کہ کلمہ پڑھ لے۔امام شافعی نے کہا کلمہ تو وہ پہلے ہی پڑھتا ہے بحث ہی اس شخص کے بارے میں ہے جو کلمہ گو ہو اور نماز نہ پڑھے۔امام احمد نے کہا پھر اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھ لے۔امام شافعی نے فرمایا وہ تو کافر ہے اور کافر کی نماز ہوتی ہی نہیں۔امام احمد اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

طبقات الشافعیہ

امام شافعی کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ تارک الصلاۃ کو کافر کہنے کی صورت میں اس کے مسلمان ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی۔

حدیث (33)

نماز سے ہر جائز حاجت پوری ہوتی ہے اور ہر غم و پریشانی دور ہوتی ہے

ارشاد باری تعالی ہے

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاۃِ إِنَّ اللهِ مَعَ الصَّابِرِیْنَ

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سورہ بقرۃ آیت:153

عن عبدِ اللهِ بنِ ابِی اَوْفَی رضی الله عنه قَالَ:قالَ رسولُ الله ﷺ:
مَنْ کَانَتْ لَهُ إِلَی اللهِ حَاجَةٌ اَوْ إِلَی اَحَدٍ مِنْ بَنِی آدمَ فَلْیَتَوَضَّأْ فَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لْیُصَلِّ رکعتَیْنِ ثُمَّ لْیُثْنِ عَلَی اللهِ وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ لْیَقُلْ : لا إِلَهَ إِلا اللهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ الحمد لله رب العالمینَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلامَةَ مِنْ کُلِّ إِثْمٍ لاتَدَعْ لِی ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ ولا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ کی حمد کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلم

والا ہے کرم والا ہے اللہ پاک ہے بڑے عرش کا مالک ہے سب تعریفیں جہانوں کے مالک اللہ کی ہیں الٰہی میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں میرا کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دور کئے نہ چھوڑ اور میری کوئی حاجت نہ چھوڑ جو تیری رضا کا باعث ہے مگر اسے پورا کر دے اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

ترمذی 479 مشکوۃ 1327

خیال رہے کہ حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض حاجتیں براہِ راست اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعے سے اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا ہوتے ہیں اور مجازی حاجت روا مان کر مشکل کشائی کے لئے ان کے پاس جانا شرک نہیں مرقاۃ نے فرمایا حاجت سے مراد دینی دنیاوی ساری حاجتیں ہیں۔

مراۃ المناجیح از مفتی احمد یار خاں صاحب رحمہ اللہ جلد ۲/۳۰۴

حدیث (34)

نماز مشکل کشائی کا ذریعہ اور سبب ہے

عن عثمانَ بْنِ حُنَيْفٍ رضی الله عنه قَالَ:اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَنِی فَقَالَ :إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ فَقَالَ: ادْعُهْ فَاَمَرَهُ اَنْ يَتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهُ

وَيُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يا مُحمدُ إِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّی فی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

قال عثمان فَرَجَعَ فَكُشِفَ لَهُ عَنْ بَصَرِهٖ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا حضور اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آرام دے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے اور یہ تیرے لئے بہتر ہے وہ بولا: حضور رب سے دعا کردیں۔ راوی کہتے ہیں تو حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعات نماز ادا کرے اور یہ دعا مانگے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف تیرے رحمت والے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اور اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ وہ میری یہ حاجت پوری کر دے الٰہی میرے بارے میں ان کی یہ شفاعت قبول فرما۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں جب وہ صحابی یہ عمل کر کے واپس آیا تو اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں

ابن ماجۃ 1385 ترمذی 3578 احمد 16790 السنن الکبری حدیث 10496

ترغیب وترھیب حدیث 1018 باب فی صلاۃ الحاجۃ مشکوۃ 2495

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سے مشکلیں دور ہوتی ہیں دوسرا یہ ثابت ہوا کہ رب کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی اور صحابہ کرام مشکل حل کرانے کے لئے حضور ﷺ کی

بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے

؎ جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو نداء کرنا اور نعرہ رسالت لگانا جائز ہے اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ بعد از وصال بھی جائز ہے کیونکہ منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

حدیث (35)

نماز حوادثات سے بچاتی ہے

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكعَتَيْنِ يَمْنَعَانِكَ مِنْ مَخْرَجِ السُّوْءِ

وإِذَا دَخَلْتَ إلى مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكعَتَيْنِ يَمْنَعَانِكَ مِنْ مَدْخَلِ السُّوْءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تو اپنے گھر سے باہر جائے تو دو رکعت نماز ادا کر یہ دو رکعات تمہیں بُرے خروج سے بچائیں گی (یعنی ہر قسم کی آفات کو تم سے دور کریں گی)

اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کر یہ دو رکعات تمہیں گھر میں بُرے داخلہ سے بچائیں گی۔

رواہ البزار فی مسندہ 81 سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ البانی حدیث 1323

حقیقتاً آفات اور مشکلات سے بچانے والا اللہ تعالیٰ ہے یہاں پر اس حدیث میں آفات سے بچانے کی نسبت نماز کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ سبب ہے اس کو نسبت مجازی کہتے ہیں اسی طرح کسی اللہ کے ولی یا نبی کو مشکل دور کرنے والا مشکل کشا یا دافع البلا کہا جائے تو وہ بھی اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہوگا شرک یا بدعت ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ان کو بھی مجازی طور پر مشکل کشا کہا جاتا ہے وہ بھی مشکل دور کرنے کا سبب ہوتے ہیں ان کی دعا سے بلائیں دور ہوتی ہیں رزق ملتا ہے جو لوگ مسلمانوں کو بغیر سوچے سمجھے مشرک کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں وہ قرآن وحدیث میں غور نہیں کرتے قرآن وحدیث میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (زمین اگاتی ہے) سورہ بقرہ آیت: 61 حالانکہ اگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہاں اگانے کی نسبت زمین کی طرف کی گئی ہے جو ایک عام مخلوق ہے اور اللہ کے نبی ﷺ تو افضل مخلوق ہیں جب اللہ کے کاموں کی نسبت ایک عام مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے تو اللہ کے ولی اور نبی کی طرف بھی مجازی نسبت کرنا جائز ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جبریل ﷺ نے حضرت مریم کو کہا (میں تمہیں ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں) (سورہ مریم آیت: 19) حالانکہ بیٹا دینا اللہ کا کام ہے فرشتے معصوم ہوتے ہیں وہ شرک وبدعت سے پاک ہوتے ہیں اگر اللہ کے کاموں کی نسبت اپنی طرف کرنا شرک ہوتا تو جبریل علیہ السلام یہ کلمہ کبھی نہ کہتے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مدد اللہ کی مدد ہوتی ہے ان کا مشکل دور کرنا اللہ کا مشکل دور کرنا ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ اللہ والے اللہ کے حکم سے بندوں کے حاجت روا مشکل کشا ہوتے ہیں بلکہ ان کے جسم کے ساتھ جو کپڑا لگ جائے وہ بھی دافع البلاء مشکل کشا ہو جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: میری یہ قمیص لے جاؤ

اور اسے میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔سورہ یوسف آیت:93

حکایت

نماز کے وقت بینائی لوٹ آتی

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ ایک لڑکے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا وہ آپ کا عصا تھام کر مسجد لے آتا اور آپ کو قبلہ کی جانب کھڑا کر دیتا اور آپ با جماعت نماز ادا فرماتے ۔ایک دن نماز کے وقت وہ لڑکا نہ آیا تو آپ نے اسے آواز دی ۔لیکن وہ موجود نہ تھا۔آپ نے شوقِ نماز میں بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا" اے میرے مالک! یہ نابینا ہونا مجھے قیامت میں کہیں رسوا نہ کر دے ۔مولا مجھے رسوائی سے بچا لے" یہ دعا کرنا تھا کہ فوراً آپ کی آنکھیں روشن ہوگئیں آپ خوشی خوشی مسجد کی طرف نماز کے لئے روانہ ہوگئے اور حسبِ معمول آپ نے با جماعت نماز ادا کی ۔ پھر ہمیشہ آپ کا یہ معمول ہوگیا کہ جب نماز کا وقت ہوتا آپ کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور جب نماز ختم کر کے گھر پہنچتے تو آپ کی آنکھوں کی روشنی چلی جاتی اور آپ نابینا ہو جاتے ۔

(شواہد النبوت،فیضانِ سنت ص1005)

حدیث (36)

مصیبت کے وقت نماز کی استعانت سے ایک اللہ کا بندہ ذلت و رسوائی

سے بچ گیا

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

كَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فكانَ فِيْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ يارَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ يا رَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ

فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ اَیْ رَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لاتُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلَى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهٗ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ مِنْ حُسْنِهَا فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهُ لَكُمْ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِياً كَانَ يَاوِيْ اِلَى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ فَقَالَ: اَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَاءُوْا بِهٖ فَقَالَ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهٖ وَقَالَ يا غُلامُ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ فُلانُ الرَّاعِي فَاَقْبَلُوْا عَلَى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَقَالُوْا

تَبْنِیْ لَکَ صَوْمَعَتَکَ مِنْ ذَھَبٍ قَالَ لَا اَعِیْدُوْھَا مِنْ طِیْنٍ کَمَا کَانَتْ
فَفَعَلُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جریج ایک عبادت گذار شخص تھا' اس نے ایک معبد بنایا جس وقت وہ معبد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کے پاس اس کی والدہ آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا، اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی' دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا' اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی' اگلے روز ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا' اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز میں مصروف رہا' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورت کا منہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا' بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے' بنو اسرائیل میں ایک بدکارہ عورت تھی جس کا حسن ضرب المثل تھا اس اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کردوں 'وہ عورت جریج کے پاس گئی' جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی' ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا' اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی' چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی' وہ عورت حاملہ ہوگئی' جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ جریج

کا بچہ ہے لوگ آئے انہوں نے جریج کو معبد سے اتارا اور معبد کو گرادیا' لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کیا' جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا کیا سبب ہے' لوگوں نے کہا تم نے اس بدکارہ عورت سے زنا کیا ہے' اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے' جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے کر آئے جریج نے کہا ٹھہرو مجھے نماز پڑھنے دو اس نے نماز پڑھی پھر فارغ ہوکر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسہ دینے لگے اور حصول برکت کے لئے اس کو چھونے لگے اور کہا ہم آپ کے لئے سونے کا معبد بنادیتے ہیں جریج نے کہا نہیں تم اسی طرح مٹی کا بنادو۔

مسلم 2550 بخاری 3436

اس سے معلوم ہوا کہ مشکل کے وقت نماز پڑھنے سے بڑی سے بڑی مشکل دور ہو جاتی ہے اور مصیبت کے وقت صبر اور نماز سے مدد چاہنا انبیاء اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے

لیکن اس کے برعکس ہم پر اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اگر پہلے نماز پڑھتے بھی ہوں تو چھوڑ بیٹھتے ہیں

ترقی کی جوئی راہیں زیرِ آسماں نکلیں — میاں مسجد سے نکلے حرم سے بیبیاں نکلیں
اب مصیبت میں بھی انہیں یادِ خدا آتی نہیں — منہ سے دعا نہ نکلی پاکٹوں سے عرضیاں نکلیں

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے ان کے کہنے پر دودھ پیتا بچہ بول پڑا

کرامت کی تعریف

جوکام عام لوگوں کی طاقت اور عادت کے خلاف ہو اس کا اللہ کے ولی سے بغیر دعوی نبوت کے ظہور ہو اس کو کرامت کہتے ہیں بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں جیسے حضرت جریج کا یہ واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیاء کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیار کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا یہی حال معجزات کا ہے

حدیث (37)

بے نماز اللہ کی امان میں خلل ڈالنے والا ہے

عن جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ

مَنْ صَلَّی صَلاۃَ الصُّبْحِ فَھُوَ فِی ذِمَّۃِ اللّٰہِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللّٰہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ فَاِنَّہٗ مَنْ یَطْلُبْہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ یُدْرِکْہُ ثُمَّ یَکُبَّہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی نَارِ جَھَنَّمَ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی امان میں ہے پس کوئی شخص اللہ کی امان میں خلل نہ ڈالے جس نے اللہ کی امان میں خلل ڈالا اللہ تعالی اس کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

مسلم 657 مشکوۃ 627

یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ

تارک الصلاۃ کا حکم

ارشاد ربانی ہے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔ سورہ مریم:59

فِی جَنّٰتٍ یَتَسَاءَلُوْنَ ☆ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ☆ مَاسَلَکَکُمْ فِی سَقَرٍ ☆ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ

اہل جنت مجرموں سے سوال کرتے ہیں تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ سورہ المدثر:40-43

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ☆ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ۔

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے

جائیں گے تو نہ کرسکیں گے☆ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ان پر ذلت چڑ رہی ہوگی اور بیشک وہ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے جب وہ تندرست تھے۔

سورہ القلم:41-42

حدیث (38)

بے نماز کے کان میں شیطان پیشاب کرجاتا ہے

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَازَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي اُذُنِهٖ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا آپ سے عرض کیا گیا وہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لئے نہ اٹھا آپ نے فرمایا: شیطان نے اس شخص کے کان میں پیشاب کردیا۔

بخاری 1144 مسلم 774 مشکوۃ 1221

یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں اور رات کو دیر تک جاگتے رہیں اور صبح کی نماز کو قضا کرنا اپنی عادت بنالیں اور اس حدیث میں کسی منافق کا ذکر ہے کیونکہ عشاء اور فجر نمازیں ان پر بھاری ہیں اس حدیث سے کوئی صحابی مراد نہیں کیونکہ تمام صحابہ نماز کے عاشق تھے ان کی راتیں عبادت میں اور دن جہاد میں گذرتے تھے

حدیث (39)

دانستہ نماز چھوڑنے والے سے اللہ کا ذمہ بری ہوجاتا ہے

عن معاذ رضی اللہ عنہ قال: اَوْصَانِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ارشاد فرمایا: رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو اگر چہ مار دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگر چہ وہ تمہیں اپنے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم کریں ،فرض نماز عمداً ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی دانستہ نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ وضمان جاتا رہا۔

احمد 21570 مشکوۃ 61

یعنی بے نماز اللہ کی امن میں نہیں رہتا۔نماز کی برکت سے انسان دنیا میں آفتوں سے مرتے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں فیل ہونے سے حشر میں مصیبتوں سے بفضلہ تعالیٰ امن میں رہتا ہے۔

حدیث (40)

بے نماز کی قبر میں سزا

عن سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی الله عنه اَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ: إِنَّـهُ اَتَـانِـى الـلَّيْـلَةَ آتِيَـانِ ، وَإِنَّهُـمَا ابْتَعَثَانِى ، وَإِنَّهُمَا قَالا لِى انْطَلِقْ وَإِنِّى انْـطَـلَـقْـتُ مَـعَـهُـمَـا ،وَإِنَّا اَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَإِذَا هُوَ يَهْوِىْ بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَا هُـنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلَى قُلْتُ لَهُمَا سُبْحَانَ اللهِ مَا هَـٰذَانِ قَـالَا لِى فَـإِنَّـهُ الـرَّجُـلُ يَـأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رات میرے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے مجھے اُٹھایا اور کہا چلئے، میں ان کے ساتھ چل دیا تو ہم ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا اس کے پاس پتھر لئے کھڑا تھا وہ اس کے سر پر مارتا جس سے وہ پھٹ جاتا چنانچہ پتھر وہاں سے لڑھک کر دور چلا جاتا ہے تو وہ پتھر کے پیچھے جاتا ہے وہ اسے لے کر واپس نہیں آتا کہ اتنی دیر میں اس کا سر درست ہو جاتا ہے۔ پھر واپس لوٹ کر وہ اسی طرح کرتا ہے جیسے اس نے پہلی دفعہ کیا

تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ ! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص تھا جس نے قرآن پڑھا لیکن عمل نہیں کیا اور فرض کے وقت سویا رہا۔

بخاری 7047 مسلم 2275 مشکوٰۃ 4621

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سر اللہ کے لئے نہ جھکے وہ قبر میں کچلا جائے گا اور یہ سزا اس کو قیامت تک ملتی رہے گی وہ قرآن پڑھا ہوا تھا اتنی بڑی نعمت اسے عطا ہوئی تھی جس کا اس نے شکرادا نہ کیا جس کی وجہ سے اس کو یہ سزا ملی

سونے والے اپنے رب کو سجدہ کر کے سو کیا خبر اٹھے یا نہ اٹھے صبح کو

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سے کب پیار ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے تمہیں کہدو یہی آئینِ وفاداری ہے
قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے
جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء نشہء دولت میں ہیں غافل ہم سے زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

باب نمبر:2

کتاب الطہارہ

الاحکام الشرعیہ

چند ضروری اصطلاحات قابلِ ذکر ہیں کہ ان سے ہر جگہ کام پڑتا ہے

اَلْمَشْرُوْعُ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ فَرْضٌ وَوَاجِبٌ وَسُنَّةٌ وَمُسْتَحَبٌّ وَيَلِيْهَا الْمُبَاحُ

جائز امور چار قسم پر ہیں :فرض، واجب، سنت اور مستحب اور انہی کے ساتھ مباح بھی ہے

وَغَيْرُ الْمَشْرُوْعَاتِ نَوْعَانِ مُحَرَّمٌ وَمَكْرُوْهٌ

ناجائز امور دو قسم پر ہیں حرام اور مکروہ اور مکروہ کی دو قسمیں ہیں تحریمی تنزیہی

<u>اَمَّا الْفَرْضُ</u>

فَمَا ثَبَتَ بِدَلِيْلٍ قَطْعِيٍّ لاشُبْهَةَ فِيْهِ وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ بِالْفِعْلِ وَالْعِقَابُ بِالتَّرْكِ بِلا عُذْرٍ وَالْكُفْرُ بِالْإِنْكَارِ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ ۔

فرض وہ شرعی حکم ہے کہ جو ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہہ نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ہے اور بلا عذر چھوڑنے پر عذاب اور اس کا انکار کفر ہے اور اس پر اتفاق ہے جیسے پانچ نمازیں یا نماز میں قیام رکوع سجدہ وغیرہ اور اس کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں۔

<u>وَالْوَاجِبُ</u>

مَا ثَبَتَ بِدَلِيْلٍ فِيْهِ شُبْهَةٌ وَحُكْمُهُ كَحُكْمِ الْفَرْضِ عَمَلًا لا اِعْتِقَادًا فَلَا يَكْفُرُ جَاهِدُهُ ۔

واجب وہ شرعی حکم ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہہ ہو اور اس کا حکم عمل کے لحاظ سے فرض کی طرح ہے لیکن اعتقادی فرض کی طرح نہیں یعنی اس کا منکر کافر نہیں ہے۔ جیسے نماز وتر وغیرہ

وَالسُّنَّةُ

مَا وَاظَبَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَ تَرْكِهِ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ بِالْفِعْلِ وَالْعِتَابُ بِالتَّرْكِ فِي سُنَّةِ الْهُدٰى ۔

اور سنت مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو لیکن ایک یا دو مرتبہ اس کو چھوڑ بھی دیا ہو اس کے کرنے پر ثواب ہے اور چھوڑنے پر ملامت۔ جیسے ظہر سے قبل چار سنت

وغیرہ۔

وَالْمُسْتَحَبُّ

مَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّةً وَتَرَكَهُ مَرَّةً اُخْرٰی وَمَا اَحَبَّهُ السَّلَفُ وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ بِالْفِعْلِ وَعَدْمُ الْعِقَابِ بِالتَّرْكِ

مستحب وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا ہو اور جس کو صحابہ و تابعین نے پسند کیا ہو اس کے کرنے پر ثواب ہے اور چھوڑنے پر عذاب نہیں جیسے عصر سے قبل چار سنت وغیرہ۔

وَالْمُبَاحُ مَايُخَيَّرُ الْعَبْدُ بَيْنَ الْاِتْيَانِ وَالتَّرْكِ وحُكْمُهُ عَدَمُ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ فِعْلًا وَتَرْكًا

مباح وہ ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے پر بندہ کو اختیار دیا گیا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب نہیں اور چھوڑنے پر ملامت نہیں۔ جیسے کھانا پینا اور سونا لیکن یہ اس وقت ہے جب اس مباح کو عادتاً کیا جائے اور اگر اس میں اچھی نیت کی جائے تو اس پر ثواب بھی ہے مثلاً اس لئے کھائے پئے تاکہ عبادت کے لئے طاقت حاصل ہو تو اس پر ثواب ملے گا۔

وَالْمُحَرَّمُ

مَا ثَبَتَ النَّهْيُ فِيْهِ بِلَا مُعَارِضٍ لَهُ وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ بِالتَّرْكِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالْعِقَابُ بِالْفِعْلِ وَالْكُفْرُ بِالْاِسْتِحْلَالِ فِی الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ ۔

اور حرام وہ ہے جس کے متعلق ایسی قطعی دلیل سے نہی ثابت ہو جس کے مخالف یا معارض کوئی

دلیل نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ترک کرنے پر ثواب ہے اور اس کا ارتکاب کرنے پر عذاب ہے اور اس حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اس پر اتفاق ہے۔ جیسے کسی کو ناحق قتل کرنا یا اس کا مال لوٹنا شراب پینا وغیرہ۔

وَالْمَكْرُوْهُ

مَا ثَبَتَ النَّهْيُ فِيْهِ مَعَ الْمُعَارِضِ وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ بِالتَّرْكِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَخَوْفُ الْعِقَابِ بِالْفِعْلِ وَعَدْمُ الْكُفْرِ بِالْاِسْتِحْلَالِ ۔

مکروہ وہ ہے جس کے متعلق ایسی دلیل سے نہی ثابت ہو جس کے مخالف یا معارض کوئی دلیل ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ترک کرنے پر ثواب ہے اور اس کا ارتکاب کرنے پر عذاب ہے اور اس کو حلال سمجھنا کفر نہیں ہے۔ اور مکروہ کی بھی دو قسمیں مکروہ تحریمی و مکروہ تنزیہی۔

(خلاصہ کیلانی)

مولانا عبدالعلی مسلم الثبوت کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اگر دلیل قطعی کے ساتھ کسی فعل کی حتمی طلب ہو تو وہ فرض ہے

اور اگر دلیل قطعی کے ساتھ کسی کام کو ترک کرنے کی حتمی طلب ہو تو وہ حرام ہے۔

اگر دلیل ظنی کے ساتھ کسی فعل کی حتمی طلب ہو تو وہ واجب ہے

ور اگر دلیل ظنی کے ساتھ کسی کام کو ترک کرنے کی حتمی طلب ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

وجوب اور مکروہ تحریمی دونوں فرض اور حرام کے ساتھ اس چیز میں شریک ہیں کہ دونوں کے

ترک پر اخروی عذاب کا استحقاق ہے۔

فواتح الرحموت:1/58

اگر فعل کی طلب راجح ہو تو وہ فعل مستحب ہے،اور اگر ترک کی طلب راجح ہو تو وہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔اور فعل یا ترک کی حتمی طلب کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کو کرنا یا اس کا ترک لازم اور ضروری ہو اور نہ کرنے پر اخروی عذاب کا استحقاق ہو۔

اور راجح طلب کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر کوئی مؤاخذہ نہ ہو۔اور جس کام کے کرنے کی طلب ہو نہ اس کے نہ کرنے کی طلب ہو وہ فعل مباح ہے۔

شرح مسلم سعیدی:6/440

وضو کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

اے ایمان والو جب تم نماز کو کھڑا ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

سورۃ المائدۃ آیت:۶

نماز کے لئے طہارت شرط ہے اور نماز مشروط اور شرط کے بغیر مشروط نہیں پائی جاتی اس لئے سب سے پہلے طہارت کا بیان کیا جائے گا۔

حدیث:41

عن ابن عمر رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

لا تُقْبَلُ صلاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ و لا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

مسلم :224 مشکوۃ:301

نماز کیلئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے والے کو علماء نے کفر لکھا ہے اور کیوں نہ ہو کہ بے وضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔وضو اور غسل کی سنتیں اور مستحبات پورا نہ کرنے کا اثر امام پر بھی پڑتا ہے

حدیث (42)

عن شبيب بن ابی روح عن رجلٍ مِنْ اصحابِ النَّبِيِّ اَنَّ رسُولَ الله ﷺ صَلَّى صَلاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَابَالُ اَقْوَامٍ يُصَلُّوْنَ مَعَنَا لا يُحْسِنُوْنَ الطُّهُوْرَ فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولٰئِكَ۔

حضرت شبیب بن روح سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے

راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھی اور سورہ روم کی قراءت کی تو آپ کو متشابہ لگ گیا جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں طہارت اچھی طرح نہیں کرتے ہم پر یہی لوگ قرآن مشتبہ کردیتے ہیں۔

نسائی:947مشکوۃ:295بہارشریعت:6/2

حدیث 43

عن أبی هريرة رضی الله عنه قالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ:

إِنَّ أُمَّتِی يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہونگے تو جس سے ہوسکے چمک زیادہ کرے۔

بخاری136 مسلم 246مشکوۃ 290

حدیث 44

عن أبی هريرة رضی الله عنه قالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فإذا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ يَدَاهُ كان بَطَشَتْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فإذا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب مسلمان بندہ یا مومن وضو کرنے لگتا ہے تو جس وقت اپنا چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کئے تھے اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو جیسے ہی پاؤں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پاؤں سے کئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے

مسلم 244مشکوۃ285

حدیث (45)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

مسلم 245 مشکوۃ 284

حدیث (46)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:

ما مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ -اَوْ فَيُسْبِغُ- الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: ﴿اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ -إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے جو کوئی اچھی طرح وضو کرے اور پھر کہے

﴿اَشْهَدُ اَنْ لا اله الا اللهُ وحدَه لاشريك له وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس

دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

مسلم حدیث:۲۳۴ مشکوۃ 289

حدیث (47)

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:

إِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهٖ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی خواب سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین بار ناک صاف کرے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گذارتا ہے۔

بخاری: 3295 مسلم :238 مشکوۃ: 392 بہار شریعت :10/2

حدیث (48)

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:

مَنْ اَسْبَغَ الْوُضُوْءَ فِي الْبَرْدِ الشَّدِيْدِ كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ كِفْلَانِ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

: جو سخت سردی میں کامل وضو کرے اس کے لئے دونا ثواب ہے۔

روہ الطبرانی فی الاوسط،ترغیب حدیث :306 بہار شریعت :9/2

حدیث (49)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

مَنْ تَوَضَّأَ وَاحِدَةً فَتِلْكَ وَظِيْفَةُ الْوُضُوْءِ الَّتِي لَابُدَّ مِنْهَا وَمَنْ تَوَضَّأَ اثْنَيْنِ فَلَهُ كِفْلَانِ وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَذَلِكَ وُضُوْئِي وَوُضُوْءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو ایک بار وضو کرے تو یہ ضروری بات ہے اور جو دو بار وضو کرے تو اس کو دونا ثواب ہے اور تین بار وضو کرے تو یہ میرا اور اگلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے ۔ یعنی اعضائے وضو کو تین بار دھونا سنت انبیاء ہے

احمد :5476 ابن ماجہ :414 بہار شریعت :9/2

حدیث (50)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طُهْرٍ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص وضو پر وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی ۔

ترمذی :59 مشکوۃ :293 بہار شریعت :10/2

خیال رہے کہ وضو پر وضو مستحب ہے جبکہ پہلے وضو کے بعد نماز یا ایسی عبادت ادا کرلی ہو جو وضو پر موقوف ہو ورنہ بار بار وضو کیے جانا مکروہ اور پانی کا اسراف ہے ۔

حدیث (51)

عن عائشۃ رَضِیَ اللہُ عنہا قَالَتْ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ وَالْمَضْمَضَةُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دس چیزیں سنت ہیں مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا کلی کرنا ۔

مسلم :261 مشکوۃ :379 بہار شریعت :11/2

طہارت کی دو قسمیں ہیں صغریٰ کبریٰ طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل ہے جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے ان کو حدث اصغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدث اکبر ان سب کا مختصر بیان کیا جائے گا انشاء اللہ

وضو کے فرائض

فرائض وضو میں مذاہب فقہاء

وضو میں امام ابو حنیفہ کا مسلک

امام ابو حنیفہ نزدیک وضو میں صرف چار فرض ہیں:-

۱-منہ دھونا ۲: کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا ۳- سر کا مسح کرنا ۴-ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا

امام مالک کا مسلک

امام مالک کے نزدیک وضو میں سات فرض ہیں

۱-نیت ۲-منہ دھونا ۳-کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا ۴- سر کا مسح کرنا ۵-ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا ۶-افعال وضو کو فورا پے بہ پے کرنا ۷-پانی کو اعضاء وضو پر ملنا

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی کے نزدیک وضو میں چھ فرض ہیں

۱-نیت ۲-منہ دھونا ۳-کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا ۴-بعض سر کا مسح کرنا خواہ چند بالوں پر ہو ۵-ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا ۶-اعضاء مذکورہ میں ترتیب

امام احمد کا مسلک

امام احمد کے نزدیک وضو میں چھ فرض ہیں

۱- منہ دھونا ۲: کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا ۳- تمام سر کا کانوں سمیت مسح کرنا ۴-ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا ۵-ترتیب ۶- پے در پے وضو کرنا

فرائض وضوء میں حنفی مسلک کی ترجیح

امام مالک کے نزدیک وضو میں سات فرض ہیں اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضوء میں چھ فرض ہیں

حالانکہ فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہوتی ہے اور قرآن کریم میں صرف چار چیزوں کا ذکر ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے باقی ائمہ ثلاثہ جو وضو میں سات یا چھ فرض مانتے ہیں ان کے مذہب سے قرآن کریم پر زیادتی لازم آتی ہے۔جن زائد امور کو ان آئمہ نے فرض مانا ہے ان کا حدیث سے ثبوت ہے اور تمام احادیث ظنی ہیں اور ان سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی۔

۱-منہ دھونا

وضو کے فرائض میں سے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے سر کے بال جہاں سے اگنا شروع ہوتے ہیں وہاں سے ٹھوڑی کے نچلے حصہ تک چہرہ کی لمبائی ہے اور دونوں کا درمیانی حصہ

چوڑائی ہے ۔جس آدمی کی داڑھی خفیف ہو،اس پر بالوں کواور بالوں کے نیچے کھال کو دھونا ضروری ہےاور جس کی داڑھی گھنی ہو،وہ صرف بالوں میں خلال کرے داڑھی کو دھونا اس پر واجب نہیں۔

۲-ہاتھ دھونا

وضو میں ہاتھوں کا دھونا بھی فرض ہے،انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنیوں تک ہاتھ ہیں اور کہنیاں ہاتھوں میں داخل ہیں۔

تبیان القرآن :100/3

سر کے مسح کی مقدار میں مذاہب ائمہ

وضو میں تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے مسح کی مقدار اختلاف ہے امام شافعی نے کہا مسح کی اتنی مقدار ہے جس سے کم سے کم مقدار پر مسح کا اطلاق آ سکے البتہ امام شافعی کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا ۔اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث

حدیث:52

عــن الــمـغيـرة بن شعبة انّ النبيّ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ پر۔

مسلم :274 مشکوۃ :399 شرح مسلم سعیدی :871/1 تبیان القرآن :101/3

سر کا اگلا حصہ جو کل سر کا چوتھائی ہوتا ہے یعنی حضور ﷺ نے چہارم سر کا مسح کیا، یہ حدیث امام ابو حنیفہ کی قوی دلیل ہے کہ مسح سر میں چہارم حصہ فرض ہے زیادتی سنت ۔امام مالک کے ہاں پورے سر کا مسح فرض اور امام شافعی کے نزدیک ایک بال کا چھو لینا بھی کافی ہے، یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کے خلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ چوتھائی سر سے کم مسح بھی نہ کیا اگر ایک بال کا مسح کافی ہوتا تو بیان جواز کے لئے کبھی حضور ﷺ اس پر عمل فرماتے اور اگر پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ اس موقعہ پر چوتھائی سر پر کفایت نہ فرماتے۔

خیال رہے کہ نبی ﷺ نے اس موقعہ پر عمامہ شریف پکڑ لیا تھا تاکہ گر نہ جائے، دیکھنے والے سمجھے کہ آپ عمامہ کا بھی مسح کر رہے ہیں اس لئے ایسی روایت کر دی عمامہ پر مسح کرنا قرآن کے خلاف ہے قرآن میں ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُم اور سروں کا مسح کرو۔لہذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور ﷺ نے چوتھائی سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ کا نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہو سکتے یہ نہیں ہو سکتا

کہ ایک پاؤں دھولو اور ایک پاؤں کے موزے پر مسح کرلو یا آدھا وضو کرلو اور آدھا تیمم۔

مراۃ المناجیح از مفتی احمد یار خاں صاحب رحمہ اللہ :286/1

حدیث :53

عن انس بن مالك قال: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ مِنَ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةِ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے سرخ رنگ کا منقش قطری عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ نہیں کھولا۔

ابوداود حدیث :147 کتاب الطہارۃ ابن ماجۃ :557

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں۔

یہاں پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے۔اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

سر پر مسح کرنا فرض قطعی ہے اور اس کی مقدار فرض ظنی ہے۔فرض قطعی میں اختلاف یا اس کا

انکار جائز نہیں ہے اور فرض ظنی میں مجتہد دلائل سے اختلاف کرسکتا ہے۔

عمامہ پر مسح کرنا

علامہ بدرالدین لکھتے ہیں:-

عمامہ پر مسح کرنے میں علماء کا اختلاف ہے امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کرکے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے ﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْ سِكُمْ ۰ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔سورۃ المائدۃ آیت :۶

جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا،اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا،علامہ خطابی نے کہا ہے اللہ تعالی نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لئے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

عمدۃ القاری:101/3 شرح مسلم سعیدی:950/1

پیروں کے دھونے پر دلائل

قرآن مجید، احادیث اور اجماع علماء سے وضو میں پیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور وضو میں پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں پیروں پر مسح کیا جائے ان کو دھویا نہ جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور لام پر زبر ہے اور اس کا عطف فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (اپنا منہ ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔ صحابہ میں سے حضرت علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی بھی یہی قراءت ہے اور قراء میں سے ابن عامر، نافع اور کسائی کی بھی یہی قراءت ہے اور عاصم سے بھی ایک روایت یہی ہے (الحاوی الکبیر: 49/1 اور اس قراءت کا تقاضا یہ ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہو اور حسبِ ذیل حدیث بھی اس پر دلیل ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے۔

حدیث: 54

عَنْ عبد الله بن عمرو قَالَ: تَخَلَّفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى اَرْجُلِنَا فَنَادَى بِاَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ

ہم سے پیچھے رہ گئے، پھر آپ ہم سے آملے، درآنحالیکہ ہم نماز عصر میں دیر کر دی تھی، سو ہم وضو کرنے لگے اور پیروں پر مسح کرنے لگے تو آپ نے بآواز بلند دو یا تین بار فرمایا: ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہو۔

بخاری: 163 مسلم: 241 یہی روایت شیعوں کی تفسیر مجمع البیان میں بھی درج ہے جلد دوم جزء سوم ص ۱۶۵ مطبوعہ تہران جدید

اس حدیث سے تین مسائل ثابت ہوئے ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوئے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔ حضرت علی ہمیشہ پاؤں ہی دھویا کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ مغسولہ اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے حتیٰ کہ انگوٹھی کے نیچے اور بالیوں کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے۔

تیسرے یہ کہ گناہ صغیرہ پر بھی سخت عذاب ہو سکتا ہے۔ مراۃ المناجیح: 286/1

حدیث: 55

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّاَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلَى قَدَمِهِ فَاَبْصَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلَّى ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں

ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی نبی کریم ﷺ نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضوء کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

مسلم :244

حدیث :56

عَنْ ابی حیة قال : رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ قَدَمَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ وَقَالَ اَرَدْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ طُهُوْرَ نَبِیِّکُمْ ﷺ

ابوحیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور کہا میں نے یہ ارادہ کیا کہ تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

مصنف ابن ابی شیبہ :26/1

آیت وضو میں قراءت جر سے علماءشیعہ کے استدلال کے جوابات

قرآن پاک کی آیت کریمہ میں قراءت جر کی تقدیر پر بھی وَاَرْجُلَكُم کا عطف اَیْدِیَكُم پر ہے۔اوراس پر جر (زیر) جوار کی وجہ سے ہےاس کی نظیر یہ آیت ہے۔

اِنی اَخَافُ علیکم عَذَابَ یومٍ اَلِیْمٍ بے شک میں تم پر دردناک دن کےعذاب کا خوف کرتا ہوں۔سورہ ہود آیت:26 اس آیت میں اَلِیْمٍ عذاب کی صفت ہےاس اعتبار سےاس پر نصب (زبر) ہونی چاہئےتھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں یومٍ پر جر ہےاس لئے اس کو بھی جر دے دی گئی۔اس کو جر جوار کہتے ہیں اسی طرح اَرْجُلَكُم کا عطف اَیْدِیَكُم پر ہےاس وجہ سے پر نصب ہونی چاہئےتھی لیکن اس کے جوار میں بِرُؤُسِكُم چونکہ مجرور ہےاس لئے اس کو بھی جر دے دی گئی لہذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے

اَرْجُلَكُم اور اَرْجُلِكُم دو متواتر قراءتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تعارض نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قراءت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور اَرْجُلَكُم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور اَرْجُلِكُم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا اس لئے اَرْجُلَكُم کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور اَرْجُلِكُم کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے

پہنے ہوں،یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کرو اور جب موزے نہ پہنے ہوئے ہوں تو پیروں کو دھولو،اس طرح ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

علماءشیعہ کی عقلی دلیل کا جواب

علماءشیعہ نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کردیا جاتا ہے،سواگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا،اور جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کردیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں،یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے،اللہ تعالیٰ نے وضوء میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے وہ چہرہ،ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ قرآن وحدیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمم جس طرح وضوء کی فرع ہے اسی طرح غسل کی بھی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا جائے اور باقی بدن پر مسح کرلیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں

کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

شرح مسلم سعیدی :894-889/1 تبیان القرآن:102/3

وضو میں پاؤں دھونے کا ثبوت کتب شیعہ سے

حدیث :55

حضرت زید بن علی اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ابھی میں نے وضو شروع ہی کیا تھا۔تو آپ نے فرمایا: کلی کرو اور ناک میں پانی ڈالو اور صاف کرو پھر میں نے تین مرتبہ منہ دھویا اس پر فرمایا دو ہی دفعہ کافی تھا پھر میں نے اپنے دونوں بازو دھوئے اور اپنے سر کا دو مرتبہ مسح کیا آپ نے فرمایا ایک ہی دفعہ کافی تھا وَغَسَلْتُ قَدَمَيَّ پھر میں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے آپ نے فرمایا اے علی !انگلیوں کے درمیان خلال کر اللہ تمہیں آگ کے خلال سے بچائے۔

الاستبصار جلد اول ص ۶۵ باب وجوب المسح علی الرجلین

تہذیب الاحکام جلد اول ص ۹۳ فی صفۃ الوضو والفرض منہ

الحمد للہ شیعوں کی معتبر کتاب سے پاؤں دھونے کا ثبوت مل گیا یہ طریقہ وضو اس شخصیت کا ہے جو تمام اہل بیت کے جدِ اعلیٰ اور خلیفۃ المسلمین ہیں اور اس وضو کا معائنہ فرمانے والے خود رسول اللہ ﷺ ہیں اس سے زیادہ صحیح اور معتبر وضو اور کون سا ہو سکتا ہے یہ

صحیح ترین وضو ترتیب اور کیفیت کے اعتبار سے وہی ہے جس پر اہل سنت کاربند ہیں اور اہل سنت ہی اہل بیت کے سچے محبّ ہیں اور شیعہ جو حضرت علی اور اہل بیت کرام والا وضو نہیں کرتے وہ اہل بیت کے محبّ کیسے ہو سکتے ہیں بلکہ شیعوں کے وضو کی ترتیب قرآن کے بھی خلاف ہے قرآن نے پہلے منہ دھونے کا حکم دیا ہے یہ پاؤں سے شروع کرتے ہیں صرف وضو ہی کیا ان کی ہر بات ہی الٹی ہے۔بتاؤ جو قرآن کے خلاف چلے وہ صراط مستقیم پر ہو سکتا ہے؟

وضو کی سنتیں

امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔

۱-وضو میں عبادت کی نیت کرنا۔۲-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرنا ۳-پہنچوں تک تین بار ہاتھ دھونا ۴-کلی کرنا ۵-مسواک کرنا ۶-ناک میں پانی ڈالنا داڑھی میں خلال کرنا ۷-ہاتھ اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا ۸-پورے سر کا مسح کرنا۹ کانوں کے ظاہر و باطن کا اسی گیلے پانی سے مسح کرنا ۱۱-قرآن کریم میں اعضاء مذکورہ کی ترتیب کے مطابق وضو کرنا ۱۲- وضو کے تمام افعال کو پے در پے کرنا ۱۳-ہر عضو کو تین بار دھونا۔

شرح مسلم سعیدی :394/1

سنت نمبر ۱

دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین بار دھونا،

ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے کی ضرورت ہو یا نہ، وضو کرنے والا نیند سے بیدار ہو یا نہ لیکن نیند سے بیدار ہونے کی صورت میں ہاتھوں کو دھونے کی زیادہ تاکید ہے۔

حدیث :56

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

إِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلاثًا فَإِنَّهُ لايَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔

مسلم :278 بخاری:162 مشکوۃ:391

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لئے قلتین (دوگھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقا ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔قلیل پانی میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہوجاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

کسی چیز کو پاک کرنے کے لئے سات بار دھونا ضروری نہیں بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز

پاک ہوجاتی ہے۔

عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے

۲-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرنا

حدیث:57

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

لا صَلَاةَ لِمَنْ لا وُضُوْءَ لَهُ ولا وُضُوْءَ لِمَنْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کا وضو نہ ہو،اس کی نماز نہیں اور جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں۔

ابوداود 101 ابن ماجہ 399 مشکوۃ :402

وضوء سے قبل بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک مستحب ہے اور یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں کیونکہ رب تعالی نے فرمایا: (اے ایمان والو جب تم نماز کو کھڑا ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ) یہاں بسم اللہ کی قید نہیں۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ

ومَنْ تَوَضَّأَ و لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے۔

دار قطنی، مشکوۃ :428 بہار شریعت:10/2

حدیث

عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تَحْدُثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے ابو ہریرہ جب تم وضو کرو تو کہو بسم اللہ والحمد للہ پھر تمہارے کراماً کاتبین اس وقت تک تمہاری نیکیاں لکھتے رہیں گے جب تک تم اس وضو پر قائم رہو گے۔

رواہ الطبرانی فی الصغیر 131/1 الحدیث :196 مجمع :220/1

۳-مسواک

مسواک کرنی چاہئے لکڑی کی معروف مسواک نہ ہو تو انگلی سے یا برش سے دانت صاف کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

حدیث:60

عن علی رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِي لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر کر دیتا یعنی فرض کر دیتا۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن ترغیب حدیث :320 بہار شریعت:10/2

علامہ نووی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو اس میں نبی ﷺ کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔شرح مسلم نووی

اس حدیث کی فقہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ

ﷺ کی طرف مفوض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے اللہ تعالیٰ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

حدیث (61)

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكَ فَإِنَّهُ مُطَيِّبَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا۔

احمد :5599 ترغیب :101/1 بہار شریعت :10/2

حدیث (62)

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالَتْ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

فَضْلُ الصَّلاةِ بِالسِّوَاكِ عَلَى الصَّلاةِ بِغَيْرِ سِوَاكٍ سَبْعِينَ ضِعْفًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو مسواک کرکے پڑھی جائے وہ اس نماز سے کہ بے مسواک پڑھی جائے ستر حصے افضل ہے

احمد :25135 ترغیب :102/1 بہار شریعت :11/2

حدیث:63

عن انس رضی اللہ عنہ قالَ:قال رسولُ اللہ ﷺ:

تُجْزِئُ مِنَ السِّوَاكِ الأَصَابِعُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

بیہقی سنن کبریٰ 41/1 شرح مسلم سعیدی 913/1

علامہ عینی فرماتے ہیں:-

ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے،مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے،مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے،مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہئے،مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کرلیا جائے۔ محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے۔اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرلے۔عمدۃ القاری :185/3 شرح مسلم سعیدی:912/1

۴-کلی کرنا اور ناک میں تین تین بار پانی ڈالنا

حدیث:64

عَنْ ابی حیة قال : رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ کَفَّیْهِ حَتّٰی اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلاثًا وغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاثًا وَذِرَاعَیْهِ ثَلاثًا ومَسَحَ بِرَاْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْهِ إِلَی الْکَعْبَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ کَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

ابوحیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کرلیا، پھر تین بار کلی کی پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرہ دھویا، پھر تین بار کلائیاں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں سمیت دھویا، پھر انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا پھر فرمایا: میں نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضوء کرتے تھے۔

ترمذی:48 مشکوۃ:410 نسائی 96 ابوداود:109

اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لئے الگ پانی لیا، تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی

کی یہ روایت ہے

حدیث:65

عن کعب بن عمرو الیامی رضی الله عنه انّ رسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثَلاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلاثًا یَأْخُذُ لِکُلٍّ وَاحِدٍ مَاءً جَدِیْدًا

کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ طبرانی:181/19

اس حدیث کو امام ابو داود نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

عمدۃ القاری:265/2

حدیث:66

عن عبد الله بن زید رضی الله عنه قال

فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلاثًا بِثَلاثِ غُرُفَاتٍ مِنْ مَاءٍ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی تین بار تین چلو پانی سے۔

بخاری:192 مسلم:235 مشکوۃ:394

۵-پورے سر کا ایک مرتبہ مسح کرنا

حدیث: 67

عن عبد الله بن زید رضی الله عنه قال

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کے ساتھ اپنے سر کا مسح کیا دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر انہیں واپس اسی جگہ پر لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

بخاری:185 مسلم :235 مشکوۃ:394

۶-کانوں کا مسح کرنا

حدیث: 68

عن عبد الله بن عباس رضی الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَسَحَ أُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ وَخَالَفَ إِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں کا مسح کیا، کانوں کے اندر اپنی (سبابہ) انگلیاں ڈالیں اور کانوں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کانوں کے ظاہر و باطن پر مسح کیا۔

ابن ماجہ :439 مشکوۃ:413

کانوں کا مسح سر کے ساتھ ہی کیا جائے گا نئے پانی کی ضرورت نہیں

حدیث: 69

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

اَلْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دونوں کان سر سے ہیں۔

ابن ماجہ 445 ترمذی 37 مشکوۃ :416

۷-داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے

حدیث: 70

عن عثمان رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی مبارک کا خلال کیا

کرتے تھے۔

ترمذی :31 مشکوۃ:409

۸- ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا سنت ہے

حدیث :71

عن عبد الله بن عباس رضی الله عنهما أنّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال:

إذا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرو۔

ترمذی :39 مشکوۃ:406

۹- ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے

حدیث :72

عن عمرو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يارسول اللهِ كَيفَ الطُّهُوْرُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ

إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ

عمرو بن شعیب بیان اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! وضو کس طرح ہوتا ہے؟ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، اور اپنی (دو سبابہ) انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا اور اپنے انگوٹھوں سے اپنے کانوں کی پشت پر مسح کیا اور انگلیوں سے کانوں کے باطن پر مسح کیا، پھر اپنے دونوں پیروں کو تین تین بار دھویا، پھر فرمایا: اس طرح وضو ہوتا ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا کمی کی، اس نے برا کام کیا۔

ابوداود: 135 مشکوۃ: 417 ابن ماجہ: 422

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے ناکافی جان کر زیادتی کی، اس نے ظلم کیا۔ ورنہ اگر مزید صفائی کے قصد سے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے تین بار سے زیادہ دھویا تو وہ مباح ہے۔ یا جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے زائد جان کر کمی کی، اس نے ظلم کیا، ورنہ ایک یا دو بار دھونا بھی آپ سے ثابت ہے۔

۱۰- نیت

امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو میں عبادت کی نیت کرنا سنت ہے امام شافعی کے

نزدیک وضوء سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ تمام اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بیع، شراء، نکاح، طلاق، رد اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح نہ ہو۔ اس لئے حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ لہٰذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص بارش میں نہالیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہوگا اور اس سے نماز صحیح ہوگی، اگر چہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

۱۱- دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا سنت ہے

حدیث: 73

عن عائشة رضی الله عنها قالَتْ: كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُوْرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بقدر طاقت اپنے تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔ اپنی طہارت کرنے میں اور کنگھی کرنے میں اور نعلین پہننے میں

بخاری :426 مسلم :268 مشکوۃ :400

حدیث: 74

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قالَ رسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا لَبِسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِأَيَامِنِكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم پہنو اور وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو۔

ابوداود :4141 مشکوۃ :401

۱۲- گردن کا مسح کرنا سنت ہے

حدیث: 75

عن كعب بن عمرو اليامی رضی الله عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا يَأْخُذُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مَاءً جَدِيْدًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا فَلَمَّا مَسَحَ رَأْسَهُ قَالَ هٰكَذَا وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مِنْ مُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى بَلَغَ بِهِمَا إِلٰى أَسْفَلِ عُنُقِهِ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ

حضرت کعب بن عمرو یامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا، اور تین بار منہ دھویا پھر جب سر کا مسح کیا فرمایا: اس طرح اور اپنے ہاتھ کو سر کے اگلے حصے کی طرف اشارہ کیا اور ان کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

طبرانی :181/19

حدیث :76

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنَّ النَّبِیَّ قال:

مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِیَدَیْہِ عَلَی عُنُقِہِ وَقَی الْغُلَّ یوم القیامۃ ۔

حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اپنے ہاتھوں سے گردن پر مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنانے سے بچ گیا۔

اعلاء السنن: 66/1

حدیث :77

عن موسی بن طلحة رضی اللہ عنہ قال: مَنْ مَسَحَ قَفَاهُ مَعَ رَأْسِہِ وَقَی الْغُلَّ یوم القیامۃ ۔

حضرت موسیٰ بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ جس نے گردن سمیت سر کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنانے سے بچ گیا

اسرار المرفوعہ حدیث :828 تلخیص ابن حجر 92/1 میں ملا علی قاری اور ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات اپنی طرف سے نہیں کہی جاسکتی ۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

اس حدیث کو ابن عمر والی مرفوع حدیث سے تقویت حاصل ہوتی ہے جسے ,,مسند الفردوس،، میں سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا گیا ہے

و الضَّعِیْفُ یُعْمَلُ بہ فی فَضَائِلِ الأعمالِ اتفاقا ۔ ولذا قال أئِمَّتُنَا :إنَّ مَسْحَ الرَّقْبَةِ مُسْتَحَبٌّ أوْ سُنَّةٌ

اور ضعیف حدیث فضائل اعمال میں بالاتفاق معمول بہ ہے اسی لئے ہمارے ائمہ نے فرمایا ہے: گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔ اسرار المرفوعہ حدیث :828 ص :209

علامہ بغوی اور قاضی شوکانی کا میلان بھی اسی طرف ہے نیل الاوطار :204/1

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ گردن پر مسح کو بدعت کہنا غلط ہے۔ نیز یہ کہ تلخیص الحبیر کی مندرجہ بالا عبارت اور اس سلسلہ کی دیگر روایات قابلِ استدلال ہیں۔ خصوصاً جب کہ کوئی حدیث ان کے مخالف نہیں ہے۔ (بدور الأهلّة ص ۴۸

13-14 ترتیب سے اور پے در پے وضو کرنا

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ کا اس پر مسلسل عمل اس کی واضح دلیل ہے۔

وضوتوڑنے والے امور

سبیلین یعنی اگلے مخرج اور پچھلے مخرج سے جو چیز نکلے مثلاً بول و براز اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے وضوٹوٹنے کے اسباب میں سے بیان فرمایا ہے۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ

یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے۔سورہ المائدہ آیت:٦

ہوا کا خروج بھی ناقض وضو ہے

حدیث:78

عن ابی هريرة رضى اللهُ عنه قَال قال رسُولُ الله ﷺ:

لايَزَالُ الْعَبْدُ فى صَلاةٍ ما كَانَ فى الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلاةَ مَالَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ مَاالْحَدَثُ يَا اَبا هُرَيْرَةَ قَالَ: الصَّوْتُ يعنى الضَّرْطَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے شخص کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے جب تک کہ اس کو حدث لاحق نہ ہوا ایک عجمی شخص نے حضرت ابوہریرہ سے دریافت کیا کہ حدث سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: ہوا کا خارج ہونا۔

بخاری رقم الحدیث:176-135 کتاب الوضوء باب من لم یرالوضوء

جسم سے خون یا پیپ نکلے یا منہ بھر کرتے آئے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے

حدیث:79

عَـن عـائشةَ رضـى اللهُ عنها قَالَتْ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِى حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ إِنِّى امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلا اَطْهُرُ أَفَاَدَعُ الصَّلاةَ فَقَالَ: لا،إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَدَعِى الصَّلاةَ وَإِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِى عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّى ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ میں ایسی عورت ہوں جس کو مسلسل حیض آتا رہتا ہے اور میں بالکل پاک نہیں ہوتی۔کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ صرف رگ (سے خون نکلتا ہے رحم سے نہیں نکلتا) ہے۔سو جب تمہیں حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون دھولو اور نماز پڑھو۔پھر ہر نماز کے لئے ایک بار وضو کرلو حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔

مسلم:333 بخاری:228 مشکوۃ:557

اس حدیث میں رگ سے نکلنے والے خون کو وضوٹوٹنے کی علت فرمایا۔سو جہاں بھی یہ علت

پائی جائے گی، وضو ٹوٹ جائے گا۔

حدیث:80

عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ:

اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بہنے والے خون سے وضو (لازم) ہے۔

دارقطنی 157/1 رقم الحدیث :571

حدیث:81

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ:

لَیْسَ فِی الْقَطْرَۃِ وَالْقَطْرَتَیْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوْءٌ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ دَماً سَائِلاً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خون کے ایک قطرہ یا قطروں سے وضو نہیں ہے سوا اس کے بہنے والا خون نکلے۔

دارقطنی 157/1 رقم الحدیث :572-573

امام دارقطنی نے ان دونوں سندوں کو ضعیف کہا ہے لیکن تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔

حدیث:82

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالتْ قال رسول اللہ ﷺ:

مَنْ اَصَابَہٗ قَیْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلْسٌ او مَذْیٌ، فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْیَبْنِ عَلَی صَلَاتِہٖ وَھُوَ فِی ذٰلِکَ لَا یَتَکَلَّمْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے منہ بھر کر قے کی یا اس کی نکسیر پھوٹ گئی، یا اس کو ابکائی آئی یا مذی نکلے تو وہ واپس لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز پوری کرے اور وہ اس دوران کلام نہ کرے

ابن ماجہ حدیث:1221

دارقطنی 155/1 معجم طبرانی عن ابن عباس

حدیث:83

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ أن رسُولَ اللہ ﷺ قَاءَ فَاَفْطَرَ فَتَوَضَّأَ

قال ابو عیسی وقد رأی غیرُ واحدٍ مِنْ اھلِ الْعلمِ مِنْ اصحابِ النبی وغیرِھِمْ مِنَ التابعین الْوُضُوءَ مِنَ الْقَیْءِ وَالرُّعَافِ وھو قَوْلُ السُّفیانَ الثَّورِیِّ وَابْنِ الْمُبارِکِ واحمدَ واسحاقَ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آ گئی

تو آپ نے روزہ افطار کیا اور وضو کیا

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا مسلک یہی ہے کہ قے اور نکسیر سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔اور سفیان،ابن مبارک امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے۔

ترمذی حدیث 87 کتاب الطہارہ باب ماجاء فی الوضوء من القیء والرعاف

مشکوۃ:2008 ابوداود:2381 دارمی:1728 شرح معانی الاثار:96/2

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کر قے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی لیکن اس کے برعکس امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ قے سے اور خون سے وضو نہیں ٹوٹتا امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:وضو نہیں واجب ہوتا مگر آواز یا بو سے۔ترمذی:74 ابن ماجۃ 515 مشکوۃ:310

اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بول وبراز نکلنے سے اور جماع سے بھی وضو نہ ٹوٹے۔جب کہ شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے اپنے ذکر(آلہ تناسل)کو ہاتھ لگانے سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں۔اس لئے اس حدیث میں غیر مخرجین سے خون نکلنے اور منہ بھر کے قے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث اس شخص کو سنائی ہے جس کو ہوا خارج ہونے کا شک ہوتا رہتا تھا،اس لئے انہوں نے کہا جب تک آواز نہ نکلے یا بدبو نہ آئے،وضو نہیں ٹوٹے گا۔

مذی اور ودی سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔

حدیث:84

عن علی رضی اللہ عنہ قَال: سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ :
مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ سے مذی کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا:مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل۔

ترمذی :114 مشکوۃ:311

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ سوال حضرت مقداد کے ذریعے تھا بلا واسطہ نہ تھا۔منی اور مذی میں فرق یہ ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے نیز منی دودھ کی طرح سفید اور گاڑھی لیسدار ہوتی ہے اور مذی پیشاب کی طرح مگر لیسدار۔

نیند سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے

اگر کسی شخص کو لیٹے ہوئے نیند آجائے یا کسی چیز سے اس طرح ٹیک لگائے ہوئے نیند آجائے کہ اس چیز کو ہٹایا جائے تو وہ گر جائے گا تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا۔

حدیث:85

عـن صـفوان بن عسال رضی اللہ عنہ قَال: کان رسُولُ اللهِ ﷺ یَاْمُرُنَا

إِذَا كُنَّا سَفَرًا اَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَائِمٍ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ سفر کی حالت میں تین دن موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہاں اگر جنابت ہو جائے تو موزے اتار دیں (اور غسل کریں) البتہ پیشاب پاخانہ اور نیند کی وجہ سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں (بلکہ وضو کے وقت پاؤں پر مسح کر لینا کافی ہے)

ترمذی :96 مشکوۃ:520

اس حدیث میں پیشاب پاخانہ اور نیند کا ایک ہی حکم بیان ہوا ہے کہ ہر دو کی طرح نیند بھی ناقض وضو ہے۔

حدیث :86

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ نَامَ وَهُوَ سَاجِدٌ حَتّٰى غَطَّ اَوْ نَفَخَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ قَدْ نِمْتَ قَالَ :إِنَّ الْوُضُوْءَ لَا يَجِبُ إِلَّا مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ میں سوئے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لئے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز

پوری کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو سو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: وضو اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو لیٹ کر سوئے۔ کیونکہ جب انسان لیٹتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

ترمذی :77 مشکوۃ:318

بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سونا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کی علت اعضاء کا ڈھیلا پڑنا ہے خواہ لیٹ کر ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر حتیٰ کہ جو کوئی بیٹھے ہوئے اونگھے اور اونگھتے میں گرے، گرنے کے بعد آنکھ کھلے وضو جاتا رہا اور اگر گرنے سے قبل آنکھ کھل گئی پھر اگر گرا تو وضو نہ گیا۔

کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

حدیث :87

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے سر جھک جاتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے

ابوداود:200 مشکوۃ:317

لہذا جس نیند میں اعضاء ڈھیلے نہ پڑیں اس سے وضونہیں جاتا،اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر عورت سجدے میں سوجائے تو وضو گیا اور اگر مرد سجدے میں سوجائے تو وضونہیں جاتا کیونکہ مرد سجدے میں غافل نہیں ہوسکتا ورنہ گر جائے۔مراۃ المناجیح :250/1

حدیث :88

عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال:

إِنَّمَا الْعِيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ اسْتَطْلَقَ الْوِكَاءُ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آنکھیں سُرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سوگئی تو بندھن کھل گیا

دارمی حدیث :722 مشکوۃ:315

لہذا سونا وضوتوڑ دیتا ہے جیسے موت غسل توڑ دیتی ہے مگر نبی کی نیند سے وضونہیں جاتا کیونکہ وہ غافل نہیں ہوتے اسی لئے ان کی خواب وحی الہی ہوتی ہے۔نیز شہید کی موت غسل نہیں توڑتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خبری کی نیند وضو توڑ دے گی بیٹھے بیٹھے اونگھنے سے وضونہیں ٹوٹتا کیونکہ اس میں اعضاء ڈھیلے نہیں پڑتے۔

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے، کیونکہ بدن سے کوئی نجاست نہیں نکلی،لیکن حدیث میں تصریح ہے کہ اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس پر حدیث کو

مقدم کرتے ہیں۔

حدیث:89

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے

دارقطنی حدیث :587

ہنسنے سے وضوبھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی

حدیث:90

ملیح بن اسامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا،ہم اس سے ہنس پڑے،رسول اللہ ﷺ نے پورا وضو دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کو شروع سے دہرانے کا حکم دیا۔

دارقطنی رقم الحدیث:591

قہقہہ،ضحک اور تبسم میں فرق

قہقہہ یہ ہے کہ ہنسنے کی آواز خود سنے اور اس کے ساتھ والا نمازی اس سے نماز اور وضو دونوں لوٹائے جائیں گے۔

ضحک یہ ہے کہ ہنسنے کی آواز صرف اپنے آپ تک محدود رہے ساتھ والے نمازی تک نہ پہنچے اس سے صرف نماز ٹوٹتی ہے وضو باقی رہتا ہے۔

تبسم یہ ہے کہ اس میں ہنسنے کی آواز نہیں ہوتی صرف چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے اس سے نہ نماز باطل ہوتی اور نہ وضو۔

عورت کو چھونا ناقض وضو ہے یا نہیں؟

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب مرد عورت کے یا عورت مرد کے بدن کو بلا حجاب چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب تم نے عورتوں کو مس کیا ہو، پس پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ وہ اس آیت میں لمس کا معنی چھونا کرتے ہیں امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس آیت میں لمس جماع سے کنایہ ہے یعنی جماع اور مباشرت سے وضو ٹوٹتا ہے صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن مجید میں لمس، مس کے الفاظ جماع سے کنایہ ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۶)

حدیث: 91

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو رہی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے سامنے تھے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگاتے، میں اپنے پیر سمیٹ لیتی جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیر پھیلا دیتی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں تھے۔

بخاری حدیث: 382 مسلم: 512 مشکوۃ: 786

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عورت کے بدن کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور نماز میں عملِ قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اندھیرے میں نماز پڑھنا جائز ہے، عورت سامنے ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسِ ذکر ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسِ ذکر (شرم گاہ کو چھونے) سے وضو نہیں ٹوٹتا، امام شافعی کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے

حدیث: 92

حضرت طلق بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے۔

ترمذی:85 مشکوۃ:320

اس حدیث کی سند قوی ہے

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے

بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کئے بغیر نماز نہ پڑھے ۔

ترمذی:82 مشکوۃ:319

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی نے اس کے خلاف بکثرت آثار روایت کئے ہیں۔

حدیث:93

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں ذکر کو چھوؤں یا کان کو چھوؤں۔

حدیث:94

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں ذکر کو چھوؤں یا ناک کو چھوؤں۔شرح معانی الا ثار 47/1

اس مسئلہ میں دونوں جانب احادیث اور آثار ہیں اور قیاس صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب نہیں ہوتا۔

کیونکہ اولاً: تو یہ دیگر اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جس طرح دیگر اعضاء کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا، اس کو چھونے سے بھی وضو واجب نہیں ہوتا۔

ثانیاً: اس لئے کہ خون، پیپ اور بول و براز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جو نجس العین ہیں تو جو عضو فی نفسہ طاہر ہے، اس کو چھونے سے وضو کیسے ٹوٹے گا؟

غسل کا بیان

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سارے بدن پر پانی بہانا کہ ذرا سی جگہ بھی خشک نہ رہے

ارشاد ربانی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب اہتمام سے طہارت حاصل کرو۔المائدہ آیت ۶

حدیث:95

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے غسلِ جنابت میں بال برابر جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دی تو اسے آگ میں ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا۔

ابوداود:249 مشکوۃ:444

یعنی عذاب پر عذاب ہوگا ایک تو ناپاک رہنے کا دوسرے تمام نمازیں برباد کرنے کا لہذا غسل میں بڑی احتیاط چاہیے۔ناف، بغل کان کی لو، ان میں بہت خیال سے پانی پہنچایا جائے کہ یہاں اکثر بغیر توجہ پانی نہیں پہنچتا۔

حدیث:96

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے لہذا بال دھوؤ اور کھال صاف کرو۔

ترمذی:106 مشکوۃ:443

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل میں جسم کے سارے بال بھگونا فرض ہے اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہ ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر بدن پر خشک مٹی، گندھا ہوا آٹا یا موم لگا رہ گیا جس کے نیچے پانی نہ پہنچا، تب بھی غسل نہ ہوگا لہذا اگر ناخنوں پر نیل پالش لگی ہوئی ہو تو غسل درست نہیں، کیونکہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے گا۔

پانچ چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:-

۱-احتلام

احتلام یہ ہے کہ بالغ مرد یا عورت نیند سے بیدار ہوں اور اپنے کپڑوں یا بدن میں تری پائیں اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین ہو یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو، اور اگر خواب یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غسل

واجب نہیں۔

حدیث:97

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو تری پائے اور خواب یاد نہ ہو فرمایا غسل کرے اور اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو خیال کرے کہ اسے احتلام ہوا ہے اور تری نہ پائے فرمایا: اس پر غسل نہیں۔ام سلیم نے عرض کیا کیا عورت پر بھی غسل ہے جو یہ دیکھے فرمایا: ہاں عورتیں مردوں کی مثل ہیں۔

ترمذی:113 مشکوۃ:441

تری مطلق غسل واجب کردے گی اگرچہ مذی کی ہو کیونکہ کبھی پتلی منی مذی ہی محسوس ہوتی ہے یہی ہمارا مذہب ہے اور یہ حدیث ہماری دلیل ہے۔

حدیث:98

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو؟ فرمایا: ہاں، جب پانی دیکھے تو ام سلمہ نے منہ چھپالیا اور بولیں یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے فرمایا: ہاں، تمہارا ہاتھ گرد آلود ہو ورنہ بچہ اپنی ماں کے ہم شکل کیوں ہوتا ہے۔

بخاری:130 مسلم:313 مشکوۃ:433

یعنی خواب کی صورت میں بغیر تری دیکھے غسل واجب نہیں ہوتا خواہ منی ہو یا مذی کیونکہ کبھی منی پتلی ہونے کی صورت میں مذی محسوس ہوتی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بیبیاں حضور ﷺ کے نکاح میں آنے والی ہوں انہیں احتلام بھی نہیں ہوتا یعنی رب تعالیٰ انہیں زنا کے خیال سے بھی پاک رکھتا ہے یہ ہے ازواج پاک کی عصمت۔

۲-اِلْتِقَاءُ الْخِتَانَیْنِ (دونوں شرمگاہوں کا ملنا)

حشفہ یعنی ذکر کا سر عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت انزال ہو یا نہ بشرطیکہ دونوں مکلّف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔

نوٹ:-

یہ صرف غسل کا حکم بیان کیا جارہا ہے ورنہ مرد یا لڑکے سے بدفعلی یا عورت سے غیر فطری فعل کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ایسے ناجائز اور غیر فطری فعل کے مرتکب کو حضور ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے اور حدیث میں ان کے بارے میں سخت سزائیں بیان ہوئی ہیں ایسے ملعونوں کو قتل کرنے یا ان پر دیوار گرانے کا حکم ہے۔قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ قوم لوط لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتی تھی تو ان پر عذاب آیا جبریل امیں نے ان کے پانچ شہروں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے

لگیں، اور ایسا اچانک اٹھایا کہ برتنوں کا پانی تک نہ چھلکا۔سونے والے جاگ نہ سکے اور وہاں سے انہیں نیچے گرادیا اور ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔سورہ ہود مع تفسیر آیات 77-83 رکوع:7

حدیث:99

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہوگیا اگرچہ انزال نہ ہو۔

مسلم:348 بخاری:291 مشکوۃ:430

عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے چار ہاتھ پاؤں مراد ہیں، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضوِ تناسل کا سر یعنی حشفہ عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور یہ حدیث ان تمام حدیث کی ناسخ ہے جن میں ہے کہ بغیر انزال غسل واجب نہیں ہوتا۔

۳-خروج المنی

بغیر جماع کے شہوت کی حالت میں تیزی کے ساتھ منی نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، اس میں نیند اور بیداری کی دونوں حالتیں برابر ہیں، نیز مرد و عورت کا بھی ایک

ہی حکم ہے۔اگر شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے سے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی تو غسل واجب نہیں۔اگر منی کچھ نکلی اور قبل پیشاب کرنے یا سونے یا چالیس قدم چلنے کے نہالیا اور نماز پڑھ لی اب بقیہ منی نکلی تو غسل کرے کہ یہ اسی منی کا حصہ ہے جو اپنے محل سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی اور پہلے جو نماز پڑھی تھی ہوگئی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر چالیس قدم چلنے یا پیشاب کرنے یا سونے کے بعد غسل کیا پھر منی بلا شہوت نکلی تو غسل ضروری نہیں اور یہ پہلی کا بقیہ نہیں کہی جائے گی۔

بہار شریعت و نور الایضاح

حدیث :100

عن علی رضی اللهُ عنه قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ :
مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مذی کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل

ترمذی :114 مشکوۃ:311

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ سوال حضرت مقداد کے ذریعے تھا بلا واسطہ نہ تھا۔منی اور مذی میں فرق یہ ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے نیز منی دودھ کی طرح سفید اور گاڑھی لیسدار ہوتی ہے اور مذی پیشاب کی طرح مگر لیسدار۔

۴-حیض کا ختم ہونا

اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: اور وہ تم سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر :222

۵-نفاس کا ختم ہونا

نفاس وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے بعد آتا ہے اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی حد نہیں یعنی چالیس دن پورے کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے پہلے جب بھی خون بند ہوجائے تو وہ نہادھو کر نماز شروع کردے گی اور چالیس دن کبھی خون آیا اور کبھی نہیں تو یہ سب نفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کا فاصلہ ہوجائے ۔بہار شریعت

اور جو خون چالیس دن سے زیادہ آئے وہ استحاضہ ہے۔نماز روزہ معاف نہیں ہوگا۔

اور حیض میں تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ آنے والا خون استحاضہ ہے۔اور مستحاضہ عورت پر بھی غسل واجب ہے جب اس کے حیض یا نفاس کے دن پورے ہوجائیں۔

حدیث :101

عـن عـائشةَ رضـى اللهُ عنها قَالَتْ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ اِلَى

النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلاةَ فَقَالَ: لا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَدَعِي الصَّلاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں استحاضہ والی عورت ہوں (یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے) اور کبھی پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دو۔

مسلم :333 بخاری :228 مشکوۃ :557

مستحاضہ وہ عورت ہے جسے استحاضہ کا خون آتا ہے، استحاضہ بیماری ہے جس میں عورت کی رگ کھل کر خون جاری ہو جاتا ہے یہ خون حیض ونفاس کا نہیں ہوتا اس کی کوئی مدت نہیں ہوتی اور اس میں نماز، روزہ، صحبت مسجد میں داخلہ قرآن کی تلاوت کچھ بھی منع نہیں بلکہ اس کا حکم معذور کی طرح ہے کہ ایک وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اگر چہ خون آتا رہے نماز کا وقت ختم ہونے پر وضو ٹوٹ جائے گا دوسری نماز کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے۔ یہی حکم اس کا ہے جس کو سلسل البول کی بیماری ہو یا ہر وقت اس کی ہوا خارج ہوتی رہتی ہو وہ بھی ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے۔

حیض کی حکمت

عورت بالغہ کے بدن میں فطرتاً ضرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے کہ حمل کی حالت میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچے کے دودھ پینے کے زمانہ میں وہی خون دودھ بن جائے اور ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں اس کی جان پر بن جائے یہی وجہ ہے کہ حمل اور ابتدائے شیر خوارگی میں خون نہیں آتا اور جس زمانہ میں حمل ہو نہ دودھ پلانا وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہو جائیں۔ بہار شریعت ۲/۷۰

حیض کی مدت

بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری، بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو اسے حیض کہتے ہیں اور بیماری سے ہو تو استحاضہ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ہو تو نفاس کہتے ہیں۔

حیض کی کم از کم تین دن تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔

جو خون تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

حدیث: 102

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کنواری لڑکی یا شادی شدہ کے لئے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت

دس دن ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔ دار قطنی 208/1

مسئلہ:

دس دن رات سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو اگر یہ حیض پہلی مرتبہ آیا ہے تو دس دن تک حیض ہے بعد کا استحاضہ۔

اور اگر پہلے اسے حیض آ چکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی تو عادت سے جتنا زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے اسے یوں سمجھو کہ اس کو پانچ دن کی عادت تھی اب آیا دس دن تو کل حیض ہے اور بارہ دن آیا تو پانچ دن حیض کے باقی سات دن استحاضہ کے

اور ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب حیض کے ہیں باقی استحاضہ۔

مسئلہ:

یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جبھی حیض ہے بلکہ اگر بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔ بہار شریعت

حائضہ عورت کے احکام

حائضہ عورت کو نماز معاف ہے اور روزہ کی بعد میں قضا کرے گی۔ حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اور نہ طواف کر سکتی ہے اور نہ عملِ زوجیت اور حائضہ عورت اور جنبی قرآن کی تلاوت بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس کو چھو سکتے ہیں لیکن اگر قرآن جز دان میں

ہو تو اس جز دان کے چھونے میں حرج نہیں۔ حالتِ حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے، مطلقہ کی عدت تین حیض گذرنے سے پوری ہوتی ہے۔

مسئلہ: معلّمہ (ٹیچر) کو حیض یا نفاس ہو تو ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھائے اور ہجے کرانے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: قرآن مجید کے علاوہ اور تمام اذکار، کلمہ، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے بھی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کو چھونے میں بھی حرج نہیں۔ ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

حیض و نفاس والی عورت کے ساتھ کھانا یا اس کا جھوٹا کھانا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے ہاں اس حالت میں ہم بستری یعنی جماع حرام ہے، ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور اگر ایسا کپڑا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حرج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں یونہی بوس و کنار بھی جائز ہے۔

تفصیل بہار شریعت میں دیکھیں :76/2

حائضہ عورت کی گود یا زانو پر سر رکھ قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ حائضہ کی نجاست حکمی ہے حقیقی نہیں۔ اسی طرح حیض کے دوران استعمال ہونے والے کپڑے بھی پاک ہیں۔ ہاں جہاں خون لگ جائے ان کو دھولیا جائے باقی لباس پاک ہے ان کو دھونا ضروری نہیں یہ سب باتیں حدیث سے ثابت ہیں۔

میرے اہل خانہ یعنی ام ابراہیم نے مجھے بتایا کہ عورتیں ماہواری کے دوران جو

کپڑے استعمال کرتی ہیں ان کو بالکل ناپاک سمجھتی ہیں اوران کو دھونا ضروری خیال کرتی ہیں اگرچہ اس پر کوئی ناپاک چیز نہ لگی ہو مثلاً خون وغیرہ تو یہ بات بالکل حدیث کے خلاف ہے اور یہ صرف عورتوں کا وہم ہے کہ وہ کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں ہاں اگر ان پر خون لگ جائے تو صرف اتنا ہی کپڑا دھویا جائے سارے کپڑے کی دھونے کی ضرورت نہیں بلکہ عورت خود بھی ناپاک نہیں ہوتی کیونکہ یہ نجاست حقیقی نہیں حکمی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ صرف مطلب یہ ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتی تلاوت قرآن نہیں کرسکتی اور مسجد میں نہیں جاسکتی وغیرہ یہ مطلب نہیں کہ اس کے جسم کے ساتھ نجاست حقیقی یعنی پیشاب وغیرہ لگ گیا اور اب وہ کوئی کام نہیں کرسکتی اگر یہ مطلب ہوتا کہ اس کے لئے کھانا پکانا بھی جائز نہ ہوتا۔ اوراس کے ساتھ کھانا کھانا بھی جائز نہ ہوتا۔

حدیث:103

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ فرمایئے تو جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّيَ فِيْهِ
تو اسے مَل دے پھر پانی سے دھودے پھر اس میں نماز پڑھے۔

بخاری 307 مسلم 291 مشکوۃ 493

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کا خون نجاست غلیظہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسے دھونے سے پہلے ملنے کا حکم دیا۔ دوسرا یہ کہ ناپاک کپڑا دھلتے ہی پاک ہوجاتا ہے سوکھنا شرط نہیں۔ تیسرا یہ کہ سارا کپڑا دھونا ضروری نہیں صرف ناپاک حصہ دھولیا جائے۔ چوتھا یہ کہ نضح کے معنی چھڑکنا یا چھینٹا مارنا نہیں بلکہ دھونا ہے کیونکہ حیض کا خون پانی کے چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا خوب دھویا جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قوی دلیل ہے کہ شیرخوار بچے کا پیشاب چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا اس کا دھونا ضروری ہے کیونکہ وہاں بھی لفظ نضح ہے۔

حدیث:104

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے حالانکہ میں ناپاک تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے میں چپکے سے نکل گیا منزل میں آیا غسل کیا پھر حاضر ہوا حالانکہ آپ تشریف فرما تھے۔ فرمایا: اے ابوہریرہ تم کہاں تھے میں نے واقعہ عرض کیا فرمایا: سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

بخاری 285 مسلم 371 مشکوۃ 451

یعنی نجاست حقیقیہ نہیں تاکہ جنبی سے مصافحہ وغیرہ منع ہو خیال رہے کہ کافر بھی نجس نہیں قرآن میں جو مشرکوں کو نجس فرمایا گیا ہے اس سے گندگی اعتقاد مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا پسینہ یا جھوٹا نجس نہیں۔ جنبی سے مصافحہ یا معانقہ بلکہ اس کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے۔

حدیث :105

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بحالت حیض پیتی پھر رسول اللہ ﷺ کو وہی برتن دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ رکھ کر پیتے اور میں بحالت حیض ہڈی چوستی پھر آپ ﷺ کو دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ رکھتے ۔

مسلم 300 مشکوۃ 547

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی بیوی کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے فقہاء کرام جو مرد کو عورت کا جھوٹا کھانا منع کرتے ہیں وہاں اجنبی عورت مراد ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث :106

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ میری گود میں تکیہ لگاتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی پھر قرآن کی تلاوت کرتے ۔

بخاری حدیث 297 مسلم 301 مشکوۃ 548

معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے زانو یا گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ حائضہ کی نجاست حکمی ہے حقیقی نہیں مردہ غسل دینے سے پہلے نجس حقیقۃً بھی ہوتا

ہے اس لئے قبل غسل بلا ڈھکے قرآن پڑھنا منع ہے ۔

حدیث :107

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مسجد سے ہم کو چٹائی دے دو میں بولی میں تو حائضہ ہوں فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ۔

مسلم حدیث 298 مشکوۃ 549

یعنی تم کو اس حالت میں مسجد میں جانا منع ہے نہ کہ وہاں سے ہاتھ بڑھا کر کچھ لینا ۔

حدیث :108

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے اور میں آپ کے برابر ہوتی اور میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی اور بعض اوقات سجدہ کرتے وقت آپ کا لباس مجھ سے ٹکراتا ۔ آپ جانماز پر نماز پڑھا کرتے تھے ۔

بخاری حدیث 379 مسلم حدیث 513 مشکوۃ 550

اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا جسم نجس حقیقی نہیں ورنہ کپڑا ساتھ لگنے سے وہ وہ کپڑا ناپاک ہو جاتا ۔ اور اس میں نماز جائز نہ ہوتی ۔

حائضہ عورت کو نماز معاف ہے اور روزہ کی قضا کرے گی

حدیث:109

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضاء کرتی ہے نماز قضاء نہیں کرتی ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا تو حروریہ ہے، میں نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا: حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

مسلم:335 مشکوۃ:2033

یہ حکم متفق علیہ ہے،تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت پر نماز روزہ واجب نہیں ہے،اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے اور نماز کی قضاء واجب نہیں ہے علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔شرح مسلم سعیدی:1029/1

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں:-

سبحان اللہ کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں ،ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور ﷺ نے روزے کی قضاء کا حکم دیا نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا،اس لئے یہ فرق ہو گیا،ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض ، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے،دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔مراۃ المناجیح:176/3

حدیث:110

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت چند راتیں رکی رہتی ہے نماز نہیں پڑھتی اور رمضان میں افطار کرتی ہے اور یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔مسلم:79 بخاری :304 مشکوۃ:19

حدیث:111

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں جب حج پر گئی تو ماہواری آ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جو بنات آدم پر لکھ دی گئی ہے تو حج کے ارکان ادا کر جیسے حاجی ادا کرتے ہیں لیکن خانہ کعبہ کا طواف نہ کر یہاں تک کہ تو پاک ہو جائے۔

مسلم کتاب الحج باب وجوہ الاحرام بخاری:294 مشکوۃ:2572

حدیث:112

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔

ترمذی:131 مشکوۃ:461

یہاں شے سے مراد پوری آیت ہے اور حائضہ کے حکم میں نفاس والی عورت بھی داخل ہے یعنی حائضہ، نفاس والی اور جنبی قرآن کریم کی پوری آیت تلاوت نہ کرے۔

مراۃ 310/1

حدیث:113

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء سے نکلتے تو ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے اور جنابت کے سوا حضور ﷺ کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی۔

ابوداود:229 مشکوۃ:460

معلوم ہوا کہ بغیر وضو تلاوت بھی جائز ہے اور کھانا پینا بھی درست اور حدث اکبر ہی تلاوتِ قرآن سے مانع ہے اور حدث اصغر یعنی بغیر وضو قرآن چھونا ممنوع ہے تلاوت جائز ہے خیال رہے کہ جنبی کو تلاوتِ قرآن ممنوع ہے لیکن قرآنی دعائیں بہ نیت دعا پڑھ

سکتے ہیں۔مراۃ 310/1

حدیث:114

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔

ابوداود:232 مشکوۃ:462

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مالک احکام بنایا ہے فرماتے ہیں: میں حلال نہیں کرتا۔ کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے محبوب کیا مالک و مختار بنایا

غسل کا مسنون طریقہ

حمام یا غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھے تاکہ اس کے اور جنات اور شیطان کے درمیان پردہ ہو جائے لیکن غسل خانہ میں داخل ہو کر کوئی دعا پڑھنا جائز نہیں، پھر غسل کی نیت کرکے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجا کی جگہ دھوئے۔خواہ نجاست نہ لگی ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے۔پھر وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اگر کسی ایسا جگہ نہا رہا ہے جہاں پانی جمع ہو رہا ہے تو پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ وضوء کے ساتھ ہی پاؤں بھی دھولے پھر اپنے سر پر پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے ایک بار سارے جسم پر پانی

بہانا فرض ہے اور تین بار سنت اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیر لے اور ملے اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء کا ستر ضروری ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے۔ اگر غسل خانہ میں نہاتا ہے تو ننگا نہانا جائز ہے غسل کے بعد تولیہ کا استعمال جائز ہے حضرت میمونہ کا آپ ﷺ کو تولیہ پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ تولیہ استعمال فرماتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لئے واپس کیا ہوتا کہ اس کا استعمال لازمی سنت نہ سمجھ لی جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت بدن کو ٹھنڈا رکھنا مقصود ہو کیونکہ

حدیث:115

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے بعد اعضاء وضوء پونچھتے تھے۔ ترمذی رقم الحدیث:53 مشکوۃ:421

حدیث:116

غسل کے بعد وضوء کرنے کی ضرورت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضوء نہیں کرتے تھے۔ ترمذی:107 مشکوۃ 445

غسل خانہ یا باتھ روم جانے یا کپڑے اتارنے قبل بسم اللہ پڑھنا

حدیث:117

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنات کی آنکھوں اور لوگوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب کوئی بیت الخلاء جائے تو بسم اللہ پڑھ لیا کرے۔

ترمذی:606 مشکوۃ:358

یعنی جیسے دیوار اور پردے لوگوں کی نگاہ سے آڑ بنتے ہیں ایسے اللہ کا ذکر جنات کی نگاہ سے آڑ بنے گا کہ جنات اس کو دیکھ نہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ یہ دعا بھی ہے۔

حدیث:118

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

بخاری:142 مشکوۃ:337

قضاء حاجت سے فارغ ہو کر اور لیٹرین سے باہر نکل کر یہ دعا پڑھیں

حدیث:119

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِی

ترمذی حدیث 7 ابن ماجہ 301 مشکوۃ 374-359

حدیث:120

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتداء یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے پھر مکمل وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر کرتے پھر سر پر تین لپ پانی ڈالتے پھر تمام جلد پر پانی بہاتے۔

بخاری:248 مسلم:316 مشکوۃ:435

حدیث:121

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسلِ جنابت کے لئے پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ سے استنجا کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ کے لئے تولیہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

مسلم:317 بخاری:276 مشکوۃ:436

وضو اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے بعض اوقات

آپ ﷺ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور داڑھی میں خلال کرنا چاہئے ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضوء میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلو لے کر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے، جسم کو ملنا مستحب ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرارے کرنا مشروع ہے فقہاء احناف کی دلیل ارشاد ربانی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب اہتمام سے طہارت حاصل کرو۔ المائدہ آیت ۶

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے۔

عمدۃ القاری:195/3

عورت کو غسل میں مینڈھیوں کو کھولنا ضروری نہیں جب کہ بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے اور اگر بالوں میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے۔

بعض عورتیں عورتیں کے سامنے ننگی نہاتی ہیں ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ جس طرح مرد کو مرد کے سامنے اپنا ستر کھولنا ناجائز ہے ایسے ہی عورت کو عورت کے سامنے بلا ضرورت اپنا ستر کھولنا ناجائز ہے۔

حدیث:122

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کھلی جگہ میں بغیر تہبند ننگے نہاتے دیکھا تو آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اللہ تعالی حیادار اور پردہ پوش ہے، حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے تو جب تم میں سے کوئی نہائے تو پردہ کرلیا کرے۔ ابوداود :4012 مشکوۃ :447

حدیث :123

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہوکر ایک کپڑا میں نہ لیٹیں، اور نہ دو عورتیں برہنہ ہوکر ایک کپڑا میں لیٹیں۔

مسلم :338 مشکوۃ :3100

مرد کو مرد کا ستر دیکھنا حرام ہے اور عورت کو عورت ستر دیکھنا حرام ہے مرد کو اجنبی عورت کے تمام بدن کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورت اجنبی مرد کے تمام بدن کو دیکھنا حرام ہے خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت سے دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو لیکن جب کوئی ضرورتِ شرعیہ ہو تو اس وقت اس کے چہرے کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے۔ البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں۔

مرد کا ستر العورۃ

مرد کو اپنے جسم کے جس حصہ کا ہر ایک سے چھپانا ضروری ہے وہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک

ہے۔

عورت کا ستر العورۃ

عورت کے ستر سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور شخص پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا جسم ہے، رہا چہرہ اور ہاتھ تو عورت ان کو اپنے محارم کے سامنے کھول سکتی ہے مثلاً باپ، دادا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، بھتیجا اور بھانجا وغیرہ اور جو اجنبی مرد غیر محرم ہیں مثلاً ماموں یا چچا یا خالہ کا بیٹا ان کے سامنے اس کو چہرے اور ہاتھوں کو بھی حجاب میں رکھنا لازم ہے۔

شرح مسلم سعیدی 1/1031-5/619

چار چیزوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔

نماز جمعہ کے لئے، نماز عید کے لئے، احرام کے لئے، حاجی کے لئے عرفہ کے دن زوال کے بعد باقی غسل مستحب ہیں

تیمّم کا بیان

ارشاد ربانی ہے ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ......﴾

اوراگرتم جنابت کی حالت میں ہوتو خوب اہتمام سے طہارت حاصل کرو۔اوراگرتم بیمار ہویا سفر میں یاتم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا، یاتم نے عورتوں سے صحبت کی اوران صورتوں میں پانی نہ پایاتو پاک مٹی سے تیمم کرلوتو اپنے منہ اورہاتھوں کااس سے مسح کرو

المائدہ آیت ۶

جس کاوضونہ ہویا نہانے کی ضرورت ہو،اور پانی پرقدرت نہ رکھتا ہو،تو وضواور غسل کی جگہ تیمم کرلے پانی پرقدرت نہ ہونے کی چندصورتیں ہیں(۱)ایسی بیماری کہ وضویا غسل سے اس کےزیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خودآزمایا ہویایوں کہ کسی مسلمان اچھے حکیم نے جوظاہراًفاسق نہ ہوکہہ دیا ہوکہ پانی نقصان کرے گا۔

(۲) وہاں چاروں طرف ایک میل شرعی یعنی ڈیڑھ میل انگریزی تک پانی کا پتہ نہ ہو یعنی بلحاظ پیدل آدھے گھنٹہ کا فاصلہ

(۳)اتنی سردی ہوکہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

(۴)دشمن کا خوف کہ اگراس نے دیکھ لیاتو مارڈالے گایامال چھین لے گا یااس طرف سانپ ہے یاشیر ہے۔

(۵)جنگل میں ڈول یارسی نہیں کہ پانی بھرے

(۶)پیاس کاخوف وغیرہ وغیرہ

حدیث:124

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں اورانسانوں پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنادی گئی ہیں، ہمارے لئے تمام روئے زمین مسجد بنادی گئی اوراس کی مٹی پانی نہ ملنے کےوقت ہمارے لئے پاک کرنے والی بنادی گئی۔

مسلم:522مشکوۃ:526

ہرجگہ نماز ہوسکتی ہے پچھلی امتوں کی نمازیں صرف گرجوں اورکنیسوں میں ہی ہوسکتی تھیں زمین میں پہاڑ، دریااورہوائی جہاز وغیرہ سب داخل ہیں خیال رہے کہ رُوڑی، قبرستان بت خانہ، مذبحہ وغیرہ میں نماز درست نہیں مگر یہ ایک عارضہ کی وجہ سے ہے اگر یہ عارضہ ہٹ جائےتو نماز درست لہذا یہ حدیث اس کےخلاف نہیں۔

پانی نہ ملنے سے مراداس کےاستعمال پرقادر نہ ہونا ہے۔خواہ اس لئے کہ پانی موجود نہ ہویا اس لئے کہ موجودتو ہومگر بیماری یا دشمن کی وجہ سے استعمال نہ کرسکے۔مٹی سے مرادجنس زمین کی ہرچیز ہے ریتا،پتھر،کان کا نمک،پتھری کوئلہ وغیرہ سب داخل ہیں ۔مراۃ المناجیح 339/1:

احادیث میں اوربھی خصوصیات اس امت کی ثابت ہیں یہ حدیث ان کے منافی نہیں اس لئے کہ اصول ہے کہ ایک عدداپنے سے زیادہ کی نفی نہیں کرتا یہاں ان تین کی تخصیص خصوصیت مقام کی وجہ سے کی گئی ہے یااس وقت وحی انہیں کےمتعلق اتری ہوگی ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر ,,کل،، کےلفظ میں کچھ تخصیص ہوتی ہے اگر دوسری دلائل کی وجہ سے تخصیص نہ مانی جائےتو لازم آئے گا کہ بت خانہ،قبرستان،اور

بیت الخلاء میں نماز جائز ہو حالانکہ یہ بالاتفاق ناجائز ہے اسی طرح ,,کل بدعۃ ضلالہ،، ہر بدعت گمراہی ہے میں بھی دوسرے دلائل کی وجہ سے تخصیص ہے ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ بُری بدعت یا ایسی بدعت جس سے سنت اٹھ جائے گمراہی ہے۔

جیسے حضور ﷺ نے فرمایا: ہر مصور (فوٹوگرافر) جہنم میں جائے گا۔ مسلم حدیث 2110 مشکوۃ 4498

ہر بدعت کو گمراہی کہنے والے بتائیں کہ کیا ہر تصویر بنانے والا دوزخی ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر آج کے دور میں کوئی بھی جنت میں نہیں جا سکتا اگر اس حدیث میں تخصیص جائز ہے تو کل بدعۃ ضلالہ،، ہر بدعت گمراہی ہے میں بھی تخصیص ہو سکتی ہے اگر اس میں تخصیص نہیں تو پھر آج اہل حدیث فوٹو بنانا بند کر دیں ورنہ تمام اہل حدیث جہنم میں جائیں گے۔

حدیث:125

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے اگر چہ دس سال پانی نہ پائے پھر جب پانی پائے تو اس سے اپنا بدن دھوئے کہ یہ یقیناً بہتر ہے۔

ترمذی:124 مشکوۃ:530

یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ تیمم وضوء کی طرح طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے لہذا ایک تیمم سے ایک وقت میں بھی چند نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور ایک وقت کے تیمم سے کئی وقت تک نمازیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اسے وضوء قرار دیا تو جو وضوء کا

حکم ہے وہی اس کا حکم ہے امام شافعی کے نزدیک تیمم ضرورت طہارت ہے کہ نماز کا وقت نکل جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور ایک تیمم سے چند نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔

مراۃ المناجیح:342/1

حدیث:126

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے نماز کا وقت آ گیا ان کے ساتھ پانی نہ تھا تو انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی پا لیا تو ان میں سے ایک نے وضوء سے نماز لوٹائی اور دوسرے نے نہ لوٹائی پھر دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ بیان کیا تو جس نے نماز نہ لوٹائی تھی اس سے فرمایا: تو نے سنت پالی اور تیری نماز کافی ہوگئی اور جس نے وضوء کر کے نماز لوٹائی تھی اس سے فرمایا تجھے ڈبل ثواب ہے۔

ابوداود:338 مشکوۃ:533

یہ ہوا اجتہاد کا اختلاف کہ ان میں سے ایک ہی صاحب حق پر تھے مگر کسی نے کسی پر اعتراض نہیں کیا ہم جو کہا کرتے ہیں کہ چاروں مذہب برحق ہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر ملامت یا اعتراض نہیں اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

حدیث:127

حضرت ابوجہیم انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بئر جمل کی طرف سے آئے تو ایک آدمی آپ سے ملا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ دیوار کی طرف متوجہ ہوئے پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر سلام کا جواب دیا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پیشاب کرر ہے تھے کہ اس نے سلام کیا۔

بخاری :337 مسلم :369 مشکوۃ :529

یہاں حضور ﷺ کا جوابِ سلام کے لئے تیمم کرنا ایک خاص حال تھا اور طہارت اور غیر طہارت ہر حال میں ذکر خدا کرنا قانونِ شرعی تھا

امام نووی فرماتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا آپ ﷺ نے سلام کرنے والے کا فوراً جواب نہیں دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں اللہ اور رسول کا ذکر بھی مکروہ ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔

شرح مسلم نووی :162/1

کیفیت تیمّم

تیمم کے طریقہ میں اہم اختلافی مسئلے دو ہیں: تیمم کے لئے کتنی ضربیں ہیں ہاتھوں میں کتنی مقدار کا مسح ضروری ہے۔

تعدادِ ضربات میں اختلاف

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ تیمم کے لئے ایک ضرب ہے۔ امام مالک کی تین روایتیں ہیں ایک حنفیہ کے مطابق اور ایک حنابلہ کے مطابق اور تیسری روایت یہ ہے کہ فرض تو ضربِ واحد ہی ہے دو ضربیں سنت ہیں فروع مالکیہ میں اسی کو مختار کیا گیا ہے۔

سئل مالك كيف التيمم و أين يبلغ به فقال يضرب ضربة للوجه و ضربة لليدين و يمسحهما إلى المرفقين

موطا امام مالک رقم الحدیث :112

محل مسح میں اختلاف

یدین میں کتنی مقدار مسح ضروری ہے حنفیہ کا مذہب امام شافعی کا قول جدید امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ مرفقین تک مسح ضروری ہے

امام احمد کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم اور امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ صرف

کفین کا مسح کافی ہے۔

ابن شہاب زہری کا مذہب یہ ہے کہ آباط اور منا کب تک مسح ضروری ہے۔

ان دونوں مسئلوں میں امام احمد کے مذہب کا خلاصہ یہ ہوا کہ زمین پر ایک ضرب مار کر اسی سے وجہ اور کفین کا مسح کرے حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب یہ ہوا کہ ایک ضرب سے وجہ کا مسح کرے اور دوسری سے مرفقین تک ہاتھوں کا۔

احناف وشافعیہ کے دلائل

حدیث :128

حضرت ابوجہیم انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بئر جمل کی طرف سے آئے پیشاب یا قضاء حاجت فرما کر میں آپ سے ملا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ دیوار پر ہاتھ مارا تو اس سے اپنے منہ کا مسح کیا پھر دوسرا ہاتھ مارا اور اس سے اپنے ہاتھوں کا مسح کیا کہنیوں تک پھر میرے سلام کا جواب دیا۔

دار قطنی :177/1 تلخیص الحبیر :266/1

حدیث :129

عن نافع أنه أقبل هو وعبد الله بن عمر من الجرف حتى إذا كانا

بالمربد نزل عبد الله فتيمم صعيدا طيبا فمسح وجهه ويديه إلى المرفقين ثم صلى ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جرف سے واپس آئے حتیٰ کہ جب ہم مربد میں تھے تو حضرت ابن عمر اترے تیمم کیا اپنے منہ اور ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا اور پھر نماز پڑھی۔

موطا امام مالک رقم الحدیث: 111 تلخیص الحبیر :257/1 طحاوی:114/1

اور مربد مدینہ سے ایک میل شرعی کے فاصلہ پر ہے۔

حدیث:130

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ: ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

تیمم دوضربیں ہیں ایک ضرب منہ کے لئے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے کہنیوں سمیت۔

بلوغ المرام رقم الحدیث :141 مستدرک للحاکم

حدیث:131

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ: ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب منہ کے لئے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے کہنیوں سمیت۔
المستدرک للحاکم 180/1 اور یہی روایت حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔رواہ البزار

حدیث :132

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے غسل جنابت کی حاجت ہوگئی (تو پانی نہ ہونے کے سبب بطور تیمم) میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا، حضور ﷺ نے فرمایا: اس طرح ہاتھ مار تو اس نے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے منہ کا مسح کیا، پھر دونوں ہاتھ مار کر کہنیوں تک ہاتھوں کا مسح کیا۔
طحاوی :114/1 بیہقی باب کیف التیمم
امام بیہقی نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔
ان روایات سے ثابت ہوگیا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں اور ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا جائے گا۔

نظر صحیح سے ثبوت

امام طحاوی فرماتے ہیں:-
جب فقہاء نے تیمم کے بارے میں اختلاف کیا کہ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس سلسلے میں روایات بھی مختلف ہیں تو ہم نے اس ضمن میں غور وفکر کی طرف رجوع کیا تا کہ ہم

ان اقوال سے صحیح قول نکال سکیں لہذا ہم نے اس کا جائزہ لیا۔تو وضوء ان اعضاء پر پایا جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا اور تیمم بعض اعضاء سے ساقط کر دیا گیا، وہ سر اور پاؤں سے ساقط کر دیا گیا تو تیمم وضوء کے بعض اعضاء پر ہوا، پس اس سے اس شخص کا قول باطل ہوگیا جو اسے کندھوں تک ماننا ہے کیونکہ جب یہ سر اور پاؤں سے ساقط ہوگیا حالانکہ یہ اعضاء وضوء میں سے ہیں تو زیادہ مناسب ہے کہ ان اعضاء پر واجب نہ ہو جن پر وضوء نہیں کیا جاتا۔

پھر بازوؤں میں اختلاف ہے کہ کیا ان کا تیمم کیا جائے گا یا نہیں تو ہم نے دیکھا کہ مٹی کے ساتھ چہرے کا تیمم کیا جاتا ہے جیسا کہ وہ پانی سے دھویا جاتا ہے، سر اور پاؤں کو دیکھا تو ان میں سے کسی کا تیمم نہیں ہوتا تو گویا جس عضو کے بعض حصے کا تیمم ساقط کیا گیا اُس پورے عضو کا تیمم بھی ساقط ہوا، اور جس حصے پر واجب کیا گیا وہاں وضوء اور تیمم کا ایک ہی حکم رکھا گیا کیونکہ اسے وضوء کا بدل قرار دیا گیا ہے، پس جب ثابت ہوا کہ پانی کی موجودگی میں ہاتھوں کے جس بعض حصے کو دھویا جاتا ہے پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم بھی اسی حصے کا کیا جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں کا تیمم (مسح) کہنیوں تک ہے۔قیاس اور غور وفکر کا یہی تقاضا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔
طحاوی :113/1

حنابلہ کی سب سے اہم دلیل یہ حدیث ہے

حضرت عمار بن یاسر کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ,, نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونکا پھر انہیں منہ اور ہاتھ پر پھیرا۔

بخاری:338 مسلم :368 مشکوۃ 528

اس حدیث کا سیاق وسباق واضح طور پر بتا رہا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے تیمم کا حکم نازل ہو چکا تھا اس کی کیفیت بھی سمجھائی جا چکی تھی حضرت عمر اور عمار کو وہ کیفیت بھی آتی تھی صرف تردد اس بات میں تھا کہ وضوء کی طرح غسل میں بھی تیمم کافی ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتا ہے تو کیفیت وہی ہے یا اور تو رسول اللہ ﷺ نے واقعہ سن کر بالقصد اسی چیز کی تعلیم دی۔

یعنی یہاں بیان نوعیت ہے بیان کیفیت نہیں یعنی جنابت کے تیمم میں زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں صرف مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیر لینا کافی ہے تا کہ احادیث میں تعارض نہ ہو اس کی واضح دلیل عمار بن یاسر کا اپنا عمل اور اپنی روایت کردہ حدیث ہے

حدیث :133

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قوم میں تھا جب تیمم کا حکم نازل ہوا تو ہمیں حکم دیا گیا تو ہم نے ایک ضرب زمین پر چہرے کے لئے ماری اور دوسری ضرب زمین پر ماری اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرنے کے لئے۔

رواہ البزار اس روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں کہا اس کی سند حسن

ہے۔ تلخیص الحبیر :269/1

سوال

امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس سے تیمم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے قرآن میں جب وضوء کا ذکر کیا تو فرمایا: اپنے ہاتھ دھوؤ کہنیوں تک اور تیمم کے بارے میں فرمایا: (اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو) اور چور کے بارے میں فرمایا: تو چور کے ہاتھ کاٹو۔ اور چور کے متعلق سنت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کلائیوں تک کاٹے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں پر کلائیوں تک مسح کیا جاتا ہے۔ یعنی مرفقین تیمم میں شامل نہیں۔

ترمذی کتاب الطہارہ باب ماجاء فی التیمم حدیث :135

معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے وضوء میں کہنیوں تک حد مقرر فرمائی ہے لیکن تیمم میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی مطلق رکھا ہے چنانچہ مطلق کو اس کے ظاہر پر محمول کیا گیا ہے اور وہ ہیں دونوں ہتھیلیاں جیسا کہ چور کے بارے میں کہ اس کی صرف کلائیوں تک ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ جب مطلق بغیر کسی قید کے بولے جاتے ہیں تو اس سے مراد پورا ہاتھ ہوتا ہے انگلیوں کے سروں سے لیکر بغلوں تک۔ اور رہا چور کے ہاتھ کاٹنے

کامسئلہ تو یہ ہمیں سنت سے معلوم ہوا قیاس سے نہیں چنانچہ تیمم میں دونوں ہاتھوں کے مسح کو وضوء میں ہاتھ دھونے پر محمول کیا جانا زیادہ اولیٰ ہے اس لئے کہ تیمم وضوء کا بدل ہے اور اس کے بارے میں نبی ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرو۔ چنانچہ اس واضح نص کی موجودگی میں قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔ احادیث پہلے گذر چکی ہیں

سوال

اگر کسی گھر کے گرنے سے غبار اڑے اور وہ مٹی کسی آدمی کے منہ اور ہاتھ پر پہنچ جائے تو کیا تیمم ہو جائے گا اور اس سے نماز جائز ہوگی۔؟

جواب

اس سے تیمم نہیں ہوگا اور نہ اس سے نماز جائز ہوگی اس لئے کہ تیمم میں نیت فرض ہے۔ ہاں اگر پانی میں غوطہ لگایا اور غسل کی نیت نہیں کی تو اس کا غسل ہوگیا۔ اسی طرح اگر تمام اعضاء وضوء پر بارش کا پانی پہنچ گیا اور پانی بہہ گیا اور اس نے اپنے سر پر گیلا ہاتھ پھیر لیا تو اس کا وضو ہوگیا اگر چہ اس نے وضوء کی نیت نہ کی ہو، اس لئے کہ وضوء اور غسل میں نیت فرض نہیں بلکہ دونوں میں نیت سنت ہے۔ (قدوری)

مسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنا

حدیث:134

عن صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ ﷺ یَأْمُرُنَا إِذَا کُنَّا سَفْرًا اَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَائِمٍ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ سفر کی حالت میں تین دن موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہاں اگر جنابت ہو جائے تو موزے اتار دیں (اور غسل کریں) البتہ پیشاب پاخانہ اور نیند کی وجہ سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں (بلکہ وضو کے وقت پاؤں پر مسح کر لینا کافی ہے)

ترمذی :96 مشکوۃ:520

حدیث:135

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے ہیں؟ فرمایا: بلکہ تم بھول گئے مجھے میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا ہے۔

ابوداود :156 مشکوۃ:524

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کیونکہ

„ارجلکم،، کی دو قرائتیں متواتر ہیں لام کے زبر سے اور لام کے زیر سے مطلب یہ ہے کہ موزے پہنے ہوں تو مسح کرو نہ پہنے ہوں تو دھولو اور ممکن ہے کہ یہاں اللہ کے حکم سے مراد وحی خفی ہو۔

حدیث: 136

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسافر کو تین دن رات اور مقیم کو ایک دن رات موزوں پر مسح کی اجازت دی جب کہ اس نے وضوء کر کے موزے پہنے ہوں پھر وہ بے وضوء ہو گیا۔

ابن ماجہ: 556 مشکوۃ: 519

یہ مدت حدث کے وقت سے شروع ہوگی نہ کہ وضوء کے وقت سے۔

حدیث: 137

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔

ابوداود: 162 مشکوۃ: 525

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں:-

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ موزوں کے صرف ظاہر پر مسح کیا جائے گا نہ کہ نیچے جیسا کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر عقل حکم شرع کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقل کہتی تھی کہ موزے کے نیچے مسح ہونا چاہئے کیونکہ زمین سے وہی حصہ لگتا ہے، اور گندگی سے قریب وہی رہتا ہے مگر حکم شرعی کے مقابل آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔

امام اعظم فرماتے ہیں: اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضوء کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دگنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے۔ مرقاۃ، مراۃ المناجیح 1/339:

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ موزوں کے مسح پر تمام صحابہ متفق ہیں اور یہ مسئلہ ستر سے زیادہ صحابہ سے منقول ہے اور جس کسی نے بھی اس مسئلہ میں مخالفت کی، ان کی موافقت بھی منقول ہے۔ فتح الباری: 1/305 باب المسح الخفین

مسح کا طریقہ

ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر تین انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر کی طرف کھینچیں۔

جرابوں پر مسح کا بیان

اونی ،سوتی ،نائیلون ،وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ۔چونکہ حضور ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت نہیں لہذا جرابوں پر مسح کرنے سے وضوء صحیح نہ ہوگا نتیجۃً نماز نہیں ہوگی۔

شیخ مبارک پوری غیر مقلد شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:۔

,والحاصل عندی انه ليس في باب المسح على الجوربين حديث صحيح مرفوع خال عن الكلام .

پوری تحقیق کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جرابوں پر مسح کرنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو محدثین کی جرح وتنقید سے خالی ہو۔تحفۃ الاحوذی جلد اص ۳۳۳

مشہور غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلوی سے پوچھا گیا کہ اونی سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں......؟ وہ جواب کے شروع میں لکھتے ہیں ,,مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں، کیونکہ اس کی صحیح دلیل نہیں اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں ۔آخر میں فرماتے ہیں۔

,والحاصل انه لم يقم على جواز المسح على الجوربة المسعولة عنه دليل لا من الكتاب ولا من السنة ولا من الإجماع ولا من القياس الصحيح كما عرفت .

الغرض مندرجہ بالا جرابوں پر مسح کی کوئی دلیل نہیں نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے نہ اجماع سے اور نہ قیاس صحیح سے جیسے کہ آپ نے دیکھ لیا۔

محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ) جلد اص 327-333

جرابوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جَوْرَبَيْنِ مُجَلَّدَيْنِ (۲) جَوْرَبَيْنِ مُنَعَّلَيْنِ (۳) جَوْرَبَيْنِ ثَخِيْنَيْنِ

(۱) جَوْرَبَيْنِ مُجَلَّدَيْنِ یعنی وہ جرابیں جن کے اوپر اور نیچے چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۲) جَوْرَبَيْنِ مُنَعَّلَيْنِ وہ جرابین ہیں جن کے تلوے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو اور کچھ چمڑا اُوپر پنجے پر ہو تقریباً جوتے کی مقدار۔

(۳) جَوْرَبَيْنِ ثَخِيْنَيْنِ جوربین ثخینین ان جرابوں کو کہتے ہیں جن میں حسب ذیل شرائط ہوں (۱) اتنی گاڑھی ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر تھم سکیں (۲) اتنی مضبوط ہوں کہ جوتوں کے بغیر یہ جرابیں پہن کر چند میل مشی کی جاسکتی ہو (۳) جنہیں پہن کر پاؤں کی کھال نظر نہ آئے (۴) اور پانی ڈالا جائے تو چھن کر نیچے کھال پر نہ پہنچے۔

حنفیہ کے مذہب کی مشہور تقریر یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک جو جورابیں مجلد یا منعل ہوں ان پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے لیکن جو جورابین مجلد یا منعل نہ ہوں لیکن ثخین ہوں ان پر صاحبین یعنی امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک مسح کرنا جائز ہے امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف ثابت ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اونی، سوتی ،نائیلون ،وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

شیخ مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

کہ فقہاء نے جرابوں پر مسح کے لئے کچھ شرطیں لگائیں ہیں تاکہ وہ موزوں کے حکم میں ہوکر

ان احادیث کے ضمن میں داخل ہوجائیں جوموزوں کی بابت وارد ہوئی ہیں لہذا بعض نے شرط لگائی ہے کہ ان پر چمڑا لگا ہوا ہو اور بعض نے کہا ہے سخت کپڑے کی ہوں تو مسح جائز ہے۔(تحفۃ الاحوذی)

قرآن پاک سے وضوء میں پاؤں دھونے کا حکم ثابت ہے غسل رجلین کی جگہ کسی اورچیز پر مسح کو اس کے قائم مقام قرار دینا یہ حکم کتاب اللہ پر زیادتی اور ایک قسم کا نسخ ہے اور کتاب اللہ پر زیادتی خبر واحد سے جائز نہیں۔موزوں پر مسح کا جواز احادیث مشہورہ بلکہ متواتر المعنی سے ثابت ہے۔اس لئے ان حدیثوں کی وجہ سے ہم مسح علی الخفین کے قائل ہوئے ہیں لیکن جوربین پر رسول اللہ ﷺ کا مسح کرنا خبر واحد سے معلوم ہوا ہے اور یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور اگر بالفرض اسے حسن بھی مان لیں تو پھر بھی اس میں کئی احتمالات ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ جوربین ثخینین ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے مجلدین یا منعل ہوں۔ایسی خبر واحد جو کئی وجوہ کو محتمل ہو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔اس لئے جمہور ہر قسم کی جوراب پر علی الاطلاق مسح کو جائز نہیں سمجھتے۔ہاں جس جوراب میں ایسی شرائط پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ جورابیں صورتاً تو جرابیں ہوں لیکن حقیقتاً خف کے معنی میں ہوں ان پر مسح کا جواز ثابت کرنے کے لئے مستقل دلائل کی ضرورت نہیں بلکہ جن احادیث مشہورہ کی بنا پر ہم مسح علی الخفین کو جائز کہتے ہیں وہی حدیثیں ایسی جورابوں پر مسح کے جواز کی دلیلیں ہوں گی۔کیونکہ یہ جورابیں موزوں کے حکم میں ہوں گی۔اور جو جوراب خف کے معنی میں نہ ہو اس پر مسح جائز نہیں۔

جورابوں پر مسح کے دلائل کا جائزہ

دلیل نمبر ا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور جرابوں پر اور نعلین پر مسح کیا۔

(ترمذی حدیث ۹۹ ابوداود 159 ابن ماجہ 559 احمد 17741 مشکوۃ 523)

امام بیہقی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے سفیان ثوری عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، ابن المدینی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابوقیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔چونکہ سب نے صرف موزوں پر مسح کو نقل کیا ہے لہذا ابوقیس وہذیل جیسے روایوں کی وجہ سے قرآن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں لہذا امام ترمذی کا یہ کہنا قبول نہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شیخ مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں

کہ ابوقیس نے تمام روایوں کی مخالفت کی ہے نیز بہت سے علماء حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے باوجود یکہ انہیں ثقہ راوی کی زیادتی کا مسئلہ معلوم تھا لہذا میرے نزدیک

ان کاضعیف قرار دینا مقدم ہے ترمذی کے حسن کہنے پر۔

(تحفۃ الاحوذی)

دلیل نمبر۲

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور جرابوں پر اور نعلین پر مسح کیا۔

ابن ماجہ 560 وبیہقی

ابوداود نے فرمایا یہ روایت نہ تو متصل ہے اور نہ قوی ہے اس کا راوی عیسیٰ بن سنان ضحاک سے روایت کرتا ہے اور اس کو امام احمد، ابن معین، ابوزرعہ اور نسائی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(ابن ماجہ تحقیق محمد فواد عبدالباقی)

شیخ مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:-

کہ عیسیٰ بن سنان کو اختلاط ہو جایا کرتا تھا وہ ضعیف الحدیث ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: کہ ضحاک کا ابوموسیٰ سے سماع ثابت نہیں لہذا روایت منقطع ہے۔

دلیل نمبر۳

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ موزوں اور جرابوں پر مسح کرتے تھے۔

طبرانی

زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔

دلیل نمبر۴

ابن حجر نے کہا ہے اس کو طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ان میں سے ایک کے راوی ثقہ ہیں۔

شیخ مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:-

گو کہ اس روایت کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں بھی اعمش ہے جو کہ مدلس ہے اور اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور مدلس راوی کا عنعنہ قبول نہیں۔

دلیل نمبر۵

ابن قیم نے بعض صحابہ کے عمل سے استدلال کیا ہے۔

ابو داود نے حدیث نمبر 159 کے تحت لکھا کہ یہ روایت نہ متصل ہے اور نہ قوی اور پھر کہا حضرت علی، ابن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا۔

شیخ مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:-

۱- کہ موزوں پر مسح کی بابت بہت سی احادیث منقول ہیں جن کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔اس معیار کی احادیث کی وجہ سے ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ان پر عمل بھی کیا گیا جب کہ جرابوں پر مسح کی بابت جو روایات منقول ہیں ان پر جو تنقید ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں پس اس قسم کی ضعیف روایات کی وجہ سے ظاہر قرآن کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟

۲- بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جرابیں استعمال فرماتے تھے وہ اتنی باریک نہ ہوتی تھیں کہ پاؤں پر خود بخود ٹھہر نہ سکیں۔اور ان کو پہن کر طویل مسافت پیدل طے نہ ہو سکے، بلکہ وہ موٹی اور سخت ہوا کرتی تھیں۔جو موزوں کے حکم میں تھیں۔لہذا وہ موزوں پر مسح والی احادیث کے ضمن میں شامل ہیں اور میرے نزدیک یہی بات واضح ہے۔امام احمد کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان حضرات نے جن جرابوں پر مسح کیا وہ موزوں کی مانند تھیں۔(تحفۃ الاحوذی)

الحاصل جب حضرات صحابہ کی جرابوں کی تفصیل معلوم ہوگئی تو اب موٹی باریک ہر قسم کی جراب پر مسح کو جائز کہنا صحیح نہ رہا۔

دلیل نمبر ۶

حضرت ثوبان کی روایت میں تساخین کا لفظ آیا ہے۔

شیخ مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:-بعض حضرات تساخین کے لفظ سے استدلال کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں۔یہ حدیث منقطع ہے ابن ابی الحاکم کتاب المراسیل ص ۲۲ میں

امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں کہ راشد بن سعد کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج اص 330-340)

باب نمبر:3

اوقات نماز

قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:-

فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالارضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ

شام کے اور صبح کے وقت اللہ کی تسبیح کرو اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور شام سے پہلے اور ظہر کے وقت۔

سورۃ الروم آیت:17-18

ان آیات میں فجر،ظہر،عصر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔شام اور صبح میں فجر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے وَعَشِيًّا میں عصر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کے وقت کا صراحۃ ذکر ہے اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے وَعَشِيًّا میں شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔اس طرح اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔

اور فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ الَّيْلِ دن کے دونوں کناروں میں نماز

پڑھے اور رات کے حصہ میں۔سورۃ ہود آیت:114

اس آیت میں فجر اور مغرب کے علاوہ عشاء کا بھی ذکر ہے کیونکہ فجر اور مغرب دن کے دو کناروں کی نمازیں ہیں اور عشاء رات کے ایک حصہ میں پڑھی جاتی ہے۔

ان دونوں آیتوں میں پانچ نمازوں کا ذکر آ گیا ہے

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى

تمام نمازوں کی اور (خصوصا) درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔سورۃ بقرہ آیت:238

اس آیت میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ الصَّلَوَات جمع کا صیغہ ہے عربی قواعد کے اعتبار سے اس کا اطلاق کم از کم تین نمازوں پر ہوگا اور صلاۃ وسطی کا اس پر عطف کیا گیا ہے جو مغائرت کو مستلزم ہے اس لئے صلاۃ وسطی ان تین نمازوں کے علاوہ ہوگی اس طرح چار نمازیں ثابت ہوئیں اور چار میں درمیانی نماز نہیں ہوسکتی اس لئے صلوات سے کم از کم چار نمازیں مراد ہوں گی اور ایک وسطی ملا کر پانچ نمازیں ثابت ہوگئیں۔

احادیث سے استدلال

پانچ نمازوں کی فرضیت پر اس قدر کثرت سے احادیث وارد ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتی کہ علماء نے ان احادیث کو معنی متواتر قرار دیا ہے

اجماع امت سے استدلال

بارہ سو سال تک امت محمدیہ کا پانچ نمازوں پر بلا نکیر اجماع رہا اور اسلام کے تمام فرقے اس پر متفق رہے۔بارہ سو سال کے بعد عبد اللہ چکڑالوی منکر حدیث نے تین نمازوں کا قول کیا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف نئی راہ اختیار کی اور سواد اعظم سے الگ ہوگیا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

جس نے مسلمانوں کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کی تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کردینگے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔(سورہ النساء115)

نماز فجر کا مستحب وقت

حدیث:138

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجریں دو ہیں ایک وہ جن میں کھانا حرام یعنی روزہ دار کے لئے اور نماز حلال اور دوسری وہ کہ فجر حرام اور کھانا حلال۔

رواہ الحاکم 204/1 بہار شریعت 11/3

حدیث:139

عن رافع بن خدیج رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :

أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ وفی راویة:

نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔

فجر کی نماز میں روشنی میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔

ترمذی :154 مشکاۃ:614 طحاوی 179/1

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنی ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے، امام ابن ہمام نے اس کے جواب میں فرمایا: کہ اگر اسفار کا معنی فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے سے اجر زیادہ ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملے گا اور یہ بداہۃً باطل ہے۔ فتح القدیر

جمہور صحابہ کا عمل

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت رافع کی اس روایت کو حضرت بلال حضرت انس حضرت قتادہ حضرت جابر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے اور اسی پر

جمہور صحابہ کا عمل تھا اور اکثر صحابہ اور تابعین نماز فجر روشنی میں پڑھنے کے قائل تھے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

یہ صحیح ہے کہ فجر کی نماز اسفار کی حالت میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ نماز کا ثواب جماعت کے ثواب کی مناسبت سے ہوتا ہے اور اسفار میں نماز پڑھنے سے عموماً شرکاء جماعت کی تعداد غلس میں نماز پڑھنے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

مسلک الختام 243/1

حدیث:140

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو فجر کو روشن کر کے پڑھے گا اللہ تعالی اس کی قبر اور قلب کو منور کرے گا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا۔

دیلمی ، بہار شریعت 11/3

حدیث:141

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دین حق پر رہے گی جب تک فجر کو اجالے میں پڑھے گی۔

طبرانی فی الاوسط بہار شریعت 11/3

فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی اسفار میں (جب خوب اجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کرکے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ بہار شریعت 16/3:

مسئلہ: عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اول وقت میں) مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں ۔درمختار بہار شریعت 16/3:

حاجیوں کے لئے مزدلفہ میں نہایت اول وقت میں فجر پڑھنا مستحب ہے۔ بہار شریعت 16/3:

بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر پڑھتے تھے پھر عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹ جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ بخاری 867 مسلم 645

یہ اندھیرا یا تو مسجد کا ہوتا تھا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری تھی یا وقت کا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر اول وقت ادا فرماتے تھے ان عورتوں کی وجہ سے تاکہ اندھیرے ہی میں اپنے گھر چلی جائیں، پھر عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تب یہ حکم بھی بدل گیا ۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اندھیرے میں نماز فجر پڑھائی ہے بیان جواز کے لئے تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے۔ کیونکہ اندھیرے میں نماز پڑھنے والی تمام احادیث فعلی ہیں حضور ﷺ نے اندھیرے میں نماز

پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور روشنی میں نماز پڑھنے والی حدیث قولی ہے تو جب قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو ترجیح قولی فعل کو ہو گی لہذا روشنی میں نماز پڑھنا افضل ہوا۔

نماز ظہر کا مستحب وقت

حدیث:142

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے۔

نسائی 248/1 مشکوۃ:620

حدیث:143

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔

بخاری:536 مسلم :615 مشکوۃ :519

حدیث:144

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھو کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔

بخاری:538

ظہر کا آخر وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سایہ تک رہتا ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل سایہ تک ظہر کا وقت رہتا ہے امام صاحب کے قول پر دلیل یہ حدیث ہے۔

حدیث :145

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ مؤذن نے ظہر کی اذان کہنا چاہی فرمایا: ٹھنڈا کر پھر ارادہ کیا فرمایا: ٹھنڈا کر یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔ فرمایا: سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

بخاری :539

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت دی اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد بھی رہتا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

حدیث:146

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔

مسلم :612 مشکوۃ:581

یہ حدیث اس مقصد میں بالکل واضح ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

حدیث:147

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا اے اللہ تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک

ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کروں۔ بخاری حدیث نمبر 557 کتاب مواقیت الصلاۃ باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا۔ ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

شرح مسلم سعیدی 238/2

حدیث :148

حضرت عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقاتِ نماز کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو اور مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے تہائی رات گذر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھو۔

موطا امام مالک کتاب وقوت الصلاۃ باب وقوت الصلاۃ ص ۸

یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے

اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

نماز ظہر کی تعجیل اور تاخیر کی روایات میں تطبیق

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی مختلف احادیث تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک جماعت کے نزدیک سال بھر میں نماز ظہر جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید، حضرت جابر بن عبداللہ خباب، حضرت عائشہ اور، حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلتے ہی ظہر کی نماز ادا فرماتے ۔

دوسرا گروہ جس میں حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی شامل ہیں کے نزدیک سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھی جائے اور گرمیوں میں تاخیر کی جائے تا کہ وقت ٹھنڈا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کرکے پڑھو۔ بخاری :539

حضرت ابو ذر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں گرمیوں میں ظہر تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے اور جن احادیث میں یہ نماز جلدی پڑھنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ ہمیں ظہر کی نماز زوال آفتاب کے فوراً بعد پڑھائی پھر فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔ پس نماز ٹھنڈی کو ٹھنڈا کر کے

پڑھو۔

فأخبر المغيرة في حديثه هذا أن أمر رسول الله ﷺ بالإبراد بالظهر بعد أن كان يصليها في الحر فثبت بذلك، نسخ تعجيل الظهر وفي شدة الحر، ووجب استعمال الإبراد في شدة الحر

اور حضرت انس اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں تاخیر فرماتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم گرم ترین زمین میں ہو لہذا وقت کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرو اور پھر اذان دو۔

تو سنت طریقہ یہی ہے کہ سفر ہو یا حضر سایہ دار جگہ ہو یا نہ ہو گرمیوں میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت تک مؤخر کی جائے اور سردیوں میں جلدی پڑھی جائے نماز ظہر میں مطلقاً جلدی کرنے سے متعلق احادیث منسوخ ہیں۔

ملخص من الطحاوی باب الوقت الذی یستحب ان یصلی صلاۃ الظہر فیہ 1/189-184

سردیوں میں ظہر کی نماز گرمیوں کی نسبت جلدی ادا کرنا

حدیث: 149

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ گرمیوں میں نماز تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھتے تھے۔

نسائی کتاب المواقیت باب تعجیل الظہر فی البرد حدیث: 495

الغرض تمام احادیث کو پیش نظر رکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سردیوں میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا سنت ہے لیکن علم حدیث سے سطحی تعلق رکھنے والے بعض لوگ سردی و گرمی میں نماز جلدی ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ غیر مقلدین کے سرخیل وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: کہ ابتدائی وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ عشاء کو مؤخر کرنا اور گرمیوں میں نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا بہتر ہے۔

نزل الابرار: 1/56

موسم سرما ہو تو زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر کا جلد ادا کرنا مسنون جب کہ گرمی کے موسم میں اتنی تاخیر مسنون کہ تیزی کم ہو جائے۔

نماز عصر کا مستحب وقت

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آ جائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ بہار شریعت: 3/17

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہوتا کہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقع مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے

بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

حدیث :150

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو مؤخر فرماتے جب تک کہ سورج سفید اور صاف رہتا۔

ابوداود کتاب الصلاۃ باب فی وقت صلاۃ العصر حدیث :345

حدیث :151

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بمقابلہ تمہارے ظہر جلدی پڑھتے تھے اور تم عصر آپ ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو۔

ترمذی 161 مشکوۃ 619

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی نہ پڑھے کچھ دیر سے پڑھے۔ اگر حضور ﷺ وقت شروع ہوتے ہی پڑھا کرتے تو یہ حضرات اس سے پہلے کیسے پڑھ سکتے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی تاخیر عصر پر قوی دلیل ہے حضرت ام سلمہ فرما رہی ہیں کہ اگر تم سنت کی اتباع چاہتے ہو تو عصر دیر سے پڑھا کرو۔

مراۃ المناجیح 391/1

نماز مغرب کا مستحب وقت

حدیث :152

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے گتھ جائیں۔

ابوداود 418 مشکوۃ 609

حدیث :153

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے اور نماز کے بعد جا کر کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

مسلم 637 بخاری 559 مشکوۃ :596

مغرب کے وقت میں مذاہب

امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق

غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ائمہ ثلاثہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔مغنی ابن قدامہ 231/1

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وآخر وقت المغرب إذا اسود الأفق مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے۔(ہدایہ ص۴۰) اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

حدیث :154

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ویصلی العشاء حین یسود الأفق رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب افق پر سیاہی پھیل جاتی تھی۔ابوداود حدیث :394

اور افق پر سیاہی اس وقت پھیلتی ہے جب شفق ابیض بھی غروب ہو جائے۔

حدیث :155

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں أنا اعلم الناس بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء الاخرة كان رسول الله ﷺ يصليها لسقوط القمر لثالثة کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

ابوداود حدیث :419 مشکوۃ 613

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے۔نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے گتھ جائیں۔

ابوداود 418 مشکوۃ 609

شرح مسلم سعیدی :259/2

نماز عشاء کا مستحب وقت

حدیث :156

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر مشقت ہو جائے گی تو میں ان کو حکم فرمادیتا کہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کردیتا۔

احمد: 9220

حدیث: 157

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيْفِ وَسَقَمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ فرمایا: اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس (عشاء) نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیتا۔

(ابو داود حدیث ۴۲۲ کتاب الصلاۃ باب فی وقت العشاء الآخرۃ) ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(الامین والعلی ص:۱۵۲)

شَطْرِ اللَّيْلِ سے مراد تقریباً آدھی رات ہے یعنی تہائی لَاَخَّرْتُ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ آپ بعطاء الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں۔

اوقات مکروہ

حدیث: 158

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے اور اموات کو دفن کرنے سے روکتے تھے ایک طلوع آفتاب کے وقت جب تک وہ بلند نہ ہو جائے دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت تاوقتیکہ زوال نہ ہو جائے تیسرے غروب آفتاب کے وقت تاوقتیکہ وہ مکمل غروب نہ ہو جائے۔

مسلم: 831 مشکوۃ: 1040

یہاں دفن سے مراد نماز جنازہ ہے کیونکہ ان وقتوں میں دفن کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ اور ان اوقات میں نماز جنازہ بھی جب ہی مکروہ ہوگی جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور نماز میں دیر کی جائے لیکن اگر جنازہ آیا ہی اس وقت ہے تو نماز پڑھ لے۔ مراۃ شرح مشکوۃ 158/2

زوال سے مراد

مفتی شریف الحق امجدی صاحب فرماتے ہیں:

عوام اس وقت کو زوال کہتے ہیں حالانکہ اس کا نام نصف النہار ہے حقیقت میں زوال کے معنی ڈھلنا ہے۔ اسوقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس

سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہے یعنی نصف النہار شرعی اور نصف النہار کے درمیان کا وقت ۔شرعی دن صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے اور عرفی یا نجومی دن سورج نکلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کا جو وقت ہے اس کے نصف سے ضحوۂ کبریٰ شروع ہوتا ہے اور خط استواء سے سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے ۔ یہ پورا وقت نصف النہار ہے اس وقت نماز مکروہ ہے ۔ضحوۂ کبریٰ ہمارے بلاد میں کم از کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے ۔نصف النہار سے ضحوۂ کبریٰ مراد ہے

نزہۃ القاری شرح بخاری 264/2

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

مثلاً آج نصف النہار شرعی گیارہ بجے ہوا اور نصف النہار نجومی پونے بارہ بجے تو یہ پینتالیس منٹ بیچ دوپہر ہیں ان میں نماز مکروہ شرعی دن پو پھٹنے سے شروع ہوتا ہے اور نجومی دن سورج چمکنے سے اور دونوں غروب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں ،

مراۃ المناجیح 159/2

علامہ محمد امجد اعظمی فرماتے ہیں۔

طلوع آفتاب اور غروب آفتاب اور نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضاء ۔ یونہی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو بھی ناجائز البتہ اگر اس روز عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے حدیث

میں اس کو منافق کی نماز فرمایا ہے مسلم :622 مشکوۃ:593

طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔

اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے۔

اور نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک ہے جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں پہلے حصے کے ختم پر ابتدائے نصف النہار اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استواء ممانعت ہر نماز ہے۔عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔بہار شریعت :18/3

جنازہ اگر اوقات ممنوعہ میں لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں کراہت اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقت کراہت آ گیا

بہار شریعت :18/3

ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے یہاں تک کہ وقت کراہت جاتا رہے ۔اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقت مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔عالمگیری، بہار شریعت :18/3

ان وقتوں میں تلاوت قرآن مجید بہتر نہیں بہتر یہ ہے کہ ذکر اور درود شریف میں مشغول

نماز فجر اور عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل ممنوع ہیں البتہ سجدہ وغیرہ جائز ہے

حدیث :159

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد (بھی) کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

بخاری:586 مسلم :827 مشکوۃ:1041

ان اوقات میں تحیۃ المسجد بھی پڑھنا جائز نہیں ہے ہر چند کہ تحیۃ المسجد کے امر میں عموم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ان اوقات کے اندر نہی میں بھی عموم ہے ورقاعدہ یہ ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے ۔شرح مسلم سعیدی 424/2:

اور نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نوافل پڑھنا مکروہ ہیں البتہ ان دو اوقات میں فوت شدہ نمازیں پڑھنے اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

قدوری شریف ص 97 باب الاوقات التی تکرہ فیہا الصلاۃ

طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں قضاء کرنا

روایت ہے محمد بن ابراہیم سے وہ قیس بن عمرو سے راوی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا صبح کی نماز دو دو رکعتیں پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلی والی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

ترمذی :422

اس حدیث سے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں ادا کرنے پر استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث متصل نہیں منقطع ہے ۔اس لئے کہ محمد بن ابراہیم اور قیس بن عمرو کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے اور خبر نہیں کہ وہ راوی فاسق ہے یا عادل اس لئے یہ حدیث مجہول ہے قابل عمل نہیں۔

اگر اس حدیث کو قابل استدلال بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ حدیث ان احادیث صحیحہ متواترہ کے معارضہ کے قابل نہیں جن سے ہم نے استدلال کیا ہے اور جن میں فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے صراحۃً نہی وارد ہے۔

نیز ترمذی میں اس حدیث کے بعد ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث بھی درج ہے جس میں صراحۃً طلوع آفتاب کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث:160

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہ پڑھی ہوں تو ان کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھے۔
ترمذی :423

حدیث :161

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (وضو وغیرہ کی تیاری میں نماز فجر سے لیٹ ہو گئے اور جب ہم لوگوں کے پاس آئے تو انہیں عبدالرحمٰن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں نماز مکمل کرنے کا اشارہ کیا تو میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی پاک ﷺ کھڑے ہوئے اور چھوٹی ہوئی ایک رکعت ادا کی اور اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کیا۔
ابوداود حدیث :130 کتاب الطہارہ باب المسح علی الخفین

یہ بات واضح ہے کہ آپ نے فجر کی سنتیں پہلے ادا نہیں فرمائی تھیں کیونکہ آپ کو تاخیر نماز کی تیاری کی وجہ سے ہوئی تھی اور اس طرح سے سنتیں رہ جانے کا واقعہ آپ کی زندگی میں شاذونادر ہی پیش آیا ہے اگر طلوع شمس سے پہلے سنتیں پڑھنی جائز ہوتیں تو آپ اس موقعہ پر بیان جواز کے لئے ضرور پڑھتے۔

مکہ المکرمہ میں بھی فجر اور اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا خلاف سنت ہیں

حدیث :162

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہو گئے ذوطویٰ میں جا کر دو رکعتیں پڑھیں۔
بخاری :1628 کتاب الحج باب الطواف بعد الصبح والعصر

اس سے معلوم ہوا کہ فجر کے بعد طواف کیا جائے تو اس وقت طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ طلوع شمس کا انتظار کرنا چاہیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر امام طحاوی نے موصولا بھی نقل کیا ہے۔

حدیث :163

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب صبح کی اقامت ہو تو تم اپنے اونٹ پر طواف کر لینا جب کہ لوگ نماز پڑ رہے ہوں انہوں نے ایسا کیا اور طواف کی دو رکعتیں باہر آ کر پڑھیں۔
بخاری :1626

طواف کی دو رکعتوں کے بارہ میں افضل یہ ہے کہ وہ مسجد حرام ہی میں مقام ابراہیم پر ادا کی جائیں لیکن ام المؤمنین نے افضل طریقہ چھوڑ کر باہر آ کر دو رکعتیں پڑھیں اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ طلوع شمس سے پہلے یہ رکعتیں نہیں پڑھنا چاہتی تھیں۔ جب سورج

طلوع ہوگیاتو جہاں تھیں وہیں یہ رکعتیں پڑھ لیں ۔حضرت ام سلمہ نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیا ہے اور آپ کا انکار بھی اس پر ثابت نہیں ۔

حدیث :164

ابو زبیر مکی فرماتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ وہ فجر اور عصر کے بعد خالی ہوتا تھا اور کوئی طواف نہیں کرتا تھا۔موطا امام مالک کتاب الحج 369/1

حدیث :165

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کے بعد طواف کیا جب نے انہوں نے طواف مکمل کیا تو سورج کو دیکھا کہ وہ ابھی طلوع نہیں ہوا تو آپ سوار ہوئے اور ذی طوی میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور طواف کی دو رکعتیں ادا کیں ۔

موطا امام مالک کتاب الحج 389/1

سوال

آپ نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کے بعد نماز جائز نہیں ہے جب کہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے عبد مناف کی اولاد کسی کو منع نہ کرو دن رات میں جس گھڑی چاہے اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے ۔ترمذی :868

مشکوۃ1045

جواب

امام طحاوی فرماتے ہیں:

کہ حدیث میں طاف وصلی سے مراد ہے کہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے کوئی طواف کرے یا نماز پڑھے تو اس کو مت روکو لہذا اگر کوئی شخص نماز یا طواف میں نا جائز انداز اختیار کرتا ہے تو اس کو روکنے کی نہی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ طواف اور نماز میں کے کون کون سے انداز نا جائز ہیں ۔یہ اس حدیث میں بیان کرنا مقصود نہیں اس کا بیان دوسری احادیث میں تفصیل سے موجود ہے ۔لہذا اگر کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرنے لگے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی یا بغیر وضوء یا جنابت کی حالت میں طواف کرے تو اسے روکنا اس حدیث کے منافی نہیں ہوگا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ حضور ﷺ نے طواف سے منع کرنے کی نہی کی ہے اس لئے اسے نہ روکا جائے بلکہ اسے روکا جائے گا کیونکہ اس نے طواف کا غلط انداز اختیار کیا ہے ۔اسی طرح اگر کوئی شخص نماز میں نا جائز اور مکروہ طریقہ اختیار کرتا ہے تو اسے بھی روکا جائے گا اور یہ روکنا اس حدیث کے منافی نہ ہوگا۔

اسی طرح آپ کا ارشاد گرامی کہ ,,وہ کسی کو نماز پڑھنے سے نہ روکیں،، سے بھی وہی مذکورہ صورت مراد ہے کہ وہ باوضو ہو، قابل ستر اعضاء کو ڈھانپے،قبلہ رخ ہو اور ان

اوقات میں نماز پڑھے جن میں نماز پڑھنا جائز ہے اس کے علاوہ مراد نہیں۔
اور آپ کی احادیث صحیحہ کثیرہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے طلوع آفتاب، غروبِ آفتاب اور نصف النہار کے وقت اور فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

طحاوی 186/2

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

اسوقت بعض اوقات حرم شریف بند کر دیا جاتا تھا جیسے مسجد نبوی شریف بعد نماز عشاء بند کر دی جاتی ہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا چنانچہ اس حدیث کی بناء پر حرم شریف کسی وقت بند نہیں ہوتا۔ خیال رہے کہ طوافِ کعبہ تو ہر وقت جائز ہے مگر نوافل مکروہ وقتوں میں وہاں بھی منع ہیں کیونکہ ممانعت کی احادیث تھیں جیسا کہ ان پانچ اوقات میں نماز منع ہے طلوع آفتاب، غروبِ آفتاب اور نصف النہار کے وقت اور فجر اور عصر کے بعد۔ یہاں مکہ کو مستثنیٰ نہیں کیا امام شافعی اس حدیث کی بناء پر مکہ معظمہ میں ان اوقات میں نوافل جائز کہتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حرم شریف بند نہ کرو لوگوں کو ہر وقت طواف کرنے دو اور نماز پڑھنے دو۔ ہاں جن اوقات میں شریعت نے منع کر دیا ہے اس وقت لوگ خود نوافل نہ پڑھیں۔ شریعت کا منع کرنا کچھ اور ہے لوگوں کا بیت اللہ کو بند کر دینا کچھ اور۔ دیکھو حرم شریف میں نماز پنجگانہ کی جماعت اور نماز جمعہ و عیدین کی جماعت کے وقت لوگوں کو طواف سے روکا بھی جاتا ہے اور نوافل سے بھی مگر یہ روکنا بھی شریعت کی طرف سے ہے، جیسے ہم کسی سبیل والے سے کہیں کہ تم لوگوں کو

ہر وقت پانی پینے دو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں بے روزوں کو بھی علانیہ دن کے وقت پانی پینے دو، غرضکہ ممانعت کی حدیث صریح ہے اور اجازت کی غیر صریح، نیز جب ممانعت اور جواز میں تعارض ہو تو ممانعت کو ترجیح ہوتی ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہو گئے ذوطویٰ میں جا کر دو رکعتیں پڑھیں۔

بخاری :1628 کتاب الحج باب الطّواف بعد الصبح والعصر

یہ حدیث امام صاحب کے مذہب کی مؤید ہے اگر اس وقت نفل جائز ہوتے تو فاروق اعظم بغیر نفل ادا کئے وہاں سے روانہ نہ ہوتے۔

مراۃ المناجیح :164/2

غیر مقلدین کا ضعیف حدیث سے استدلال

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز نہیں مگر مکہ میں، مگر مکہ میں،

۔احمد:20951 ورزین مشکوۃ:1051

یعنی مکہ میں ہر وقت نفل جائز، امام ابن ہمام اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہ حدیث چار وجہ سے مجروح ہے ایک یہ اس کی اسناد میں مجاہد اور ابو ذر کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے لہذا یہ حدیث منقطع ہے۔ دوسرے ابن مؤمل راوی ضعیف ہیں، تیسرے یہ کہ اس کی اسناد

میں اضطراب ہے حتیٰ کہ ابن حجر شافعی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے قابل حجت نہیں۔ مراۃ المناجیح:167/2

اعتراض

ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ نصف النہار کے وقت جائز ہے

ابوداود :1083 مشکوۃ:1047

جواب

یہ حدیث محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے حتیٰ کہ ابن حجر شافعی بھی فرماتے ہیں وفی سندہ مقال۔ابو خلیل اور قتادہ کے درمیان کوئی راوی رہ گیا ہے۔لہذا یہ حدیث منقطع ہے اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے۔مذہب حنفی بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی نصف النہار کے وقت نماز جائز نہیں ہے اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے۔

اگر ان دونوں حدیثوں کو قابلِ استدلال بھی تسلیم کرلیں تب بھی یہ اس پایہ کی نہیں ہیں جس پایہ کی مطلق ممانعت والی احادیث ہیں نیز وہ احادیث محرم ہیں اور یہ مبیح اس لئے بھی مطلق مانعت والی احادیث کو ترجیح ہونی چاہیے۔

-

باب نمبر:4

اذان کا بیان

فضیلت اذان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اور اس سے اچھی کس کی بات جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔سورہ حم السجدہ آیت:۳۳

حدیث:166

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔

مسلم حدیث :387 مشکوۃ:654

یعنی مؤذن رحمت الٰہی کے بہت امیدوار ہوں گے کہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے۔

حدیث:167

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے اس کی بخشش کردی جاتی ہے۔اور اس کے لئے ہر تر وخشک گواہی دے گا۔احمد:9073

حدیث:168

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اذان دینے والا کہ طالب ثواب ہے اس شہید کی طرح ہے کہ خون میں آلودہ ہے اور جب وہ مرے گا تو قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہ پڑیں گے۔
ترغیب:112/1 حدیث:381

حدیث:169

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی۔
احمد حدیث:10811

حدیث:170

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس نے سات برس ثواب کے لئے اذان کہی اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی گئی۔
ترمذی:206 مشکوۃ:664

حدیث:171

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے بارہ سال اذان کہی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور ہر روز اس کی اذان کے بدلے میں ساٹھ نیکیاں اور ہر اقامت کے بدلے میں تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ابن ماجہ:728 مشکوۃ:678

حدیث:172

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت جب تم بلال کو اذان اور اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو تو اللہ تعالی تمہارے لئے ہر کلمہ کے بدلے دس لاکھ درجے بلند کرے گا فاروق اعظم نے عرض کیا یہ عورتوں کے لئے ہے مردوں کیے لئے کیا ہے فرمایا مردوں کے لئے اس سے دونا اجر ہے۔یعنی مردوں کے لئے ہر کلمہ کے بدلے بیس لاکھ درجے بلند ہوں گے۔
طبرانی فی الکبیر ترغیب 115/1

حدیث :173

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اذان سن کر یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ۔

بخاری :614 مشکوۃ :659

حدیث :174

اذان کی دعا میں وَاجْعَلْنَا فِی شَفَاعَتِہٖ یومَ القیامۃِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی اشھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ و أن محمدا عبدہ ورسولہ اللھم صَلِّ عَلَی محمدٍ وَبَلِّغْہُ دَرَجَۃَ الْوَسِیْلَۃَ عِنْدَکَ وَاجْعَلْنَا فِی شَفَاعَتِہٖ یومَ القیامۃِ تو اس کے لئے شفاعت واجب ہوگئی۔

المعجم الکبیر ج ۱۲ حدیث :12554 الجامع الکبیر 22118/7

ترغیب 117/1

اذان یا اقامت کی دعا میں اَلْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کا ثبوت

حدیث :175

ایوب اور جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت کہا: ,,اے اللہ! اس اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما، تو اس کے حق میں نبی ﷺ کی شفاعت واجب ہوگئی۔

مصنف عبد الرزاق 496/1 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

حدیث :176

اذان کی دعا میں انک لا تخلف المیعاد کا کلمہ بھی موجود ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اذان سن کر یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ انک لا تخلف المیعاد ۔

سنن کبری از امام بیہقی 440/1 مطبوعہ نشر السنہ ملتان

تفسیر تبیان القرآن از علامہ سعیدی 175/3

بعض لوگ جن میں مطالعہ کی کمی ہوتی ہے وہ اذان کی دعا میں ان الفاظ کا انکار کرتے ہیں چنانچہ حکیم صادق صاحب غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,صلاۃ الرسول،، میں لکھا ہے کہ یہ کلمات اذان میں اضافہ ہیں (نعوذ باللہ) یہ اہل حدیثوں کا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے اسی سے ان کی حدیث دانی کا حدود اربعہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو چیز ان کے مطالعہ میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ کہ ہمیں کون پوچھے گا کون تحقیق کرے گا حکیم صاحب نے اپنی ساری کتاب میں اسی طرح کی بددیانتی سے کام چلایا ہے۔

حدیث :177

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مؤذن سے سن کر یہ کہا اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك لهو أن محمدا عبده ورسوله رَضِيْتُ باللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَبالإسلامِ دِيْناً اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

مسلم :386

حدیث :178

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ

اکبر کہے پھر مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے پھر مؤذن اشہدان محمد رسول اللہ کہے تو وہ بھی اشہدان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی علی الصلاۃ کہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے پھر مؤذن حی علی الفلاح کہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو وہ بھی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

مسلم :385

اذان کے بعد درود شریف

حدیث :179

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے جنت میں ,,وسیلہ،، کی دعا کرو، کیونکہ وہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

مسلم :384 مشکوۃ :657

رسول اللہﷺ پر ایک اور پڑھنے والے پر دس رحمتوں کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جوشخص مجھ پر ایک بار درُود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہﷺ پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں،اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہﷺ سے زیادہ رحمت ملتی ہے، کیونکہ آپﷺ پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور جو ہم پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوتِ برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک نوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس نوٹ دیئے جائیں تو جس شخص کو دس نوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک نوٹ کے مقابلے میں مجھے زیادہ رقم ملی ہے اور رسول اللہﷺ میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے سو جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

شرح مسلم سعیدی جلد اص:۱۰۹۵

اذان میں تکبیر دومرتبہ ہے یا چار مرتبہ

امام اعظم ابوحنیفہ،امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہئے اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دومرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہئے ان کی دلیل حضرت ابومحذورہ کی حدیث ہے جس

میں دومرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے(مسلم حدیث 379) جب کہ جمہور ائمہ کا استدلال دوسری حدیث سے ہے جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے مثلاً ابن ماجہ اور ابوداود نے ابومحذورہ سے یہی حدیث روایت کی ہے اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے ۔ابو داود: 500 -502 ابن ماجہ :708 ترمذی :191-192 مشکوۃ:645

اگر یہ بات صحیح ہے کہ صرف بخاری اور مسلم کی احادیث صحیح ہیں تو پھر اذان کے شروع میں صرف دومرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہئے کہ مسلم میں صرف دومرتبہ اللہ اکبر ہے رہا بخاری تو اس میں اذان کے کلمات کا تذکرہ ہی نہیں ہے اگر اذان کے ساتھ ترجیع ہے تو پھر اس کے ساتھ اذان کے شروع میں صرف دومرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہئے ۔آدھی حدیث پر عمل اور آدھی سے انکار۔یہ کس قسم کی غیر مقلدیت ہے۔

ان کے علاوہ امام بیہقی نے ابومحذورہ سے اذان کے جو کلمات روایت کئے ہیں ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے،اس لئے یہ حدیث مسلم شریف کی حدیث پر راجح ہے اور حدیث مسلم مرجوح ہے،نیز اس کی تائید رسول اللہ کے دیگر مؤذنوں سے بھی ہوئی، کیونکہ عبداللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے۔ابو داود: 499 ابن ماجہ :706 بہر حال اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور راجح ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں۔

مسنون اذان کے کلمات

حدیث :180

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دینا چاہا تو مجھے خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا تو میں نے کہا اے عبداللہ کیا تو ناقوس بیچتا ہے وہ بولا تم اس کا کیا کرو گے میں نے کہا اس سے نماز کے لئے بلایا کریں گے، وہ بولا کیا تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ میں نے کہا ہاں فرماتے ہیں وہ بولا تو اس طرح کہہ

الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر

اشهد أن لا إله إلا الله اشهد أن لا إله إلا الله

اشهد أن محمد رسول الله اشهد أن محمد رسول الله

حی علی الصلاة حی علی الصلاة

حی علی الفلاح حی علی الفلاح

الله اکبر الله اکبر لإله إلا الله......

جب صبح ہوئی تو میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھا تھا حضور ﷺ سے عرض کیا فرمایا بفضلہ تعالیٰ یہ خواب سچی ہے تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ خواب دیکھا ہے انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں انہیں بتانے لگا وہ اذان دینے لگے۔ فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے تو عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے۔

ابوداود :499 مشکوۃ:650 ترمذی:189 ابن ماجہ 706 دارمی:1187

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں۔ اذان کی مشروعیت رسول اللہ ﷺ کے اس حکم سے ہوئی جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا ,,تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ خواب دیکھا ہے انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں،، اگر حضور ﷺ حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔ نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہئے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے۔

اشعۃ اللمعات :306/1 امام بزار نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مسند بزار 147/2 روض الانف :20/2 شرح مسلم سعیدی:1075/1

فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہنا

حدیث:181

رسول اللہ ﷺ نے ابومحذورہ کواذان سکھائی تو فرمایا:

اگر صبح کی نماز کاوقت ہو تو دومرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہا کرو۔

ابوداود:500 مشکوۃ:645

رسول اللہ ﷺ کے اذان دینے کی تحقیق

قرآن مجید میں ہے: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لئے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتی جب تک اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ ﷺ نہ ہوں، اس لئے اذان کو کمال اور عروج تبھی حاصل ہوگا جب اذان اعمال رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

حدیث:182

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے اذان دی ہے۔

فأذن رسول الله ﷺ وهو على راحلته وأقام

رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی۔ترمذی حدیث:376

بعض محدثین نے کہا کہ ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اسناد ہے اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے محدثین کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے رسول اللہ ﷺ کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی فرماتے ہیں:

حدیث:183

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے خود ظہر کی اذان دی اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل مل گئی جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار اذان دی اور حی علی الفلاح کہا علامہ رافعی فرماتے ہیں ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

تقریرات رافعی 47/1 مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

علامہ زرقانی المواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے

۔شرح المواہب اللدنیہ 381/1 مطبوعہ بیروت

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق

امام ابو حنیفہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اوّل تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہوسکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہو گا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مؤذن امین ہوتا ہے۔ابوداود: 517

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ ابن ام مکتوم اذان دیں۔بخاری 617 مسلم 1092 مشکوۃ 680

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان فجر کی نماز کے لئے تھی، اگر یہ اذان فجر کے لئے ہوتی تو دوبارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اذان دلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ثانیاً اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان) میں سحری کے لئے ہوتی تھی اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ

حدیث: 184

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال کی اذان سن کر کوئی شخص کھانا پینا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لئے ہوتی تھی کہ سحری کے لئے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کردے یا سونے والا بیدار ہو جائے بخاری: 621

حدیث: 185

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کردو کہ انہوں نے بھولے سے اذان دیدی تھی۔ابوداود: 448

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔ ابوداود: 449

اذان میں ترجیع کی تحقیق

امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع کرنا چاہئے (یعنی اشھد أن لا إلہ إلا اللہ اوراشھد أن محمد رسول اللہ کو پہلے دو دومرتبہ آہستہ کہنا چاہئے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے) اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو

مرتبہ پڑھنا چاہئے اورامام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کواختیار ہے خواہ ترجیع کرے یانہ کرے۔الاستیعاب علی ہامش الاستیعاب :177/4

امام شافعی اورامام مالک کی دلیل (مسلم کی حدیث 379)جس میں ترجیع کاذکر ہے

احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ ابو محذورہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا۔

ثانیاً ابو محذورہ چونکہ پہلے کافر تھے اوراسلام کوناپسند کرتے تھے،اس لئے انہوں نے شہادتین کوآہستہ پڑھا اور رسول اللہ ﷺ نے انکے دل میں شہادتین کوراسخ کرنے کے لئے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا،لہذا اس حدیث سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اوراورامام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کوامام ابوداود نے روایت کیا ہے جس میں ترجیع کاذکر ہے حدیث :500

لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے،اس کی سند میں ایک راوی حارث بن عبید ہے،ابن معین نے اس کوضعیف قرار دیا ہے۔امام احمد نے فرمایا یہ مضطرب الحدیث ہے۔دوسرا راوی محمد بن عبدالملک ہے اس کے بارے میں ابن یقطان نے کہا ہے کہ یہ مجہول ہے اس کے بعد ابو محذورہ کے بیٹے کاذکر ہے،ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو محذورہ کے بیٹوں سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں

۔الجوہر النقی علی ہامش البیہقی :392/1

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو محذورہ کو رسول اللہ ﷺ کے اذان کی تعلیم دینے اورترجیع کاذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے۔ نیز علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالہ سے حضرت ابو محذورہ سے اذان کی روایت بیان کی گئی ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ ترجیع نہیں کرتے تھے۔

فتح القدیر 214/1 شرح معانی الاثار :136/1

اوراحناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

ابوداود :499 مشکوۃ:650

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں : حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی 371/1

علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت نہیں،اوراگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے۔کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان آخری اذان ہے اوراس میں ترجیع نہیں ہے۔

,,امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ حدیث ابی محذورہ حدیث عبداللہ بن زید کے بعد ہے کیونکہ حدیث عبداللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث ابی محذورہ فتح مکہ کے بعد ہے،تو

امام احمد نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

نصب الرایۃ 273 شرح مسلم سعیدی 1/1086

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے۔ امام صاحب کے نزدیک اقامت کے سترہ کلمات ہیں اور یہ ترمذی :192 اور ابو داود :502 کی حدیث سے بھی ثابت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو محذورہ کو اقامت میں سترہ کلمات سکھائے تھے۔

حدیث :186

عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ قال کان اذان رسو ل اللہ ﷺ شفعا شفعا فی الاذان و الإقامة ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

ترمذی حدیث نمبر :194

امام ترمذی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ عبدالرحمٰن بن لیلیٰ نے عبداللہ بن زید سے

یہ حدیث نہیں سنی یعنی یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر ثقہ کا انقطاع ہمارے اور جمہور کے یہاں قادح نہیں ہے۔

حدیث :187

امام ابو داود اپنی سند کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو نماز کے لئے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر رہے تھے تو اس وقت وہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے فقام علی المسجد فأذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها إلا أنه يقول قد قامت الصلاة وہ مسجد میں کھڑا تھا اس نے اذان دی اور تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلاہ بھی کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دلواؤ۔ ابو داود :506 شرح معانی الآثار :1/133

اس حدیث میں تصریح ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات میں کوئی فرق نہیں سوائے قد قامت الصلاہ کے امام ابو داود کے علاوہ اس حدیث کو حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے مصنف ابن ابی شیبہ :1/138

حدیث :188

بیہقی نے سنن کبری میں ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کی کہ انہوں نے اذان کے کلمات بھی دوبار کہے اور اقامت کے بھی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری 103/5

حدیث :189

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔ شرح معانی الاثار: 136/1

حدیث :190

حضرت علی کا گذر ایک مؤذن پر ہوا تو اسے حکم دیا کہ اقامت کے کلمات کو بھی دو دو بار کہہ تیری ماں نہ رہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری 104/5

حدیث :191

عن اسود عن بلال رضی اللہ عنہ انہ کان یثنی الاذان و یثنی و الإقامة ۔

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت

میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔ شرح معانی الاثار: 134/1

حدیث :192

عن سوید بن غفلة قال سمعتُ بلالا یؤذن مثنی و یقیم مثنی ۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے ہوئے سنا۔ شرح معانی الاثار: 134/1

سوید بن غفلہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ میں اس وقت پہنچے تھے جب کہ حضور ﷺ کو دفنایا جا چکا تھا اس لئے انہیں شرف صحابیت حاصل نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت بلال کی اذان اور اقامت حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہی سنی ہوگی اور یہ وہی اذان اور اقامت ہوگی جو عہد رسالت کے آخر میں کہی جاتی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ حضرت بلال کو پہلے اقامت میں ایتار کا حکم دیا گیا تھا لیکن آپ کے آخری عمل سے ثابت ہوا کہ اذان اور اقامت ایک جیسی ہیں اور پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔

غیر مقلدین کے امام شوکانی کا فیصلہ

شیخ شوکانی حضرت ابومحذورہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

حضرت ابومحذورہ والی روایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے مؤخر ہے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم دیا گیا تھا چونکہ حضرت محذورہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت کہنے کا شروع شروع میں حکم دیا گیا تھا لہذا حضرت ابومحذورہ والی روایت نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا، بلکہ ابوالشیخ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے منیٰ اذان دی تو حضور ﷺ بھی وہاں موجود تھے تو وہ اذان و اقامت ایک جیسی تھی اور اس میں دو دو دفعہ کلمات کو دہرایا گیا ہے جب تمہیں یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو واضح ہوگیا کہ جن احادیث میں ڈبل اقامت کا ذکر ہے وہ دلیل بن سکتی ہیں اور اکہری اقامت والی احادیث طرق مختلفہ اور صحیحین میں وارد ہونے کی وجہ سے گوکہ زیادہ صحیح ہیں لیکن ڈبل اقامت والی احادیث میں ایک زائد چیز کا تذکرہ ہے۔لہذا ان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔خاص طور پر اس لئے بھی کہ ان میں آخری زمانہ کا تذکرہ ہے جیسے کہ ہم بتا چکے ہیں۔

شوکانی نیل الاوطار 24/2 باب صفۃ الاذان

لو اب تو فیصلہ ہی ہوگیا اب کسی بحث مباحثہ کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ غیر مقلدین کے صف اول کے عالم نے دوہری اقامت والی روایت کو ترجیح دے دی ہے۔اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

اقامت کا جواب دینا

تکبیر کہنے والے کے ساتھ انہی کلمات کو دہراتے جانا مسنون ہے۔

حدیث:193

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی جب وہ قد قامت الصلاۃ پر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: أقامها اللہ و أدامها اور باقی کلمات کا جواب اذان کی طرح دیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہوا۔

ابوداود حدیث :528 مشکوۃ:671

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

حدیث:194

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو۔

بخاری:638 مسلم:604 مشکوۃ:685

عالم گیری میں ہے: اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے

ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں ۔ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے ۔فتاوی عالمگیری 57/1

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

نماز کے مستحبات میں سے ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اس لئے اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں ۔مراقی الفلاح 166:

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، اس لئے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے اور حاشیہ طحطاوی اور اسی طرح عالم گیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے ۔اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی ۔اس لئے جو لوگ اقامت کے وقت سے پہلے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہئے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں اٹھنا چاہئے تھا تو یہ اور بھی زیادہ

مذموم ہے ۔

شرح مسلم سعیدی 1100/1

اذان سے قبل اور بعد درود شریف

بعض انتہاء پسند اور متشدد لوگ کہتے ہیں کہ اذان سے قبل صلاۃ وسلام پڑھنا بدعت اور گناہ ہے اور ,,الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ،، پڑھنا جائز نہیں اور یہ نقلی اور سپیکری درود ہے درود صرف ابراہیمی ہے ان کے تسلی کے لئے انہی کی جماعت کے علماء کے فتاویٰجات پیش کئے جاتے ہیں ۔

سعودی عرب کے مفتیءِ اعظم کا فتوی درود شریف تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے

شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

"وهي مشروعة في جميع الاوقات ، ومتاكدة في آخر كل صلاة ، بل واجبة عند جمع من اهل العلم في التشهد الاخير من كل صلاة وسنة مؤكدة في مواضع كثيرة، منها ما بعد الاذان ، وعند ذكره – ﷺ، وفي يوم الجمعة وليلتها – كما دلت على ذلك أحاديث كثيرة.

یہ درود تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے اور نماز کے آخر میں اس کی تاکید آئی ہے

بلکہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر نماز کے آخری تشہد میں اس کا پڑھنا واجب ہے یعنی اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور متعدد مقامات پر سنت مؤکدہ ہے۔ان میں سے ایک مقام اذان ہونے کے بعد کا ہے اسی طرح جب حضورﷺ کا نامِ نامی اسم گرامی کی آواز کانوں میں سنائی دے تو اس وقت درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔نیز جمعہ اور جمعہ کی رات کو اس کا پڑھنا سنتِ نبوی ہے کیونکہ کثرت سے حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔

((الاحتفال بالمولدالنبوی)) ص:۲۳

اتنے بڑے مفتی کا فتویٰ دینا کہ درود شریف ہر وقت جائز ہے اب کسی کو اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنتِ مؤکدہ کہہ رہے ہیں اب میں دنیائے اہل حدیث کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر اُن کو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر اعتراض ہے تو کوئی بات نہیں وہ اذان کے بعد ہی درود شریف پڑھنا شروع کردیں کیونکہ اس کے متعلق واضح حدیث ہے اور شیخ ابن باز کے فتویٰ کے مطابق سنتِ مؤکدہ ہے تو اگر پھر بھی کوئی سنتِ مؤکدہ کو چھوڑ دے تو وہ اہل سنت یا اہل حدیث کیسے کہلا سکتا ہے۔معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث اور اصل اہل سنت وہ ہیں جو سنتِ مؤکدہ پر عمل کرتے ہیں۔

اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر کوئی خاص دلیل نہ بھی ہو پھر بھی درود شریف پڑھنا جائز ہے

سوال یہ ہے کہ جب درود پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے تو اذان سے قبل پڑھنا

بدعت اور گناہ کیسے ہو گیا؟ شاید صلاح الدین صاحب نے شیخ ابن باز کا فتویٰ نہیں پڑھا ورنہ وہ ایسی بات نہ لکھتے فتویٰ تو ایک طرف رہا شاید انہوں نے قرآن کریم کے احکام بھی بغور مطالعہ نہیں کیا جب کہ قرآن کہہ رہا ہے﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔(سورۃ الحج آیت:۷۷) کیا درود شریف نیکی کا کام ہے یا بدی ہے؟ رب فرماتا ہے نیکی کے کام کرو شیخ صاحب کہہ رہے خبردار اگر نیکی کا کام نہ کرنا یہ بدعت اور گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان مانیں یا شیخ صاحب کا فتویٰ؟

اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے تو ہر وقت درود و سلام پڑھ رہے ہیں اور اُس میں اذان کا قبل بھی آجاتا ہے اور بعد بھی، وہی کام جو خدا کررہا ہے اور فرشتے کررہے ہم کریں تو بدعت اور گناہ کیسے ہو گا، بلکہ یہ تو سنت ملائکہ ہے کہ ہر وقت درود پڑھا جائے۔اگر گناہ ہوتا تو اللہ فرشتوں سے فرماتا تم ہر وقت درود پڑھتے رہو مگر جب اذان کا ٹائم ہو جائے تو تھوڑی دیر ریسٹ کرلیا کرو کیونکہ اس وقت درود پڑھنا بدعت اور گناہ ہے جیسے زوال کے وقت نماز پڑھنا۔لیکن جب رب تعالیٰ نے وقت کے متعلق کوئی پابندی نہیں لگائی بغیر وقت کی قید کے مطلق فرمادیا﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ تو کسی دوسرے کو رب کے مطلق کو مقید کرنے کا حق کس نے دیا ہے کیا ان پر نئی شریعت نازل ہوئی ہے؟ اصول کا قاعدہ ہے المطلق يجرى على إطلاقه مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

رب تعالیٰ نے فرمایا﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ پس جس نے

ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔(سورۃ الزلزلۃ آیت:۷) کیا درود وسلام نیکی نہیں ہے یہ تو سب سے بڑی نیکی ہے اور سب سے بڑی عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے اس نیکی پر عمل کرنے سے گناہ کیسے ہوگا؟ خدا جب دین لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے۔

اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر کوئی خاص دلیل نہ بھی ہو پھر بھی درود شریف جائز اور باعثِ ثواب ہے اس پر تو اتفاق ہے کہ اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

مسلم حدیث(۳۸۴ کتاب الصلاۃ ، مشکوۃ حدیث:۶۵۷ کتاب الصلاۃ باب الاذان

بعض اذکار کے متعلق حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ انہیں نماز کے بعد کیا جائے تو انہیں نماز کے بعد کرنے کے علاوہ اگر دیگر اوقات میں بھی کرلیا جائے تو کیا وہ اذکار باعثِ اجر ہیں یا باعثِ گناہ ہیں مثلا

حدیث:195

عن علی رضی اللہ عنہ قال :قال سَمِعْتُ رسول اللہ ﷺ:

مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرسِي فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کے بعد آیۃ الکرسی

پڑھے تو اُس کو جنت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

(مشکوۃ حدیث:۹۷۴ کتاب الصلاۃ باب الذکر بعد الصلاۃ)

اگر کوئی آیۃ الکرسی نماز سے قبل اور بعد دونوں جگہ پڑھ لے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر کا مستحق ہوگا کہ اُس نے کوئی بُرا کام نہیں کیا اللہ کا قرآن پڑھا ہے اور قرآن کی تلاوت نماز کی طرح وقت کے ساتھ مقید نہیں جیسے تمام اوقات میں تلاوت جائز ہے ایسے ہی تمام اوقات میں درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

حدیث:196

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسولُ اللہ ﷺ:

مَن سبح الله فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ وَحَمِدَ اللهَ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللهَ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لاإِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاشَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہر نماز کے بعد (۳۳) سبحان اللہ (۳۳) بار الحمدللہ اور (۳۳) بار اللہ اکبر کہے یہ (۹۹) ننانوے بار ہوا۔ اور سو کی گنتی پوری کرنے کو (یہ کلمہ) پڑھ لے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاشريك لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

تو اُس کے گناہ بخشے جائیں گے اگر چہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں۔

مسلم حدیث:۵۹۷،(مشکوۃ حدیث:۹٦۷ کتاب الصلاۃ باب الذکر بعد الصلاۃ)

اگر کوئی اس تسبیح کو نماز سے قبل اور بعد بھی پڑھ لے تو ثواب کا مستحق ہے گنہگار نہیں ہوگا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے کوئی جرم نہیں کیا سزا کیسی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اوقات میں جائز ہے ایسے ہی درود شریف تمام اوقات میں جائز ہے۔

اذان سے قبل درود شریف

اگر چہ شیخ ابن باز کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا ہے کہ درود شریف تمام اوقات میں جائز ہے اذان سے قبل بھی درود شریف ثابت ہو گیا اس لئے اب کوئی اہل حدیث یا دیوبندی اس کو بدعت نہیں کہہ سکتا ہے ہم اہل سنت جو اذان سے قبل درود شریف پڑھتے ہیں اس کو ہم اذان کا جز نہیں سمجھتے اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی ہے ہم اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو عمومی دلائل کے تحت جائز و مستحب کہتے ہیں جیسا کہ محدثین نے فرمایا ہے اور یہ اذان میں اضافہ نہیں ہے اضافہ یہ ہے کہ اس کے بغیر اذان نامکمل ہو لیکن ہم تو درود شریف اذان سے قبل کچھ وقفہ سے پڑھتے ہیں اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی کر دیتے ہیں تا کہ کوئی لازم یا اذان کا حصہ نہ سمجھ لے اس کی مثال یہ ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن خطیب کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے اُس سے قبل درود شریف نہیں پڑھا جاتا اگر ہم درود شریف کو اذان کا جزء سمجھتے تو درود شریف کبھی ترک نہ کرتے اس لئے یہ ہم پر صرف الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر استدلال حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ والی حدیث سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمام اوقات میں درود شریف پڑھتے تھے اور اس میں اذان سے قبل بھی ہے اور بعد بھی۔

حدیث:197

عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال : قُلْتُ : يَارَسُولَ اللهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ مِنْ صَلاتِي فَقَالَ: مَا شِئْتَ قُلْتُ :النِّصْفَ؟ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ :فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ .

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں میں کس قدر درود شریف پڑھا کروں آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو میں نے عرض کیا ایک چوتھائی فرمایا جتنا چاہو اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف فرمایا جتنا چاہو اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا دو تہائی فرمایا جتنا چاہو اگر زیادہ کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا میں سارا درود ہی پڑھونگا فرمایا تب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔

ترمذی حدیث:۲۴۵۷، مشکوۃ حدیث:۹۲۹ کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ

حدیث :198

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسولُ اللهِ ﷺ:

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لاَيُبْدَءُ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَالصَّلاَةُ عَلَىَّ فَهُوَ اَقْطَعُ ، اَبْتَرُ ، مَمْحُوْقٌ مِنْ كُلِّ بَرَكَةٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ذی شان کام جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور مجھ پر درود پڑھنے سے نہ کی جائے تو وہ کام ہر برکت سے خالی ہے۔ (الجامع الصغیر حدیث:۶۲۸۵)

(ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے اس حدیث کو جلاء الافہام میں درج کیا ہے ص:۴۴۱ الموطن الاربعون من مواطن الصلاۃ)

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع الباب الخامس ص:۳۴۹)

محدث کبیر علامہ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف ابن سنی (المتوفی ۳۶۴) نے اسی روایت کو باب الصلوۃ علی النبی ﷺ عند الاذان میں درج کیا ہے ۔ اتنے بڑے محدث کا یہ باب باندھنا اور لفظ عندالاذان لانا ثابت کرتا ہے کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنا جائز ہے باعث برکت ورحمت ہے بدعت نہیں۔

یہ حکم استحبابی ہے جو درود شریف پڑھے گا اُس کو ثواب ملے گا اور جو نہ پڑھے وہ گنہگار بھی نہیں-اب کون مسلمان ہے جو اذان کو اچھا کام نہیں سمجھتا اب جو اذان سے قبل درود شریف

پڑھتے ہیں ان کو اس حدیث کی وجہ سے منع نہیں کر سکتے۔

علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں:

وَمِنْ مَوَاطِنِ الصَّلاةِ عَلَيْهِ عِنْدَ ذِكْرِهِ وَسَمَاعِ اسْمِهِ اَوْ كِتَابِهِ اَوْعِنْدَ الاذَانِ.

اور نبی پاک ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے ایک مقام آپ ﷺ کا ذکر کرنے یا آپ کا اسم گرامی سننے یا لکھنے یا اذان دینے کا وقت ہے۔

الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ جلد۲ باب نمبر۴ فصل فی المواطن التی یستحب فیہا الصلاۃ والسلام

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عندالاذان فرما کر ثابت کر دیا کہ اُن کے نزدیک اذان سے قبل یا بعد درود شریف پڑھنا جائز ومستحب ہے۔ کیا امام قاضی عیاض بدعت کا حکم دے رہے ہیں؟ عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

اذان سے قبل حمد وثنا اور دعا کرنا

حدیث :199

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک عورت نے کہا: کہ مسجد کے اردگرد گھروں میں سے میرا گھر سب سے طویل تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُس پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے چنانچہ وہ سحری کے وقت آتے اور گھر کے اوپر بیٹھ جاتے

فجر کو دیکھتے رہتے جب صبح صادق کو دیکھتے تو انگڑائی لیتے پھر کہتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمِدُكَ وَاَسْتَعِیْنُكَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَكَ اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش پر تیری مدد چاہتا ہوں کہ وہ دین کو قائم کریں کہا پھر وہ اذان کہتے اُس صحابیہ نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ آپ نے کسی رات ان کلمات کو ترک کیا ہو۔

(ابوداود حدیث:۵۱۹ کتاب الصلاۃ باب الاذان فوق المنارۃ اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے حسن قرار دیا ہے)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل دعا مانگا کرتے تھے اور دعا کے متعلق آپ حدیث پڑھ چکے ہیں کہ درود شریف کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی اور دعا کے ساتھ درود شریف پڑھنا صحابہ کرام کا طریقہ تھا لہذا اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا حضرت بلال سے ثابت ہو گیا۔اب بھی اگر اذان سے قبل کوئی درود شریف نہ پڑھنا چاہے تو اُس کی مرضی لیکن پڑھنے والوں کو بدعتی نہیں کہہ سکتے ۔اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان سے قبل ہمیشہ دعا کریں جس کا حضور ﷺ نے حکم نہیں دیا تو کیا یہ اذان میں اضافہ ہوگا ہرگز نہیں کیونکہ دعا تمام اوقات میں جائز ہے ایسے ہی اذان سے قبل درود شریف پڑھنا اذان میں اضافہ نہیں کیونکہ درود شریف تمام اوقات میں جائز و مستحب ہے اگر اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر کسی کو اعتراض ہے تو نہ پڑھے اذان کے بعد پڑھ لیا کرے اذان کے بعد درود شریف پڑھنا تو مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے لیکن مخالفین بھی نہیں پڑھتے معلوم ہوا کہ سنت پر عمل کرنا مقصد نہیں درود شریف سے روکنا مقصد ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اذان سے پہلے صلاۃ وسلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں، تاکہ ان پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلاۃ وسلام کو اذان کا جز نہ سمجھ لیں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیشِ نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لئے آپ نے یہ فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہئے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزو اقامت معلوم نہ ہو۔شرح مسلم 1094/1

نماز میں درود

حدیث:200

عن عبد الرحمن ابن أبی لیلی قال لقینی کعب بن عجرۃ فقال: ألا اُھْدِی لَكَ ھَدِیَّةً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ فَقُلْتُ: بَلٰی، فَاَھْدِھَا فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللهِ کَیْفَ الصَّلَاةُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ، فَاِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکُمْ ؟ قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے تو کہا کیا میں تجھے ایسا تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا ضرور مجھے ایسا تحفہ عطا فرمایئے۔ فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ پر اہل بیت سمیت کیسے درود بھیجا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ بتادیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: تم یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اے اللہ محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔

بخاری حدیث: ۳۳۷۰ کتاب الانبیاء، مسلم حدیث ۴۰۶ کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ، مشکوۃ حدیث :۹۱۹ کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ)

آل اہل سے بنا ہے بمعنی والا جیسے اہل بیت ”گھر والا“، اہل علم ”علم والا“، حضور کی آل یا تو ہر مومن متقی ہے قرآن کریم نے متبعین کو آل فرمایا ہے ﴿ وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ ﴾ (سورہ بقرہ:۴۹) یا حضور ﷺ کی بیویاں ہیں قرآن کریم نے بیویوں کو اہل بیت فرمایا ہے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے

کہا ﴿ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ﴾ (سورہ ہود:۷۳) یا حضور کی ساری اولاد ہے یعنی آپ کے تینوں بیٹے اور چاروں بیٹیاں اور تا قیامت حضرت فاطمہ زہرہ کی نسل یا تمام بنی ہاشم جن پر زکوۃ لینا حرام ہے صحیح یہ ہے کہ حضور کی ساری ازواج اور اولاد آپ کی آل ہے۔

(مراۃ شرح مشکوۃ جلد۲ ص:۹۸)

اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہیں، کہ سوائے اس درود کے اور درود پڑھنا منع ہے، مگر یہ محض غلط ہے، ورنہ پھر لازم آئے گا کہ محدثین جب کبھی حضور علیہ السلام کا اسم پاک لیتے ہیں۔ تو صرف یہی کہتے ہیں ”صلی اللہ علیہ وسلم“، یہ بھی ناجائز ہو، اگر منقول کے سوا دوسرے درود پڑھنا منع ہیں۔ تو وہی غذائیں اور دوائیں استعمال کرنا چاہئیں جو منقول ہیں۔ جس طرح کہ ہر غذا جو شریعت میں حرام نہیں کھانا جائز ہے۔ اسی طرح ہر درود جو کہ شریعت میں منع نہیں پڑھنا جائز ہے کیونکہ کلوا واشربوا میں کھانا پینا مطلق ہے اور صلوا علیہ میں صلوۃ مطلق، کوئی درود شریف پڑھ لیا جائے ثواب پائے گا، ہاں منقول درود دیگر سے زیادہ بہتر ہے۔ درود بلند آواز سے پڑھو آہستہ پڑھو اور کوئی سا درود پڑھو، بغیر شرعی ممانعت کے کسی چیز کو ناجائز تو کیا، مکروہ بھی نہیں کہہ سکتے۔

(شانِ حبیب الرحمان ص:۱۹۰)

صحاح ستہ میں ہر حدیث کے ساتھ ”صلی اللہ علیہ وسلم“ لکھا ہوا ہے اگر درود ابراہیمی کے علاوہ تمام درود ناجائز و بدعت ہیں تو کیا یہ تمام محدثین بشمول امام بخاری بدعتی

تھے ,,الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ،،کوخانہ ساز درود کہنے والے کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس حدیث میں ,,صلی اللہ علیہ وسلم،،پڑھنے یا لکھنے کا حکم دیا ہے۔ اورپھر یہ بات بھی قابل غور ہے ان کی تمام کتابوں کے شروع میں خطبہ میں ایک نیا درود لکھا ہوتا ہے جس کا حدیث میں ثبوت نہیں بلکہ مکہ اورمدینہ کے امام ہر جمعہ کے خطبہ میں ایک نیا درود بناتے ہیں جس کا جی چاہے ان کا خطبہ سن کردیکھ لے یہ میرے سامنے ابوبکر جزائری کی کتاب (نداءالرحمٰن لاہل ایمان) ہے اس کے مقدمہ میں یہ درود لکھا ہوا ہے و الصلاۃ والسلام علی رسولہ الرؤوف بالمؤمنین الرحیم وعلی آلہ الطاھرین وصحابتہ اجمعین و التابعین لھم بإحسان إلی یوم الدین کیا کوئی اہل حدیث اس کا حدیث سے ثبوت پیش کرسکتا ہے اگر ثبوت پیش نہ کرسکے تو اس کو ,,الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ،،کو بدعت اورخانہ ساز درود یا سپیکری درود کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

شیخ ابوبکرالجزائری کافتوی کہ تمام غیرمنقول درود بھی جائز ہیں

مدرس المسجد النبوی الشریف بالمدینۃ المنورۃ لکھتے ہیں:

"لقد ورد فی صیغ الصلاۃ والسلام علی ﷺ نیف وثلاثون صیغۃ اکملھا الصلاۃ ابراھیمیۃ والکل جائز وفاضل ومستحب . وأما الصیغۃ التی فی ھذا النداء فھی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ تَسْلِیْمًا،

وھذہ أصغر الصیغ وأیسرھا وأسھلھاوبھا یُؤدی الواجب.

صلاۃ وسلام کے تیس سے اوپر صیغے ہیں اُن میں سے اکمل درود ابراہیمی ہے اور تمام جائزعمدہ اور مستحب ہیں لیکن اس درود شریف میں یہ صیغہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ تَسْلِیْمًا یہ سب سے چھوٹا، آسان اورسہل ہے اوراس کے ساتھ واجب ادا ہوجاتا ہے۔

من کتب اسم النبی ﷺ فإنہ یکتب صلی اللہ علیہ وسلم کما ھی مأثورۃ عن السلف ، فأصحاب الصحاح ، والسنن ، والمسانید کلھم إذا ذکر النبی ﷺ فی الحدیث یکتبون ﷺ . وبعض المتأخرین یکتب (ص) وھذا إجحاف ولاینبغی.

جس نے نبی کریم ﷺ کا نام لکھا تو وہ اس کے ساتھ ,,صلی اللہ علیہ وسلم،، لکھے جیسا کہ سلف سے منقول ہے،اوراصحاب الصحاح،سنن یعنی محدثین سے جب حدیث میں نبی کریم ﷺ کا نام ذکر کرتے ہیں تو ,,صلی اللہ علیہ وسلم،، لکھتے ہیں۔اوربعض متاخرین صرف ,,ص،، لکھ دیتے ہیں یہ ظلم اورنا مناسب ہے۔

(نداءالرحمٰن لاہل ایمان النداءالرابع والستون ص:۱۷۹)

شیخ جزائری کے کلام سے معلوم ہوا کہ درود ,,صلی اللہ علیہ وسلم،،حدیث سے ثابت نہیں بلکہ محدثین اورسلف صالحین کا خود ساختہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ درود جائز اور

باعث اجر ہے اس سے تمام غیر منقول درود جائز ہو گئے کیونکہ وہ سلف صالحین اور بزرگانِ دین سے منقول ہیں۔

درودِ ابراہیمی نماز کے ساتھ خاص ہے

حدیث: 201

عن أبي مسعود عقبة بن عمرو رضي الله عنه قال: أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتَّى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتَّى اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْأَلْهُ فَقَالَ: إِذَا اَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيْ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيْ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

حضرت ابی مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور سامنے آکر بیٹھ گیا کہنے لگا یا رسول اللہ! سلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا ہے اب فرمائیے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں

؟ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز میں صلوٰۃ پڑھو تو یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (الحديث)

(احمد حدیث ۱۶۲۲۴ جلد ۵ ص ۹۷) مستدرک الحاکم وابن حبان، ابن خزیمہ، دارقطنی بیہقی

شیخ شوکانی غیر مقلد (م ۱۲۵۰ھ) کا بیان

غیر مقلدین کے امام محدث شوکانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وفيه تقييد الصلاة عليه ﷺ بالصلاة، فيفيد ذلك أن هذه الألفاظ المروية مختصة بالصلاة، وأما خارج الصلاة فيحصل الامتثال بما يفيده قوله سبحانه تعالىٰ -﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ فإذا قال القائل [اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد] فقد امتثل الأمر القرآني۔

اس حدیث میں نبی پاک ﷺ پر درودِ ابراہیمی پڑھنے کو نماز کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت کردہ درودِ ابراہیمی نماز ہی کے ساتھ خاص ہے۔لیکن نماز سے باہر حکمِ ربانی کی تعمیل اللہ تعالیٰ کے ارشاد ,,ان اللہ وملائکتہ،، الآیہ کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو جائیگی پس کہنے والے نے کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّد (اے اللہ! درود وسلام بھیج حضرت محمد ﷺ پر) تو اس نے قرآن مجید کے حکم پر عمل

کیا۔

تحفۃ الذاکرین ص:۱۴۷-۱۴۸) باب التشہد

اعتراض

سعودی عرب کے چھپے ہوئے اردو ترجمہ قرآن کے ص :1190 صلاح الدین یوسف حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مختصر طور پر صلی اللہ علی رسول اللہ و سلم بھی پڑھا جاسکتا ہے تاہم ,,الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ،، پڑھنا اس لئے صحیح نہیں کہ اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے اور التحیات میں السلام علیك ایها النبی منقول ہے اس وجہ سے نماز میں پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

جواب

شجر و حجر نے خطاب کے صیغہ ساتھ آپ پر سلام پڑھا

حدیث :202

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا ہم اس کے بعض اطراف میں گئے تو کوئی درخت اور پتھر آپ کے سامنے نہ آیا مگر وہ کہتا تھا

السلام علیك یارسول اللہ

ترمذی :3626 مشکوۃ:5919 سلسلۃ احادیث الصحیحہ از ناصر الدین البانی غیر مقلد

2670:

مفتی احمد یار خاں صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عرض کرنا الصلاۃ و السلام علیك یارسول اللہ شرک یا حرام نہیں بالکل جائز ہے اسے تو پتھر درخت بھی حرام نہیں سمجھتے اس کے منکرین پتھروں جانوروں سے بھی بدتر ہیں ہم نماز میں پڑھتے ہیں السلام علیك ایها النبی مراۃ المناجیح 237/8

السلام علیك ایها النبی کا ترجمہ ہے :اے نبی تجھ پر سلام ہو اور الصلاۃ و السلام علیك یارسول اللہ کا ترجمہ ہے :اے اللہ کے رسول تجھ پر صلاۃ اور سلام ہو جب دونوں کا ترجمہ ایک ہے تو ایک جائز اور دوسرا ناجائز کیوں؟

اللہ تعالی ہمارے دلوں میں وسعت پیدا فرمائے اور بغض رسول کی خطرناک بیماری دور فرمائے۔آمین

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

بوقت اذان انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا یہ ایک مستحب عمل ہے فرض یا واجب نہیں مستحب عمل حدیث ضعیف سے بھی ثابت ہوسکتا ہے اس کے کے ثبوت کے لئے صحیح یا

حدیث حسن ضروری نہیں اس عمل کو حرام اور بدعت کہنا محض جہالت ہے جب تک ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے اس کو منع نہیں کرسکتے استحباب کے لئے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے اس کے جواز پر بے شمار دلائل ہیں اور منع پر ایک بھی دلیل نہیں ۔اس کا حکم نوافل کی طرح ہے اگر کوئی یہ عمل کرے تو ثواب پائے گا اور اگر نہ کرے تو گنہگار نہیں لیکن اس کو ناجائز نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کی سنت ہے ۔دلائل حسب ذیل ہیں

حدیث :203

ذکره الديلمی فی ((الفردوس)) ۔من حديث أبی الصديق : أنه لما سمع قول المؤذن((اشهد آن محمدًا رسولُ الله))قال هذا و قبل باطن الأنملتين السبابتين و مسح عينيه فقال ﷺ : مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِي فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي۔ ولا يصح

دیلمی نے کتاب الفردوس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ جب انہوں نے مؤذن کو اشهد آن محمدًا رسولُ الله کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں کلموں کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے ۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا ۔تو اس پر میری شفاعت حلال (واجب)ہوگئی ۔اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ

صحت کا نام دیتے ہیں ۔مقاصد الحسنہ ص :450 حدیث :1021

اور ملا علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے :علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں)ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں قلت وإذا ثبت رفعه على الصديق فيكفي للعمل لقوله ﷺ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے علماء کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ۔میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو ۔موضوعات کبیر ص :210 حدیث :829

علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیہ کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے

ويستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة صلى الله عليك يارسول الله وعند الثانية منها قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يارَسُولَ الله ثم يقول اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ والْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيْ الإبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فإنه عليه السلام يَكُوْنُ قَائِدًا لَهُ إلَى الجَنَّةِ۔

ترجمہ:

پہلی مرتبہ اشهد آن محمدًا رسولُ الله سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشهد آن محمدًا رسولُ الله سن کر قُرَّةُ

عَیْنِی بِكَ یارَسُوْلَ اللہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ و الْبُصَر کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے

حدیث :204

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان میں اشھد ان محمدًا رسول اللہ سن کر آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

حاشیہ ردالمحتار علی الدرالمختار جلد 398/1 دارالفکر بیروت مطلب فی کراہۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحطاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔

تفسیر روح البیان پارہ ۶ سورہ مائدہ زیر آیت وإذا ناديتم إلى الصلاة 260/24

انجیل برنباس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکایا گیا انہوں نے فرط محبت سے ان

ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔

معلوم ہوا کہ انگوٹھے چومنا ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔

اعتراض

حضرت آدم علیہ السلام نے اگر نور مصطفی ﷺ انگوٹھے کے ناخنوں میں دیکھا تو چوما تو تم کون سا نور دیکھتے ہو جو چومتے ہو چومنے کی جو وجہ وہاں تھی یہاں نہیں۔

جواب

حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا مروہ پر دوڑیں آج تم حج میں کیوں دوڑتے ہو؟ آج کہاں پانی کی تلاش ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں شیطان کو کنکر مارے۔اب تم حج میں وہاں کیوں کنکر مارتے ہو؟ وہاں اب شیطان آپ کو کونسا دھوکہ دے رہا ہے۔

حضور ﷺ نے ایک خاص ضرورت سے طواف میں رمل کیا (پہلوانوں کی طرح چلے) کفار مکہ کو اپنی طاقت دکھانے کے لئے۔بتاؤ اب تم طواف قدوم میں رمل کیوں کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ جناب انبیاء کرام کے بعض عمل ایسے مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی یادگار ہمیشہ باقی رکھی جاتی ہے اگر چہ وہ ضرورت باقی نہ رہے اسی طرح یہ انگوٹھے چومنے والی سنت بھی ہے۔جاء الحق ص 402/1

ائمہ اہل بیت کا فرمان

حدیث :205

شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب فرماتے ہیں فقیہ محمد بن سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلاۃ والسلام نے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا: کہ جو شخص مؤذن کو اشھد أن محمدًا رسولُ الله کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله علیہ وسلم اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

مقاصد حسنہ 451

مسجد نبوی کے امام کا عمل

شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالحین میں سے تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور اور انگوٹھا ملائے انہیں بوسہ دے کر آنکھوں

سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہی امام فرماتے ہیں اللہ ہی کے لئے حمد وشکر ہے جب سے میں نے یہ عمل سنا اس کو اپنا معمول بنالیا، آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا۔

مقاصد حسنہ 451

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مسجد نبوی کے امام بھی سنی تھے اور وہ انگوٹھے چوما کرتے تھے۔ اب امام تو سنی نہ رہے لیکن مؤذن اب بھی سنی ہیں اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں بلکہ اپنے گھروں میں محفلیں کرواتے ہیں ایک وقت آئے گا انشاء اللہ یہاں کے امام بھی سنی ہوں گے اگر ہم وہ وقت نہ دیکھ سکے تو ہماری نسلیں ضرور دیکھیں گی یہاں سرعام محافلِ میلاد ہوں گی اور نعتیں پڑھی جائیں گی۔

ولیوں کے ولی سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی کا عمل

,,جواہر مجددیہ،، میں ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جس وقت اذان سنتے اس کا جواب دیتے اور بوقت شہادت ثانیہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور قُرَّةُ عَیْنِی بِکَ یارَسُولَ اللہ پڑھتے۔ ,,جواہر مجددیہ،، ص۵۲ مصنفہ خواجہ احمد حسین نقشبندی

دیوبندی عالم کا شان مصطفیٰ چھپانا

ابوسعیدعلامہ مفتی امین صاحب نے اپنی کتاب ,,برہان،، کے ص 463 پر لکھا ہے جن دنوں میں بحکم سیدی محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ فتوی نویسی پر مامور تھا ان دنوں ایک صاحب دار الافتاء جامعہ رضویہ میں آئے ۔اور سوال کیا کہ کیا کسی فتوی کی کتاب میں اذان میں سرکار دو عالمﷺ کا نام مبارک سن کر انگھوٹھے چومنے کا ثبوت ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ بولے مجھے دکھاؤ میں نے پوچھا اس سوال کی ضرورت کیوں پڑی وہ بولے کہ میں فیصل آباد کی جامع مسجد کچہری بازار کے خطیب مفتی صاحب کے ہاں گیا اور وہاں سوال کیا کہ کیا کسی فتوی کی کتاب میں اذان میں سرکار دو عالمﷺ کا نام مبارک سن کر انگھوٹھے چومنے کا ثبوت ہے؟مفتی صاحب نے کہا کہ فتاوی کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے اس لئے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں فقیر نے اسی وقت فتاوی شامی اور طحطاوی شریف نکال کر دکھادیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ دونوں کتابیں فتوی کی ہیں وہ صاحب دیکھ کر مبہوت رہ گئے (کہ واقعی وہ لوگ اللہ کے حبیب ﷺ کی عظمت کو چھپا جاتے ہیں اور یہودیوں کا کردار ادا کرتے ہیں)

نوٹ

فتاوی شامی (ردالمختار)فتوی کی ایسی کتاب ہے کہ اس کے بغیر کسی حنفی مفتی کو فتوی چلانا بہت مشکل ہے خواہ وہ مفتی بریلوی ہو خواہ دیوبندی اور یہ کتاب فتاوٰی شامی عموماً ہر حنفی مفتی کے پاس ہوتی ہے لہذا مفتی ہو کر یہ کہنا کہ فتوی کی کسی کتاب میں انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں ہے

یہ سراسر کتمان شانِ مصطفیﷺ ہے اور یہ اس کے مترادف ہے کہ کوئی دوپہر کے وقت جبکہ آفتاب پوری چمک دمک کے ساتھ فلک پر تابندہ ہو اور کوئی کہے کہ سورج ہے ہی نہیں اللہ تعالی بغض رسول کی منافقانہ بیماری سے بچائے آمین

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر — کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر — تیرے دل میں کس سے بخار ہے

محمد الیاس حنفی دیوبندی فیصل آبادی کی خیانت اور جھوٹ

اسی طرح ایک اور دیوبندی حنفی عالم نے ایک کتاب لکھی ہے ,,نماز پیمبرﷺ،،
وہ اس میں لکھتے ہیں کہ انگوٹھے چومنے والی احادیث موضوع ہیں اور یہ کام شانِ نبوت میں گستاخی ہے جیسا کہ بعض مبتدعین اذان و اقامت میں انگوٹھے چومتے ہیں اس کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں یہ سب من گھرٹ قصے ہیں ۔ص 112-110

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ علامہ شامی اور علامہ طحطاوی اور صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی،ملا علی قاری صاحب مرقات ،اور مجدد الف ثانی یہ سب بدعتی اور گستاخ تھے اور موضوع احادیث بیان کیا کرتے تھے اگر یہ سب بدعتی تھے تو پھر ان کی کتابوں سے فتوی دینا بند کردو اور اپنے آپ کو حنفی کہلوانا بند کردو کیونکہ بدعتی کی روایت کیسی ؟ کیا یہ سب موضوع روایات بیان کیا کرتے تھے اگر ایسا ہی ہے تو پھر فقہ حنفی ختم ائمہ دین پر اتنا بڑا الزام حنفی کہلانے والے کو زیب نہیں دیتا۔الیاس صاحب لکھتے ہیں ۔ جناب احمد

رضا خاں صاحب بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ انگوٹھے چومنا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں تو آ جا کے بعض ضعیف اور مجروح قصے ہیں جن کا سہارا لیا جاتا ہے۔
الیاس بے چارے کو علم ہی نہیں کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک پوری کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ,,منیر العین،، جو 198 صفحہ پر مشتمل ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ انگوٹھے چومنے والی کوئی روایت موضوع نہیں ہے۔اور محدثین اور ائمہ دین سے ثابت کیا ہے کہ انگوٹھے چومنا قطعا جائز ہے جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم ہیں اور یہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کی سنت ہے۔اگر الیاس صاحب اس کتاب کا مطالعہ کریں تو انہیں پتہ چلے کہ علم حدیث اور اصول حدیث کیا چیز ہے اور پھر امام اہل سنت پر بہتان باندھنے کی جراءت نہ کرتے۔

الیاس صاحب جلال الدین سیوطی کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ سب علامہ سیوطی پر بہتان ہے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کا نام سن کر انگھوٹے چومنے والی روایت اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں درج کی ہے۔

حدیث :206

اخرج ابو نعیم فی (الحلية) عن وهب قال :كان في بني إسرائيل

رجل عصى الله مائتي سنة ثم مات ، فأخذوه فألقوه على مزبلة فأوحى الله إلى موسىٰ ان اخرج فصل عليه قال يارب: بنو إسرائيل شهدوا أنه عصاك مائتي سنة فأوحى الله إليه هكذا كان إلا أنه كلما نشر التوراة ونظر إلى اسم محمد ﷺ قبله ووضعه على عينيه وصلى عليه فشكرت ذلك له وغفرت ذنوبه وزوجته سبعين حوراء ۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں ابو نعیم نے ,,حلیہ،، میں حضرت وہب سے بیان کیا ہے۔کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی دوسو سال نافرمانی کی پھر وہ فوت ہوگیا تو لوگوں نے اسے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر (روڑھی) پر ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے موسیٰ نکل کر اس کی نماز جنازہ پڑھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دوسو سال تیری نافرمانی میں گزارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یہ بات درست ہے وہ ایسا ہی تھا لیکن جب وہ تورات کھولتا اور محمد ﷺ کے اسم کی طرف دیکھتا اس کو چومتا اور اس کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھتا اور درود پڑھتا تھا میں نے اس کی یہ نیکی قبول کر لی ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دی ہیں۔

خصائص کبریٰ علامہ جلال الدین سیوطی باب ذکرہ فی التوارۃ والانجیل 29/1
القول البدیع :174 حلیۃ الاولیاء 42/4 سیرت حلبیہ 80/1 مقاصد السالکین 50
البرہان ص:452

تعظیم جس نے کی محمد نام کی خدا نے اس پر آتش دوزخ حرام کی

اس واقعہ کو خارجی نظریات والے رد کر دیتے ہیں لیکن اس حدیث کے متعلق کیا کہیں گے جس میں ہے کہ ایک سو آدمیوں کا قاتل اللہ والوں کی طرف سفر کرنے سے بخشا گیا بخاری:3470 مسلم2766 مشکوۃ:2327

جب اتنا بڑا مجرم صرف نسبت کی وجہ سے بخشا جا سکتا ہے تو کیا ایک مجرم حبیب خدا ﷺ کے نام پاک کی تعظیم کی وجہ سے نہیں بخشا جا سکتا؟

میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو جرم کھلتے جائیں یہ چھپاتے جائیں گے

خارجی نظریات والے جو کہ عمل کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمل ہی سب کچھ ہے جس کے عمل خراب ہیں وہ دوزخ جائے گا وہ لوگ ایسے واقعات کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں لو دیکھو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص دوسو سال گناہ کرتا رہے اور ایک چھوٹی سی بات پر جنت پہنچ جائے؟ ایسے لوگوں کی نظر عدل پر ہوتی اللہ کے فضل پر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ لوگ منکر حدیث بن جاتے ہیں۔

اس حدیث کے متعلق کیا کہیں گے جس میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے کو کتے کو پانی پلایا اور وہ بخشی گئی بخاری:3467 مسلم:2245 مشکوۃ1902

یہ ہے اللہ کا فضل اور خارجی لوگ کہتے ہیں ہاں اس عورت نے اللہ کی ایک مخلوق پر رحم کیا تھا جس کی وجہ سے بخشی گئی تو میں پوچھتا ہوں کیا تمہارے نزدیک ایک خسیس جانور کتے

کی اتنی اہمیت ہے کہ اس پر رحم کرنے سے ایک بدکارہ عورت کے زندگی بھر کے گناہ معاف ہو جائیں تو کیا ساری مخلوق سے افضل اور امام الانبیاء کی دربار الٰہی میں کوئی وقعت نہیں کہ ان کے نام پاک کی تعظیم سے ایک گناہگار بخشا جائے۔ یہ عداوت رسول اور بغض رسول نہیں تو اور کیا ہے۔

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

کسی محدث نے انگوٹھے چومنے والی حدیث کو موضوع نہیں کہا صرف لا یصح کہا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں ہوتا۔ القول المسدد فی الذب عن المسند احمد

علامہ سمہودی فرماتے ہیں: کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجت ہوتی ہے، اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے۔ جواہر العقدین

تفصیل کیلئے دیکھیں منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین مولانا احمد رضا خاں رحمہ اللہ ص 21-27

امام ترمذی بعض دفعہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے یا ضعیف ہے لیکن اس پر اہل علم کا عمل ہے اگر ضعیف حدیث موضوع (من گھڑت) کی طرح ہوتی تو اس پر عمل جائز نہ ہوتا اور نہ امام ترمذی اس کو اپنی کتاب میں درج کرتے۔ اگر کوئی محدث ایک حدیث کو موضوع بھی کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ حدیث موضوع نہیں بن جاتی جب تک اکثر محدثین اس کے موضوع ہونے پر اتفاق نہ کرلیں۔ جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کی ابتداء حافظ ابن حجر عسقلانی سے ایک فتوی درج کیا گیا ہے۔ کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ امام ابوحفص عمر بن علی القزوینی نے مشکوۃ کی اٹھارہ حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ تو علامہ ابن حجر نے اپنی تحقیق سے ثابت کردیا کہ ان میں سے ایک بھی حدیث موضوع نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں، بعض حسن ہیں اور بعض صحیح ہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض محدثین صحیح حدیث کو بھی موضوع کہہ دیتے ہیں تو اگر کوئی انگوٹھے چومنے والی حدیث کو موضوع کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ حدیث موضوع نہ ہو جائے۔

پاکستانی مشکوۃ کا تو مجھے علم نہیں لیکن سعودی عرب میں ملنے والی ہر مشکوۃ کے شروع میں یہ فتوی درج ہے جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے۔

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف باتفاق فقہاء اور محدثین قابل عمل ہے

علامہ سخاوی فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابوزکریا امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا ہے

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل

في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا وأما الأحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها إلا بالحديث الصحيح أو الحسن۔

محدثین اور فقہاء نے فرمایا ہے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے جب تک کہ وہ حدیث موضوع نہ ہو لیکن احکام یعنی حلال وحرام، بیع وشراء، نکاح وطلاق وغیرہ میں ضعیف احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا ان میں صرف حسن اور صحیح پر عمل کیا جائے گا۔

القول البديع ص 363

حدیث کو ضعیف کہنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ

حدیث: 207

حدیث شریف میں بدھ کے دن ناخن تراشنا منع ہے اور برص (کوڑھ سفید داغ) کا مرض لاحق ہوسکتا ہے بعض علماء نے کتروائے کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا تو انہوں نے کہا کہ حدیث صحیح نہیں فوراً اس بیماری میں مبتلا ہو گئے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنے حال کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے عرض کی میرے نزدیک یہ حدیث صحت کو نہ پہنچی تھی ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی نہ تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کانوں تک پہنچی یہ

فرما کر حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دوجہاں و دستگیر بے کساں ہے ان کے بدن پر لگا دیا فوراً اچھے ہوگئے انہوں نے اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث کی مخالفت نہ کرونگا۔

(نسیم الریاض شرح شفا القسم الاول الباب الثانی الفصل الرابع نظافۃ جسمہ ﷺ) منیر العین ص ۲۷ از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ حدیث ان لوگوں کے لمحۂ فکریہ ہے جو فضائلِ اعمال یا عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حدیثوں کو ضعیف کہہ کر حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ کہیں وہ کوڑھ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

باب نمبر:5

نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا

حدیث:208

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھیں

بخاری کتاب الاذان حدیث ۷۴۰-مشکاۃ کتاب الصلاہ حدیث-۷۹۸

وضاحت:-ذراع کلائی سے لیکر کہنی تک کو کہتے ہیں یہاں ناف کے نیچے کلائی پر ہاتھ رکھنا مراد ہے اگر سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہوتا تو مرد کی قید نہ ہوتی کیونکہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔

مراۃ شرح مشکاۃ

حدیث:209

حضرت قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں سے پکڑتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں ہلب کی حدیث حسن ہے بعض صحابہ کرام، تابعین اور دیگر فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے

بعض کہتے ہیں ناف کے اُوپر رکھے اور بعض کہتے ہیں ناف کے نیچے رکھے ان کے نزدیک دونوں میں گنجائش ہے

ترمذی کتاب الصلاہ حدیث-۲۵۲-مشکاۃ کتاب الصلاہ حدیث-۸۰۳

وضاحت:-اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے اور دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں اس کی کلائی پر رکھے (ناف کے نیچے) جیسا آج کل عام مسلمان کرتے ہیں۔مراۃ شرح مشکاۃ

حدیث:210

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو اس طرح رکھا کہ وہ بائیں ہاتھ کی پشت گٹے اور کلائی پر تھا۔

ابوداود کتاب الصلاہ حدیث-۷۲۷

اس سلسلہ میں تین قسم کے عمل منقول ہیں

(۱) دائیں کلائی کو بائیں کلائی پر رکھنا جیسا کہ حدیث (۱) میں ہے۔

نمبر:۲ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنا جیسا کہ حدیث (۲) میں ہے۔

نمبر:۳ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا جیسا کہ حدیث (۳) میں ہے لیکن بعض لوگ پہلی حدیث پر عمل کر کے بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن فقہاء احناف کی نظر چونکہ احادیث پر وسیع ہے لہذا اُن کے ہاں مسنون و مستحسن یہ ہے کہ ان تمام صورتوں کو جمع کیا جائے تا کہ تمام احادیث عمل پر ہو جائے۔

نماز کے شروع میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چاہئے اس طور پر کہ ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

نماز کے کے آغاز میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں تین مذاہب ہیں۔

ایک یہ کہ ہاتھ بلند کئے جائیں لیکن اس میں کوئی مقدار مقرر نہیں ان کا استدلال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو کھینچتے ہوئے بلند کرتے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کاندھوں تک ہاتھ بلند کئے جائیں اس گروہ کا استدلال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔

تیسرا گروہ جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ بھی شامل ہیں ان کے نزدیک کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں۔

وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ

حدیث:211

عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ إذا كبر لافتتاح الصلاة رفع يديه حتى يكون إبهاماه قريبا من شحمة أذنيه .

رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی نرم جگہ (لو) کے قریب ہو جاتے۔

شرح معانی الآثار 1/197-195

حدیث:212

عن مالك بن الحويرث انه رأى النبي ﷺ يحاذي بهما فروع اذنيه

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کانوں کی لو تک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

مسلم :391 مشکوۃ :795

ان مختلف قسم کی احادیث پر عمل صرف تیسرے گروہ یعنی احناف کے مسلک کے مطابق کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں وائل بن حجر کی حدیث فیصلہ کن ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو دیکھا تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر آئندہ سال آیا تو ان (صحابہ کرام) پر چادریں اور لمبی ٹوپیاں تھیں تو انہوں نے ہاتھ اٹھائے حضرت شریک (راوی) فرماتے ہیں :سینے تک اٹھائے۔ معلوم ہوا کہ جب نمازی پر کوئی چادر وغیرہ ہو تو ہاتھ کندھوں تک اٹھائے جا سکتے ہیں لیکن چادر وغیرہ نہ ہو تو کانوں تک اٹھائے جائیں اس طرح تمام احادیث پر عمل ہوگا۔
شرح معانی الآثار 195-197/1

بعض روایت میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں تک فقہاء احناف کی نظر چونکہ صرف ایک حدیث پر نہیں بلکہ احادیث پر ہوتی ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ ,,تکبیر کہتے وقت اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے برابر انگوٹھے کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہئے ،ان کے نزدیک ہاتھ باندھ

کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے نفل میں جائز ہے۔ بدایۃ المجتہد 99/1

امام احمد کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے پہنچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگل سے حلقہ بنائے مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔

امام شافعی کے نزدیک مرد و عورت دونوں کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مؤید حسب ذیل احادیث ہیں

حدیث :213

عن علی رضی اللہ عنہ قال:

اَلسُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلَاۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

ابوداود حدیث:۷۵۶ کتاب الصلاۃ احمد :833 المصنف ابن ابی شیبہ 391/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

حدیث :214

عن علی رضی الله عنه قال:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلاة وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلى الشمالِ تَحْتَ السُّرَّةِ

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ دار قطنی 286/1

حدیث :215

عن ابی ہریرۃ رضی الله عنه قال:

أخذ الأكف على الأكف في الصلاة تَحْتَ السُّرَّة ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

ابوداود حدیث:758 کتاب الصلاۃ

حدیث :216

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة تَحْتَ السُّرَّة ۔

علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

المصنف ابن ابی شیبہ 390/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

حدیث :217

عن انس رضی الله عنه قال: ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الإفطار و تاخير السحور ووضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلاة تَحْتَ السُّرَّة ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ جلدی افطار کرنا دیر سے سحری کھانا اور نماز میں ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

الجوہر النقی علی البیہقی ۔شرح مسلم سعیدی ج ۱ص ۱۱۶۲

وضاحت:۔جن روایات میں فوق السرہ (ناف کے اوپر) یا فوق الصدر (سینے کے اوپر) ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ حنفیہ کے نزدیک بیانِ جواز پر محمول ہیں۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر بحث ونظر

عن وائل انه رأى النبي ﷺ وضع يمينه على شماله ثم وضعها على صدره

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ سنن کبریٰ بیہقی

اس حدیث کے متعلق علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات بیان کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ غیر معروف ہے۔

نیز امام بیہقی نے کہا اس حدیث کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے اس مؤمل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کردیں تھیں اور وہ محض اپنے حافظہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطاء تھا اور میزان میں ہے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث تھا۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطا ہے، امام بیہقی نے حضرت علی نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر امام بیہقی نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے حضرت علی نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے، اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمر وفکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے، ابو یعلی موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے یہ صراحۃ غلط ہے ابو مجلز کا مذہب ناف

کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمرو نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کردیا۔ ابو حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

الجوہر النقی علی البیہقی ص30-32/2-شرح مسلم سعیدی ج اص1121-1162/1

خلاصہ یہ کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے ثابت ہے اس لئے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے مردوں کے حق میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لئے اس میں زیادہ ستر ہے۔ شرح مسلم سعیدی 1122/1

سینہ پر ہاتھ باندھنے والوں کے پاس چار دلائل ہیں

ان کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے

جائزہ دلیل (۱)

ابن خزیمہ کے الفاظ یہ ہیں

عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی ﷺ فوضع یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ

یہ روایت تین طرح سے منقول ہے

(۱) المصنف ابن ابی شیبہ 1/390 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی میں علی صدرہ کی بجائے تحت السرۃ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں

(۲) ابن خزیمہ میں علی صدرہ کے الفاظ ہیں

ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں :اس حدیث کے نقل کرنے والوں میں مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کئے جس کے متعلق امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث تھا۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطا ہے اور امام ابو زرعہ فرماتے ہیں۔وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا۔،،

نیز اس روایت کی سند میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کا اپنا مسلک یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں اگر یہ روایت قابل عمل ہوتی تو حضرت سفیان ثوری اس پر ضرور عمل کرتے۔

(۳) وائل بن حجر کی روایت کو بزاز نے بھی نقل کیا ہے اس میں علی صدرہ کی بجائے

عند صدرہ کے الفاظ ہیں۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن حجر ہے ،، لہ مناکیر جو بہت سی منکر روایات کا راوی ہے۔

الغرض یہ روایت تین طرح سے منقول ہے ایک میں تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔دوسرے میں مؤمل بن اسماعیل اور تیسرے میں محمد بن حجر جیسے راوی ہیں پھر اس سے کیونکر استدلال ممکن ہے۔

جائزہ دلیل نمبر۲

عن هلب قال رأيت النبي ﷺ يضع يده على صدره

مسند احمد

تفرد به اسماك بن حرب ولينه غير واحد وقال النسائي ،، إذا تفرد به بأصل لم يكن حجة ۔

اس روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے اور اس کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اس کی روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

نیز اس روایت کی سند میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کا اپنا مسلک یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں اگر یہ روایت قابل عمل ہوتی تو حضرت سفیان ثوری اس پر ضرور عمل کرتے۔

جائزہ دلیل نمبر۳

عن طاؤس قال کان رسول اللہ ﷺ یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ ثم یشد بینھما علی صدرہ وھو فی الصلاۃ

مراسیل ابی داود حدیث:759

(۱) علامہ نیموی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے

(۲) یہ روایت مرسل ہے۔ ملخص معارف السنن 435-445

جائزہ دلیل نمبر۴

عن ابن عباس قال ضع یدك الیمنیٰ علی الشمال عند النحر

اس کی سند میں یحیٰ بن ابی طالب ہے جس کی بابت موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں ,,میں گواہی دیتا ہوں اس کی عادت جھوٹ بولنے کی تھی،، امام ابوداود نے اس کی نقل کردہ احادیث کو حذف کردیا تھا۔ میزان الاعتدال 263/3

اس کی سند میں روح راوی ہے جس کی بابت ابن حبان فرماتے ہیں یروی الموضوعات و لا تحل الروایۃ عنه ,,وہ من گھڑت روائتیں نقل کرتا ہے اس سے روایت کرنا حلال نہیں،،

آمین بالسر پر دلائل

احناف کا مذہب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں گے اور یہی امام مالک کا بھی ایک قول ہے اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے غالباً احناف کے دلائل پر مطلع ہو کر رجوع فرمالیا۔ ورنہ قول قدیم ان کا یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہئے امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہئے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے ورنہ بالاتفاق دونوں جائز ہیں مگر احناف کے ہاں آہستہ افضل ہے اور امام شافعی کے قول قدیم میں بلند آواز سے ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں۔

آمین ذکر ہے یا دعا؟ امام بخاری نے حدیث نمبر :780 کے شروع میں عطا کا قول نقل کیا ہے کہ آمین دعا ہے۔ آمین کا دعا ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ سورہ یونس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں منقول ہیں۔ ان دعاؤں کے ختم ہونے کے بعد قرآن کریم میں ہے ﴿قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا﴾ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ (سورہ یونس آیت:۸۹) اس سے پہلے صرف موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں مذکور ہیں ساتھ کسی اور کی دعا کا ذکر نہیں۔

اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُكَ لیکن یوں نہیں فرمایا گیا بلکہ دَعْوَتُکُمَا فرمایا ہے اس کی توجیہ یہی ہوسکتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے قرآن کریم میں آمین کو بھی دعا قرار دے کر دَعْوَتُکُمَا کا لفظ فرمایا گیا ہے۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے۔اور دعا کا ادب قرآن کریم نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دعا وہ ہے جس میں عاجزی اور خفاء ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

سورہ الاعراف آیت ۵۵

اس آیت کے ذیل میں ابن کثیر لکھتے ہیں:

حدیث :218

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازوں کو بلند کرنا شروع کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگوں میانہ روی سے کام لو تم کسی بہرے یا غائب شخص کو نہیں پکار رہے جس کو تم پکارتے ہو وہ ہر بات کو سننے والا ہے نزدیک ہے۔تفسیر ابن کثیر بخاری حدیث 2992

دوسری جگہ ارشاد ہوا: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا جب اس نے اپنے پروردگار کو آہستہ

پکارا سورہ مریم آیت:۳

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کہ حق تعالیٰ کو آہستہ دعا اچھی لگتی ہے نماز کی دوسری دعائیں مثلاً دو سجدوں کے درمیان والی دعا اور التحیات والی دعائیں بھی سراً ہی پڑھی جاتی ہیں۔ان امور سے معلوم ہوا کہ آمین میں بھی اخفاء ہی افضل ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ آمین ذکر ہے اس صورت میں بھی اس کا اخفا اولی ہے۔

چونکہ ارشاد ربانی ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو خوف اور عاجزی کے ساتھ اور زبان سے آواز بلند کئے بغیر صبح وشام۔سورہ الاعراف :205

اس لئے امام ابو حنیفہ نے ایک مختصر سے جملہ میں سارے مسئلہ کو حل کردیا کہ اگر آمین دعا ہو تو سورہ الاعراف آیت ۵۵ کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہئے اور اگر آمین ذکر ہو تو سورہ الاعراف :205 کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہئے۔

حدیث:219

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز میں دو

سکتے ہوتے تھے ایک سکتہ جب نماز میں داخل ہوتے دوسرا سکتہ جب ولا الضالین کی قراءت سے فارغ ہوتے۔

ابوداود :779 ترمذی :251 مشکوۃ حدیث 818

پہلے سکتے میں ثناء پڑھتے تھے سکتہ سے مراد یہ کہ جہری آواز سنائی نہیں دیتی تھی بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ چپ ہیں واقعہ میں اس سکتہ میں ثناء سراً پڑھتے تھے۔دوسرا سکتہ آمین کا ہے۔معلوم ہوا کہ آمین سراً پڑھتے تھے ثناء کی طرح ورنہ سکتہ کا کوئی معنی ہی نہیں۔

یاد رہے کہ دوسرا سکتہ بالکل مختصر ہوتا تھا جبکہ پہلا اس کی نسبت لمبا ہوتا تھا اس لئے عمران بن حصین پہلے سکتے کو مانتے تھے اور دوسرے کا انکار کرتے تھے۔کیونکہ وہ اتنا مختصر تھا کہ عمران بن حصین اس کو نا قابل شمار سمجھتے تھے۔

حدیث :220

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا یقول لا تُبَادِرُوا الإمَامَ إذا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وإذا قال وَلا الضَّالِّيْنَ فَقُولوا آمِيْن وإذا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وإذا قال سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ

امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جب وہ وَلا الضَّالِّيْن کہے تو آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

مسلم حدیث :415 بخاری :722 مشکوۃ :1138

اس روایت میں ارشاد ہوا کہ امام کے وَلا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو اور اسی روایت میں ہے اور جب وہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔اور ظاہر ہے کہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ آواز میں کہا جاتا ہے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور تکبیر بھی آہستہ آواز میں کہی جاتی ہے اور بعینہ اسی قسم کے الفاظ آمین کہنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔لہذا اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ آمین بھی آہستہ آواز ہی سے ہی کہنی چاہئے۔

حدیث :221

عن وائل بن حجر انہ قال:صلیت خلف النبی ﷺ فلما قرأ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْن وأخفى بِهَا صَوْتَه

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِيْنَ پڑھاتو آمین کہا اوراپنی آواز کو پست رکھا۔

ابوداودالطیالسی،ابویعلی موصلی،دارقطنی،حاکم فی مستدرکه من حدیث شعبة

عن سلمة بن كهيل عن حجر ابی العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه ۔

نصب الرایۃ 369/1 حاشیہ طحاوی 204/1 امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے
شیخین نے اسے روایت نہیں کیا

اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ آمین آہستہ پڑھتے تھے۔

حدیث :222

امام بخاری روایت کرتے ہیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :إذا أَمَّنَ الإمامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَهُ تَأْمِينُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب امام آمین کہےتو آمین کہو،کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی ،اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

بخاری حدیث :780 مسلم :410 مشکوۃ :825

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اس لئے ان سے

موافقت اس وقت ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے۔

شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی بخاری کی حدیث نمبر 780 کے تحت لکھتے ہیں:

امام بخاری نے آمین بالجہر پر دوباب باندھے ہیں ایک جهر الإمام بالتأمين امام کا بلند آواز سے آمین کہنا دوسرا جهر المأموم بالتأمين مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا۔حیرت اس پر ہے کہ امام بخاری جیسے امیر المؤمنین فی الحدیث اورامام ائمۃ المحدثین کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملی جس سے امام اور مقتدی یا ان میں سے کسی ایک کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے کا اثبات ہوتا۔اس کا صاف مطلب ہے کہ امام بخاری کی شرط پر کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت مل سکے۔اس مسئلہ پر دو باب باندھ کر کوئی حدیث نہ لانا کیا معنی رکھتا ہے۔اور جو حدیث لائے ہیں ان سے کسی طرح بلند آواز سے آمین کا ثبوت نہیں ہوتا جیسا کہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔

آج کل غیر مقلدین مسلمانوں میں فس اور شور مچانے کے لئے بلند آواز سے آمین کہنے پر چھیڑ خانیاں کرتے رہتے ہیں آمین بالجہر زبردستی کہلاتے ہیں۔اس میں اتنا تشدد کرتے ہیں کہ جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں احناف اگر رفع یدین نہیں کرتے یا آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تو انہیں مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے۔

ایک غیر مقلد مجتہد نے اس حدیث سے آمین بالجہر یوں ثابت کیا ہے کہ حدیث

میں ہے ,, جب امام آمین کہے تو آمین کہو، اگر امام بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا تو مقتدیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ امام نے آمین کہا۔

اقول: اولاً اس شانِ اجتہاد کی داد نہیں دی جاسکتی ۔ جب ایک ہی حدیث کے بعد یہ حدیث موجود ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو (782) اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ امام کب آمین کہے گا۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام ولا الضالین کے بعد آمین کہتا ہے اسی وقت تم بھی آمین کہو بقول آپ کے یہ تو ثابت ہوگیا کہ امام بلند آواز سے آمین کہے مگر مقتدی کے لئے بلند آواز سے آمین کہنا اب بھی ثابت نہ ہوا۔
یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جن سے بقول غیر مقلدین آمین کا بالجہر اثبات ہوتا ہے کہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف امام کے لئے مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنا چاہئے اس کا ثبوت کسی حدیث سے کسی طرح نہیں۔ بلکہ ان احادیث میں نظر دقیق ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں گے۔ اس لئے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اگر بلند آواز سے آمین کہتے تو ضرور سنائی دیتا۔ اور موافقت میں اصل کمال موافقت ہے یعنی جہاں تک ہو سکے ہر طرح موافقت ہو یعنی وقت میں بھی موافقت ہو اور وصف میں بھی ہو۔ وصف میں موافقت یہ ہے کہ جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ویسے ہی نمازی بھی آمین کہیں۔ تو بخاری کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ آمین کہنا سنت ہے۔

اس پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ بخاری کی دوسری حدیث میں ہے ,, جب تم میں کوئی

آمین کہے اور آسمان میں فرشتے بھی آمین کہیں ،، (781) اور ظاہر ہے کہ آسمان کی آواز ہم کیسے سنیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ یہ صحیح ہے کہ بعض روایتوں میں فی السماء ہے اور بخاری کی حدیث نمبر 782-780 میں فی السماء نہیں۔ اس لئے ملائکہ سے صرف آسمان کے فرشتے مراد نہیں بلکہ وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں شریک ہیں خواہ وہ آسمان کے ہوں یا زمین کے۔ اب اگر آسمان کے فرشتوں کی آواز نہیں سن سکتے تو اگر زمین والے فرشتے بلند آواز سے آمین کہتے تو یہ ضرور سنائی دینا چاہئے تھا۔

فائدہ

بخاری کی حدیث نمبر (782) میں ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے بظاہر امام کے آمین کہنے کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ تقسیم سے مفاد ہوتا ہے کہ امام آمین نہیں کہے گا لیکن جب دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ امام بھی آمین کہے گا تو وہ احادیث اس کی مبین ہوئیں ۔
اس حدیث سے آمین بالجہر پر استدلال کرتے ہوئے ابن منیر نے کہا کہ جب قول کا حکم ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ جہری ہو اور اگر اس سے مراد سرّی ہوتا ہے تو سرّی کی قید ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے اصل کے لحاظ سے جہری قول مراد ہوگا۔
اقول وباللہ التوفیق۔ یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے۔ بہت سی جگہ قول مطلق ہے اور مراد

سرّی یا نفسی ہے مثلاً بخاری کی حدیث نمبر (734) میں ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور ربنا لك الحمد بالاتفاق آہستہ کہا جاتا ہے۔

شبہات

امام ابو داود 932-933 نے حضرت سفیان کے طریقے سے اپنی سند کے ساتھ باسقاط علقمہ اس حدیث کو روایت کیا اس میں ہے فجهر بآمين ,,آمین بلند آواز سے کہا،، ورفع بِهَا صَوْتَه اور ترمذی :248 میں ہے ومَدَّ بِهَا صَوْتَه
نیز نسائی 931 اور ابن ماجہ 855 نے اپنی سند کے ساتھ عبد الجبار بن وائل عن ابیہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے قال آمين فسمعته و أنا خلفه

جواب

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں فرماتے ہیں:
کہ ابو داود اور ترمذی نے جو روایت کیا ہے اس کے معارض خود امام ترمذی کی وہ حدیث ہے جو امام شعبہ سے اسی سند کے ساتھ تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے جس میں حجر بن عنبس کے حجر ابی العنبس ہے۔امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدیث:223

عـن سلمة بن كُهَيلٍ عن حُجْرٍ ابی العَنْبَسِ عن علقمة بن وائل عن ابيه أنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

ترمذی:248

اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے امام ترمذی نے کہا۔

میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے۔سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔شعبہ نے کئی جگہ خطا کی انہوں نے حجر ابی العنبس کہا حالانکہ وہ حجر بن عنبس ہے ان کی کنیت ابن السکن ہے اور اس میں علقمہ کو بڑھا دیا حالانکہ علقمہ کے واسطے کے بغیر حجر ابو وائل راوی ہیں، خفض بِهَا صَوْتَهُ کہا حالانکہ مَدَّ بِهَا صَوْتَه ہے۔

اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا ہے۔امام شعبہ جیسے جلیل القدر مسلّم الثبوت محدث کے لئے یہ کہنا کہ ,,انہوں نے خطا کی،، خود خطا ہے۔کیسے ان کی طرف خطا کی نسبت درست ہو سکتی ہے جبکہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور یہ کہنا کہ حجر ابی العنبس نہیں، غلط ہے۔یہ ابو العنبس بھی ہیں اور حجر بن عنبس بھی ہیں۔اس پر ابن حبان نے الثقات میں جزم

کیااور کہا۔ان کی کنیت ان کے باپ کے نام پر ہے یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی کنیت ابوالسکن بھی ہواور ابوالعنبس بھی ہو۔ایک شخص کی دو کنیت ہوسکتی ہیں نیز ابوداود میں حجر ابی العنبس ہے اور علقمہ کا زائد ہونا مضر نہیں ثقہ کی زیادتی مقبول ہے خصوصا شعبہ جیسے امام کی رہ گیا خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ اورمَدَّ بِهَا صَوْتَه کا معاملہ تو خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ کی مؤید دار قطنی کی روایت ہے جو انہیں حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے اس میں ہے وَأَخفَى بِهَا صَوْتَه ہے اس پر دار قطنی نے یہ طعن کیا کہ اس میں شعبہ سے وہم ہوگیا ہے۔اس لئے کہ سفیان ثوری اور محمد بن سلمہ بن کہیل وغیرہ نے انہیں سلمہ بن کہیل وغیرہ سے جو روایت کی ہے اس میں وَرَفع بِهَا صَوْتَه ہے اسی طرح صاحب تنقیح نے اس پر یہ طعن کیا کہ بیہقی نے بطریق ابوالولید طیالسی خود شعبہ سے جو روایت کیا ہے اس میں وَرَافعاً صَوْتَه ہے یہ خود شعبہ کی روایت سفیان کی روایت کے موافق ہے۔بیہقی نے معرفت میں کہا اس روایت کی سند صحیح ہے،شعبہ نے خود کہا کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں۔یحیٰ قطان اور یحیٰ بن معین نے کہا جب شعبہ اور سفیان میں مخالفت ہو تو سفیان کی بات قبول کی جائے گی۔یہ بھی کہا کہ امام بخاری وغیرہ نے اجماع کیا کہ اس روایت میں شعبہ سے خطا ہوئی ان سب کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں:-

شعبہ اور سفیان دونوں امام عظیم ہیں اور دونوں ایک پائے کے ہیں۔پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا ہو۔اگر شعبہ معصوم نہیں تو سفیان بھی معصوم نہیں۔پھر

اس پر اصرار کہ شعبہ ہی سے وہم ہوا ہو،مکابرہ ہے۔نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں اسناد صحیح ہوں۔اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا کہ جہر سے آمین کہنا بھی ثابت ہے اور پست آواز سے کہنا بھی ثابت ہے۔اور ہر ایک پر ایک ایک جماعت نے عمل کیا۔

اقول:امام شعبہ نے جو یہ کہا کہ سفیان مجھ سے احفظ ہیں۔مگر خود سفیان ثوری نے کہا کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ابو طالب نے امام احمد سے روایت کرتے ہوئے کہ شعبہ حدیث میں سفیان سے احسن ہیں شعبہ کے زمانے میں شعبہ کے مثل یا ان سے اچھا حدیث میں کوئی نہیں تھا ان کو اس کا پورا پورا حصہ ملا تھا۔امام نسائی نے کہا میں نے امام بخاری سے پوچھا:شعبہ اثبت ہیں یا سفیان،تو انہوں نے فرمایا:کہ سفیان حافظ اور صالح شخص تھے۔شعبہ ان سے زیادہ اثبت اور اتقی تھے۔یہ سب تہذیب التہذیب میں ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ حدیث میں تعارض ہے تو ان میں کسی ایک کو کسی اور دلیل سے ترجیح دیں گے۔حدیث کے بعد دلیل شرعی صرف قیاس ہے اس لئے اس سے ترجیح دی جائے گی اور قیاس اس کا مقتضی ہے۔کہ ترجیح سراً آمین کہنے کو ہے۔اس لئے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل سرّ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

سورہ الاعراف آیت ۵۵

ابن قطان نے مذکورہ بالا جرحوں کے علاوہ ایک اور جرح کی تھی۔کہ حجر کا حال معلوم نہیں۔علامہ عینی نے فرمایا۔حجر کا حال اگر آپ کو نہیں معلوم تو نہ معلوم ہو مگر صرف آپ

کے نہ جاننے سے وہ مجہول نہ ہو جائیں گے۔ان کا حال کیسے نہیں معلوم حالانکہ وہ صحابی ہیں۔بغوی ابوالفرج ابن اثیر وغیرہ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔اگر کوئی صحابی نہ مانے تو تابعی یقیناً ہیں۔ایک جماعت نے ان کی تعریف کی انہیں ثقہ کہا۔انہیں میں خطیب بغدادی بھی ہیں۔انہوں نے لکھا ہے۔کہ یہ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور مدائن میں ان کے ساتھ رہے۔یہ ثقہ ہیں ان کی حدیث سے متعدد ائمہ دلیل لائے ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ابن معین نے کہا کوفے کے رہنے والے ثقہ مشہور ہیں۔

رہ گیا حجر اور حضرت وائل کے بیچ میں علقمہ کا توسط تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث علقمہ سے بھی سنی ہو اور وائل سے بھی۔کبھی علو سند کے لئے علقمہ کو ساقط کر کے براہ راست حضرت وائل سے روایت کیا کبھی علقمہ کے واسطے سے یہ کیا اعتراض کی بات ہے۔

نزہۃ القاری شرح بخاری از مفتی محمد شریف الحق امجدی:439/2

خلفاء راشدین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا عمل

حدیث:224

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی روایت کرتے ہیں:

حدثنا سلیمان ابن شعیب الکیسانی، قال حدثنا علی بن معبد، قال

حدثنا ابو بکر بن عیاش، عن ابی سعید عن ابی وائل قال: کان عمر وعلی رضی اللہ عنہما لا یجھران (بسم اللہ الرحمن الرحیم) ولا بالتعوذ ولا بالتامین .

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔یعنی ان تینوں کو آہستہ پڑھتے تھے۔

طبرانی تہذیب الآثار، شرح معانی الآثار باب القراءۃ ببسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلاۃ 204/1
الجوہر النقی 48/2

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

حدیث:225

عن ابی معمر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أنہ قال:

یخفی الإمام أربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین وربنا لك الحمد .

ابو معمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے۔اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لك الحمد .

عینی شرح ہدایہ 620/1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالی شان

حدیث :226

عن ابی وائل عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال:

یخفی الإمام أربعا بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین، واللھم ربنا ولك الحمد، والتعوذ۔

ابی وائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے۔ بسم اللہ، آمین، اللھم ربنا ولك الحمد، اوراعوذباللہ،

المحلی 184/3 البیہقی حاشیہ طحاوی 204/1

حدیث :227

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اربع یخافت بھن الإمام، سبحانك اللھم وبحمدك والتعوذ من الشیطن وبسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفه

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے سبحانك اللھم، اعوذ باللہ، بسم

اللہ اور آمین امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

کتاب الاثار ص:16 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تھوڑے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں سبحانك اللھم کی بجائے اللھم ربنا ولك الحمد ہے۔ پھر دوسری سند کے ساتھ اس کی تخریج کی اس میں ہے کہ پانچ چیزوں کو امام آہستہ ادا کرے اس میں آمین بھی ہے۔

اس تحقیق کے بعد یہ نتائج بکھر کر سامنے آجاتے ہیں

☆ قرآنی تعلیمات کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہئے۔

☆ صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ ربنا لك الحمد کی طرح آمین بھی آہستہ آواز سے کہنی چاہئے۔

☆ آہستہ آمین کی ترجیح کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آیات قرآنیہ اور مسلم کی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

☆ قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی اونچی آمین کا ثبوت نہیں ملتا۔

☆ کسی حدیث میں بھی اونچی آمین کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

☆ اونچی آمین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

☆ آج کل کچھ لوگ مصر ہیں کہ آمین ہمیشہ اونچی آواز سے کہنی چاہئے لیکن وہ جتنی روایات

کا سہارا لیتے ہیں (قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہیں) ان میں ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہنے کا ذکر ہے لہذا ان سے ہمیشہ والا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

☆حدیث کا علم رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ جس روایت میں اونچی آمین کا ذکر ہو تو وہ حاضرین کی تعلیم کے لئے ہے۔چونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپ سورہ فاتحہ کے بعد چند لمحے خاموش رہتے تھے۔لہذا ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہہ کر حاضرین کو بتادیا کہ سورہ فاتحہ کے بعد خاموشی والے لحات میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ کبھی آپ ظہر وعصر میں ایک آدھ آیت اونچی پڑھ لیتے تھے تا کہ نئے آنے والے حضرات کو معلوم ہو جائے کہ قراءت ہو رہی ہے نیز مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سبحانك اللھم بلند آواز سے پڑھا تعلیم کے لئے اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ظہر وعصر میں ایک آیت اور نماز کے شروع میں سبحانك اللھم بلند آواز سے کہنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ سے آمین بالجہر کے جو واقعات منقول ہیں اول تو ان کی اسانید میں اہل علم کو کلام ہے۔پھر احیاناً جہر تعلیم پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔

ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم لکھتے ہیں۔

فإذا جهر به الإمام احيانا ليعلم المامومين فلا بأس بذالك فقد جهر

عمر بالإفتتاح ليعلم المامومين و جهر ابن عباس بقراءة الفاتحة في صلاة الجنازة ليعلم أنها سنة ومن هذا أيضا جهر الإمام بالتأمين ۔

پس امام جب اس (قنوت) کو کبھی جہر کے ساتھ پڑھے تا کہ مقتدی جان لیں تو کوئی حرج نہیں۔چنانچہ مقتدیوں کی تعلیم کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سبحانك اللھم بلند آواز سے پڑھی تھی۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں فاتحہ بلند آواز سے پڑھی تھی تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور امام کا بلند آواز سے آمین کہنا اسی قبیل سے ہے۔

زادالمعاد 70/1

چنانچہ حضرت وائل بن حجر کی حدیث جو جہر کی روایت میں سب سے قوی ہے اس میں اس مضمون کی تصریح موجود ہے

حدیث:228

و قرأ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فقال آمين يمد بها صوته ما أراه إلا يُعَلِّمُنَا ، اخرجہ ابوبشر الدولابی فی الاسماء والکنی

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھا تو آمین کہی آپ اس کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچ رہے تھے۔راوی فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے ۔ اعلاء السنن :186/2

علامہ الترکمانی نے الجوہر النقی میں دعویٰ کیا ہے کہ اکثر صحابہ و تابعین اخفاء آمین پر عامل

تھے۔

جوحضرات جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے جہراً آمین کہنے کو مستحب فرماتے ہیں ان کا مدعا اس وقت ثابت ہوسکتا ہے کہ جب وہ ثابت کردیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دائمی یا اکثری معمول آمین بالجہر کہنے کا تھا۔یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو جہراً آمین کہنے کا حکم فرمایا تھا مگر کسی صحیح صریح حدیث میں یہ دونوں باتیں ثابت نہیں۔

آمین بالجہر پر دلالت کرنے والی احادیث کا جائزہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّيْن پڑھا تو آمین کہی حتیٰ کہ صف اول میں جو آپ سے قریب تھا اس نے سن لی۔ابو داود حدیث :934

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی اسی سند سے ہے اور اس میں ہے کہ مسجد گونج جاتی تھی۔ابن ماجہ 855:

اس حدیث کو غیر مقلدین کے سب سے بڑے محدث ناصر الدین البانی نے سلسلہ احادیث الضعیفہ میں ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے حدیث :951

اس حدیث میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس کو امام بخاری، امام ترمذی، امام احمد، امام نسائی اور ابن حصین نے ضعیف قرار دیا ہے۔نصب الرایۃ 371/1

علامہ بیہقی فرماتے ہیں : ابو الاسباط بشر بن رافع وقد اجمعوا علی ضعفه

تمام علماء کا اجماع ہے کہ ابو الاسباط بشر بن رافع ضعیف ہے۔مجمع 192/1

اس کی سند میں دوسرا راوی ابوعبداللہ عم ابی ہریرہ ہے۔یہ راوی مجہول ہے اور بشر بن رافع کے علاوہ کسی اور نے اس سے نقل نہیں کیا۔نصب الرایۃ 371/1

ابن حبان نے کہا یہ موضوع حدیث روایت کیا کرتا تھا۔

اس حدیث کو حکیم صادق غیر مقلد سیالکوٹی نے اپنی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، میں آمین بالجہر پر استدلال کرتے ہوئے درج کیا ہے لیکن آپ اس کی سند کا حال دیکھ چکے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ہم سے بخاری اور مسلم کی احادیث کا مطالبہ کرنے والے خود اس قسم کی ضعیف الاسناد احادیث لکھ کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔کم از کم اپنے نام ہی کی لاج رکھتے۔

دلیل نمبر۲

حکیم صادق صاحب ,,صلوٰۃ الرسول،، میں لکھتے ہیں آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھی

حضرت ابن الز بیراوران کے پیچھےوالوں نے آمین کہی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی ۔

بخاری

جواب

یہ حدیث نہیں ہے حضرت ابن زبیر کا ایک فعل ہے جو امام بخاری نے بلا سند نقل کردیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ویسے بھی اس میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم خارج نماز یہ تلاوت ہوئی یا نماز میں ظاہر ہے کہ خارج نماز ہوگی تا کہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کی ہیں

دوسرے یہ کہ حضرت ابن زبیر کا یہ فعل عقل اور مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہوسکتی حضور ﷺ کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج کیسے پیدا ہوسکتی تھی ۔ آج کوئی اہل حدیث کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کرکے دکھادیں انشاءاللہ چیختے چیختے مرجائیں گے مگر گونج پیدا نہ ہوگی ۔

تیسرے اگر حکیم صاحب آمین بالجہر پر بخاری و مسلم کی کوئی حدیث پیش کرتے تو اس پر بات ہوتی بلا سند ایک قول پیش کیا ہے ایسے قول کی کیا حیثیت ہے جس کی تائید میں

قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کی جاسکے ۔امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو اقوال پیش کئے ہیں وہ اگر قابل حجت ہیں تو پھر کچھوے اور مینڈک کھانے بھی جائز ہوجاتے ہیں ۔

امام بخاری نے کتاب الذبائح باب قول اللہ تعالی: احل لکم صید البحر میں امام شعبی کا قول نقل کیا ہے ,,کہ اگر میرے گھر والے مینڈک کھانا چاہیں تو میں ان کو کھلاؤں اور امام حسن بصری کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے ۔اگر امام بخاری کے اقوال بھی حدیث کی طرح قابل حجت ہیں تو ان اقوال پر عمل کرتے ہوئے تمام غیر مقلدین کو چاہئے اس مہنگائی کے دور میں بخاری کے اجتہادات پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھر والوں کو مینڈک اور کچھوا بروسٹ کرکے کھلائیں اور حکیم صادق صاحب کی روح کو ثواب پہنچائیں ۔

چوتھے یہ قول قرآن کے بھی خلاف ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو ۔اگر صحابہ نے اتنی اونچی آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو ان سب کی آواز حضور کی آواز سے اونچی ہوگئی ۔قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث یا قول و فعل قرآن کے مخالف ہو قابل عمل نہیں ۔

دلیل نمبر۳

حکیم صادق صاحب ,,صلوٰۃ الرسول،، میں لکھتے ہیں

دو سو صحابہ کرام اونچی آواز سے آمین کہتے تھے ۔

جواب

یہ بھی کوئی صحاح ستہ کی مرفوع حدیث نہیں بلکہ عطاء کا اثر ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دوسو صحابہ کرام کو پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو وہ اونچی آواز سے آمین کہتے تھے۔
اس اثر کو امام شافعی نے اپنی ,,مسند،، میں ابن حبان اور بیہقی کے حوالہ سے درج کیا ہے۔

گھر کی گواہی

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اس اثر کے متعلق حکیم صادق صاحب کے بزرگ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:
میں اثر کی صحت کے متعلق مطمئن نہیں ہوں بلکہ امام شافعی خود بھی اس کی صحت سے مطمئن نہیں ہیں اور انہوں نے اپنی کتاب ,,الام،، میں اس کے برعکس موقف اختیار کیا ہے امام شافعی لکھتے ہیں: جب امام سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو تو وہ بلند آواز سے آمین کہے تا کہ مقتدی اس کی اقتداء کریں، جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہیں لیکن وہ آمین کی آواز اپنے آپ کو سنائیں مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ بلند آواز سے آمین کہیں۔
کتاب الام ص 95/1

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:
اگر امام شافعی کے نزدیک یہ اثر ان صحابہ سے ثابت ہوتا تو کس لئے انہوں نے ان صحابہ کے

فعل کے خلاف عمل کو پسند کیا اس لئے میرے نزدیک اس مسئلہ میں یہی بات درست ہے کہ صرف امام بلند آواز سے آمین کہے گا مقتدی نہیں کہیں گے۔
سلسلہ احادیث الضعیفہ 368/2
غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ اس اثر کی نسبت امام عطاء کی طرف صحیح نہیں اور یہ غیر ثابت ہے۔ اس سے مقتدیوں کے آمین بالجہر سے استدلال کرنا باطل ہے۔

دلیل نمبر۴

حکیم صادق صاحب ,,صلوٰۃ الرسول،، میں لکھتے ہیں

عورتوں کی صف میں آمین کی آواز

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے وَلَا الضَّالِّيْن کہا تو آمین کہا حتیٰ کہ انہوں نے عورتوں کی صف میں سن لی۔

جواب

اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ہے جس کو علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد 264/1 میں اور شوکانی نے نیل الاوطار میں ضعیف قرار دیا ہے۔
شیخ مبارکپوری کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں منکر الحدیث۔ تحفۃ الاحوذی 98/2

دلیل نمبر۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا جب آپ سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوئے تو آپ نے آمین کہی۔

جواب

اس کے متعلق ابن ابی حاتم فرماتے ہیں۔میرے ہاں یہ غلط ہے نیز اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

دلیل نمبر۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب اس حدیث کا مدار اسحاق بن ابراہیم الزبیدی پر ہے اس کے متعلق امام نسائی فرماتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہے،امام ابو داود فرماتے ہیں: حدیث کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔حمص کے شیخ الحدیث محمد بن عوف نے اس کو جھوٹا کہا۔میزان الاعتدال (181/1)

جائزہ دلیل نمبر ۷

بعض روایات میں حضرت وائل بن حجر سے اونچی آواز کے ساتھ مختلف الفاظ منقول ہیں جو صرف تعلیم کے لئے ہیں اور حضرت وائل بن حجر کی ان روایات میں تعلیم کی خصوصیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ چند دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے آتے تھے تا کہ وہ براہ راست کچھ باتیں سیکھ لیں۔اس مناسبت سے حضور ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے بتا دیا کہ سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہی جاتی ہے۔اگر رسول اللہ ﷺ حسب سابق سورہ فاتحہ کے بعد ایک لمحہ خاموش رہتے اور آہستہ آمین ہی کہتے تو حضرت وائل کو یہ پتہ نہ چلتا کہ اس موقع پر یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔الغرض حضرت وائل سے منقول روایت میں مسئلہ آمین کے اونچا کہنے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

باب نمبر:6

رفع یدین

رفع یدین کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور پہلی تکبیر کے ماسوا میں اختلاف ہے،امام شافعی،امام احمد اور جمہور فقہاء صحابہ نے کہا کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔اور امام مالک

اورامام ابوحنیفہ اور فقہاء کوفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے۔اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ داود ظاہری (غیر مقلد کے امام) سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

شرح مسلم نووی

کتب حدیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں چھ مقامات پر بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین (ہاتھوں کو اٹھانے) کا ثبوت ہے لیکن اب سوائے پہلی مرتبہ کے تمام رفع یدین منسوخ ہیں اور منسوخ حدیث سے استدلال کرنا باطل ہے جیسا کہ اہل حدیث بخاری ومسلم کی منسوخ احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیا ہے (بخاری حدیث ۷۳۵ کتاب الأذان) لیکن حنفیو! تم صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہو اور دوجگہ (رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے لہذا تمہاری نماز سنت کے خلاف ہے۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ اگر آپ نے منسوخ حدیث سے استدلال کرنا ہے تو پھر نماز میں باتیں کرنا اور سلام کا جواب دینا بھی جائز ہوگا کیونکہ بخاری اور مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو کرنا جائز تھی خود حضور ﷺ دوران نماز آنے والے شخص کے سلام کا جواب دیتے تھے لیکن بعد میں حکم باقی نہ رہا۔

حدیث:229

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کو جب کہ وہ نماز میں ہوتے تھے سلام کرتے تھے آپ ہمیں جواب دیتے تھے جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہمارا جواب نہ دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

بخاری:1199 مسلم:538 مشکوۃ:979

حدیث:230

اور مسلم کی روایت میں ہے:ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح،تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۔

مسلم:537 مشکوۃ:948

اگر منسوخ حدیث پر عمل جائز ہے تو اب بھی نماز میں سلام کا جواب دیا جائے اور اگر منسوخ حدیث پر عمل جائز نہیں تو پھر رفع یدین بھی جائز نہیں۔

جواب نمبر۱

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نماز میں ایک سے زیادہ مرتبہ رفع یدین کرنا سنت تھا لیکن اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے سوائے پہلی مرتبہ کے اور منسوخ حدیث پر عمل اور

اس سے استدلال کرنا باطل ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے سونے کی انگوٹھیاں پہنی تھیں لیکن اب مرد کے لئے دنیا میں سونا پہنانا جائز ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

پہلی مثال

مرد کے لئے سونا پہننا جائز تھا

حدیث:231

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوْهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ : لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَ الْفِضَّةِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرام نے بھی اس کی مثل بنوالیں جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینک دیا اور فرمایا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔

بخاری حدیث ۵۸۶۶ کتاب اللباس باب خاتم الفضۃ

اب سونا پہننے کے شائقین اس منسوخ حدیث سے استدلال نہیں کرسکتے اگر چہ یہ

حدیث بخاری میں ہے کیونکہ یہ حدیث کی منسوخ ہے

حدیث:232

عن عبدِ اللهِ بْنِ عباس رضی اللہ عنہما :

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ : يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهِ قَالَ لَا وَاللهِ لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ ﷺ نے اُس کو اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اُس شخص سے کہا گیا: جاؤ اپنی انگوٹھی اُٹھالو اور اُس سے نفع حاصل کرو، اس نے کہا خدا کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہو اُس کو میں کبھی نہیں اُٹھاؤں گا۔

مسلم حدیث: ۲۰۹۰ کتاب اللباس، مشکوۃ حدیث : ۴۳۸۵ کتاب اللباس باب الخاتم

اس طرح کی احادیث میں بے شمار مثالیں موجود ہیں

دوسری مثال

پالتو گدھا اور متعہ حلال تھا

شروع اسلام میں پالتو گدھا کھانا اور نکاح متعہ جائز تھا پھر خیبر کے دن اس کا حکم منسوخ ہوگیا

حدیث: 233

عن جابر رضی اللہ عنہ : خَرَجَ عَلَيْنَا مُنَادِی رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوْا یعنی مُتْعَةَ النِّسَاءِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں عورتوں کے ساتھ نکاح متعہ کی اجازت دی ہے

(مسلم حدیث ۱۴۰۵ کتاب النکاح)

خیبر کے روز دونوں چیزیں منسوخ ہوگئیں

حدیث: 234

بخاری کی ایک روایت میں ہے

(فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَإِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ) ہانڈیوں میں گدھے کا گوشت ابل رہا تھا

کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرمادیا اور ہانڈیاں الٹ دی گئیں

(بخاری حدیث ۴۱۹۹ کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر)

حدیث: 235

عن علی رضی اللہ عنہ قال :أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتوں گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(بخاری حدیث ۴۲۱۶ کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر مسلم حدیث ۱۴۰۷ کتاب النکاح باب نکاح المتعہ)

اب اگر کوئی کہے کہ بخاری و مسلم میں لکھا ہوا ہے صحابہ نے گدھے کا گوشت کھایا اور نکاح متعہ کیا لہذا اب بھی جائز ہے تو اس کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ یہ حدیث منسوخ ہے

تیسری مثال

بغیر انزال کے غسل فرض نہیں تھا

شروع اسلام میں جب آدمی بیوی سے ہم بستری کرتا اور انزال کے بغیر علحدہ ہوجاتا تو اس پر غسل فرض نہیں تھا صرف وضو کرنا ضروری تھا۔

حدیث :236

عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہ قال یارسول اللہ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ المرأۃَ فَلَمْ یُنْزِلْ قَالَ : یَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْاَۃَ مِنْهُ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وَیُصَلِّی ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ جب آدمی بیوی سے مجامعت کرتا ہے اور اسے انزال نہیں ہوتا فرمایا: ,,جتنا حصہ عورت سے لگا ہے اسے دھولے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے ۔

(بخاری حدیث ۲۹۳ کتاب الغسل کی آخری حدیث)

اب اگر کوئی بخاری کی اسی حدیث کو بنیاد بنا کر ہم بستری کے بعد غسل نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے بلکہ اسے مسجد میں داخل ہونے اور قرآن پاک کو چھونے کی بھی اجازت نہیں کیونکہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ حدیث ہے

حدیث :237

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :

اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الأربعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ

اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

مسلم حدیث ۳۴۸ کتاب الحیض باب بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل
بخاری حدیث ۲۹۱ کتاب الغسل۔

چوتھی مثال

نماز میں باتیں کرنے کی اجازت تھی

ابتدائے اسلام میں نماز میں سلام کا جواب دینا اور باتیں کرنا بھی جائز تھا لیکن بعد میں یہ چیزیں منسوخ ہو گئیں اب کسی کو نماز میں سلام کا جواب دینے یا باتیں کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

حدیث :238

عن زید بن أرقم رضی اللہ عنہ قال: کُنَّا نَتَکَلَّمُ فِی الصَّلاۃِ یُکَلِّمُ الرجلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَی جَنْبِهِ فِی الصَّلاۃِ حَتَّی نَزَلَتْ (وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ) فَأُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُهِیْنَا عَنِ الکَلامِ ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے ہر شخص نماز میں اپنے ساتھی سے باتیں کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ) اس کے بعد ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور

باتوں سے روک دیا گیا۔

مسلم حدیث ۵۳۹ کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلاۃ

اگر کوئی شخص ناسخ احادیث کو نہیں مانتا اور رفع یدین اور قراءت خلف الامام والی منسوخ احادیث پر عمل کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں اپنے ساتھی سے باتیں بھی کیا کرے۔

لیکن اب کوئی بھی نماز میں باتیں نہیں کرتا اور کوئی شخص اسے تارکِ حدیث نہیں کہتا کیونکہ یہ حکم منسوخ ہے بالکل اسی طرح جو شخص نماز میں رفع یدین نہ کرے یا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ تارکِ حدیث نہیں ہے کیونکہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

پانچویں مثال

اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کے لئے بیٹھنا ضروری تھا

حدیث: 239

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ

امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی

کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو

قال ابو عبد الله: قال الحميدي: قوله:((إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ)) هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالآخِرِ فَالآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ ۔

امام بخاری کہتے ہیں امام حمیدی (امام بخاری کے استاد) نے کہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ,,جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو،، یہ پہلے مرض کے دوران کی بات ہے پھر اُس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے آپ ﷺ نے انہیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔

بخاری حدیث ۶۸۹ کتاب الاذان باب إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

الحمدللہ احناف بخاری شریف کی اس حدیث اور امام بخاری کے استاذ قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری عمل کو اپناتے ہیں کیونکہ وہ عمل منسوخ نہیں بلکہ ناسخ ہوتا ہے برعکس پہلے عمل کے کہ وہ منسوخ ہو سکتا ہے۔

اب اسی اصول کے تحت رفع یدین کی تمام احادیث منسوخ ہیں اور اس کی ناسخ حدیث وہ ہے جس میں صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے یہ احادیث آگے چل کر ہیں

تفصیل سے بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ

چھٹی مثال

ہر پکی ہوئی چیز سے وضو کرنا

حدیث :40

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ، جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو۔

مسلم :353 مشکوۃ:303

لیکن یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہے جو فرماتے ہیں کہ

حدیث :241

إِنَّ رسولَ الله أكلَ كتفَ شاةٍ ثم صلى ولم يتوضأ ، رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ کھایا اور پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی۔ مسلم :354 بخاری :207 مشکوۃ 304

اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ منسوخ احادیث پر عمل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

اگر آپ کہتے ہیں کہ منسوخ حدیث پر عمل جائز ہے تو پھر مرد کو سونا پہننا بھی جائز ہوگا، گدھا

کھانا اور عورتوں سے متعہ بھی جائز ہوگا اور عورتوں سے ہم بستری کرنے سے غسل بھی فرض نہیں ہوگا اور نماز میں باتیں کرنا اور سلام کا جواب دینا بھی جائز ہوگا۔ اور ہر پکی ہوئی چیز سے وضو بھی کرنا پڑے گا۔

اور اگر آپ کہتے ہیں کہ منسوخ حدیث پر عمل ناجائز ہے تو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا اور ایک سے زیادہ مرتبہ رفع یدین بھی جائز نہ ہوگا

جواب نمبر۲

ہم نماز میں صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے ہیں اگر آپ کے بقول ہمارا عمل حدیث کے مطابق نہیں تو آپ کا عمل حدیث کے مطابق کیسے ہوسکتا ہے جب کہ آپ صرف تین مقامات پر رفع یدین کے قائل ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے ساتھ (۲) رکوع جاتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت حالانکہ صحیح حدیث میں چھ مرتبہ بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ بھی رفع یدین کا ذکر ہے اگر آپ کا عمل حدیث کے مطابق ہے تو چھ مرتبہ رفع یدین کیا کریں ورنہ آپ آدھے اہل حدیث ہوں گے صحیح احادیث دکھانا میرا کام اور عمل کرنا آپ کا کام ہے

نماز میں تین مرتبہ رفع یدین والی حدیث تو وہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے جسے آپ بڑے جوش وخروش سے پیش کرتے ہیں اب سنئے

نماز میں چار مرتبہ رفع یدین کا ثبوت

حدیث :242

(۴) چوتھی جگہ سجدہ کو جاتے وقت رفع یدین کرنا۔

عَن أبی هريرة رضی الله عنه قال: رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فی الصلاةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلاةَ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز کے شروع میں اور رکوع جاتے وقت اور سجدے کرتے وقت کندھوں تک رفع یدین کیا۔ابن ماجہ حدیث-۸۶۰ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب باب رفع الیدین اذا رکع

نماز میں پانچ مرتبہ رفع یدین کا ثبوت

حدیث :243

(۵) پانچویں جگہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا

عَن أبی وائل حجر رضی الله عنه قال: صَلَّيْتُ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ

رأسَهُ مِنَ الرُّكوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وإذَا رَفَعَ رأسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ أيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَلاتِهِ ۔

حضرت ابو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا پھر رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کی۔

-ابو داود حدیث 723-721 کتاب الصلاۃ باب رفع الیدین فی الصلاۃ اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے دیکھو صحیح ابی داود-نسائی حدیث-۱۰۸۴ کتاب التطبیق باب باب رفع الیدین للسجود

نماز میں چھ مرتبہ رفع یدین کا ثبوت

حدیث :244

(۶) چھٹی جگہ دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہونے کے لیے رفع یدین

عن نافع أن ابن عمر رضی الله عنهما كان إذا دخل فی الصلاة كبر ورفع يديه وإذا ركع رفع يديه وإذا قال سمع الله لمن حمده رفع يديه وإذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر إلى نبی الله ﷺ ۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع الله لمن حمده کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگتے تو آپ رفع یدین کیا اور حضرت ابن عمر نے اس ان مقامات پر رفع یدین کو رسول اللہ ﷺ سے مرفوعا روایت کیا۔

بخاری حدیث ۷۳۹ کتاب الاذان باب رفع الیدین إذا قام من الرکعتین ،

ابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۸۶۴ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب باب رفع الیدین اذا رکع

ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ثبوت

حدیث :245-246

عن ابن عباس و عمیر بن حبیب رضی الله عنهم قالا:

كان رسولُ الله ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ فِى الصَّلاةِ الْمَكْتُوْبَةِ ۔

حضرت ابن عباس اور حضرت عمیر بن رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔

ابن ماجہ حدیث ۸۶۱-۸۶۵ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب باب رفع الیدین اذا رکع

ان دونوں حدیثوں کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے دیکھو صحیح ابن ماجہ

الحمدللہ صحیح احادیث سے نماز میں چھ مقامات پر رفع یدین ثابت ہوگیا اب غیر مقلدین کے لئے ضروری ہے حدیث پر عمل کرتے ہوئے ان چھ مقامات پر رفع یدین کیا کریں ورنہ یہ اہل حدیث کہلوانے کے مستحق نہیں بلکہ ان کا یہ عمل خلاف سنت ہوگا کیونکہ حدیث میں تو چھ مرتبہ رفع یدین مذکور ہے اور یہ تین مرتبہ کر رہے ہیں یعنی یہ آدھے اہل حدیث ہیں کہ آدھی حدیثوں پر عمل کر رہے ہیں اور آدھی کو چھوڑ رہے ہیں

اہل حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان چھ مقامات پر رفع یدین منسوخ ہوگیا ہے اب صرف تین مقام پر رفع یدین سنت ہے لیکن یہ جواب تو ہمارے جواب کے موافق ہے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ رفع یدین والی احادیث منسوخ ہیں اب ہم اور اہل حدیث اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں اب صرف تعداد میں اختلاف باقی رہ گیا۔

اب اُن سے ایک اور سوال ہے مجھے بتاؤ کہ نسخ قلّت سے کثرت کی طرف ہوا ہے یا کثرت سے قلّت کی طرف یا اس طرح کہہ لو ایک سے کثرت کی طرف یا کثرت سے ایک کی طرف احتمال دونوں ترتیبوں کا ہے اگر نسخ ہوا ہے ایک سے کثرت کی طرف تو سب جگہ یعنی ہر تکبیر کے ساتھ ہونا چاہیے لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں اب دوسرا احتمال متعین ہوگیا کہ پہلے زیادہ جگہ ہوتا تھا پھر کم ہوتا ہوتا ایک رہ گیا درمیان میں تین پر ٹھہر جانا یہ کسی بھی ترتیب کے مطابق نہیں اس لیے متعین ہوگیا پہلے زیادہ جگہ ہوتا رہا پھر ایک جگہ رہ گیا الحمد

للہ یہی احناف کا مذہب ہے۔

☆معلوم ہوا کہ رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی متعدد مواضع میں ہوتا تھا مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے اور تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے دو جگہوں میں اختلاف ہے۔پس حنفیہ و مالکیہ نے متفق علیہ کو اختیار کر لیا اور جس چیز میں اختلاف اور تردد تھا اسے ترک کر دیا۔

☆نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اس کے برعکس یہ نہیں ہوا کہ پہلے نماز میں سکون ہوتا پھر حرکات شروع ہوگئی ہوں۔چونکہ حضور ﷺ سے رفع یدین کی احادیث بھی مروی ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔اس اصول کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع یدین تھا۔

رفع یدین کے دوام پر اہل حدیثوں کے پاس ایک بھی دلیل نہیں

بات دراصل یہ ہے کہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے اہلحدیث حضرات
کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے لیکن ہمارے پاس الحمداللہ متعدد قوی دلائل ہیں
رکوع میں جانے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اس ثبوت میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں اس کو ہم اور وہ سب ہی مانتے ہیں اختلاف ان دو جگہ دوام رفع یدین کا ہے کہ آیا ان دو جگہ رفع یدین کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے وصال شریف تک

دوام واستمرار کیا ہے یا نہیں اہل حدیث دوام واستمرار کے مدعی ہیں اور احناف دوام ثابت نہیں مانتے۔

ان دو جگہ (رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت) ثبوتِ رفع یدین متفق علیہ بات ہے دوام رفع یدین ان دو جگہ میں یہ متنازع فیہ ہے اختلاف اور نزاع کے موقع پر اگر وہ ایسی روایتیں پیش کریں جن سے دو جگہ ثبوت رفع یدین ہوتا ہے تو یہ ان کے لئے درست نہ ہوگا اس لئے کہ ثبوتِ رفع یدین ان دو جگہوں میں ہم خود مانتے ہیں بلکہ ان دو جگہ سے زائد کے قائل ہیں۔ہمیں سمجھانے کے لئے کچھ ایسی روایتیں پیش کریں جو نکتہ نزاعیہ کو ثابت کریں یعنی جن سے دوام ثابت ہو اور ہمارے خلاف ان کی دلیلیں صرف وہی حدیثیں بن سکتی ہیں جو دوام رفع یدین کو ان جگہوں میں ثابت کریں اور ایسی ان کے پاس ایک بھی صریح صحیح مرفوع حدیث نہیں ہے جتنی وہ پڑھ کر سناتے ہیں وہ صرف ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اس میں تو اختلاف ہی کوئی نہیں۔

اعتراض

حدیث میں یہ لفظ آتے ہیں کان یرفع یدیه حذو منکبیه إذا فتتح الصلاة
و إذا کبر للرکوع و إذ رفع راسه من الرکوع رفعهما کذلك أیضاً
اس میں مضارع پر کان داخل ہے جو مفید استمرار ہے اس سے ثابت ہوا کہ ان دو جگہ میں رفع

یدین کرنے پر دوام اور استمرار رہا ہے

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ مضارع پر کان کا داخل ہونا دوام اور استمرار کو مستلزم نہیں۔ مضارع با کان کی دلالت استمرار پر صریح نہیں ہے عن أنس رضی الله عنه قال: کان النبی ﷺ یَطُوفُ علی نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ (مسلم: ۳۰۹)

یطوف مضارع ہے اور اس پر مضارع کان داخل ہے۔ حالانکہ یہاں استمرار کا معنی نہیں ہے۔

ایک رات میں تمام ازواج کی طرف گشت کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا نہ دائمی معمول تھا نہ اکثری عمر میں ایک دو مرتبہ کا واقعہ ہے اور اس کو مضارع اور کان سے راوی نے تعبیر کیا ہے اس لئے استمرار کی یہ دلیل غلط ہے دوام کی کوئی صریح دلیل پیش کیجئے اس کی قدر کی جائے گی لیکن یہ آپ سے نہ ہو سکے گا۔ اس تقریر سے یہ مغالطہ دور ہو گیا کہا جاتا ہے کہ رفع یدین کرنے والوں کی دلیلیں زیادہ ہیں یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور مغالطہ ہے۔ ثبوتِ رفع یدین کی حدیثوں کو اپنی دلیلیں سمجھ لیا حالانکہ اس کا اختلافی مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں آپ اُن حدیثوں کی گنتی کیجئے جو صحیح ہوں اور صراحۃً دوام پر دال ہوں

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بعض اوقات دوام ثابت کرنے کے لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پیش کر دی جاتی

ہے جس میں تین مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے اور اس کے بعد یہ زیادتی مذکور ہے

فمازَالَتْ تِلْكَ صلاتُهُ حتی لَقِيَ اللهَ(نصب الرایه ج ۱ ص ۴۰۹)

لیکن یہ زیادتی انتہائی درجہ کی ضعیف بلکہ موضوع ہے اس کی سند میں عصمت بن محمد ایک راوی ہے اس پر محدثین نے شدید جرح کی ہے یحیی بن معین فرماتے ہیں یہ جھوٹا تھا حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔

کَذَّابٌ یضع الحدیث

عقیلی فرماتے ہیں یحدث بالبواطیل عن الثقات

ابن عدی فرماتے ہیں کل حدیثه غیر محفوظ

میزان الاعتدال ص ۶۸ جلد ۳ لسان المیزان ص ۱۷۰ ج ۴

تفصیل دیکھئے حاشیہ نصب الرایہ ص ۴۰۹-۴۱۰

اس کی سند میں ایک اور راوی عبدالرحمٰن بن قریش ہے اس پر بھی آئمہ رجال نے جرح کی ہے بعض نے اسے متہم بالوضع قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۵۸۲ جلد ۲ ، لسان المیزان ص ۴۲۵ ج ۳)

رفع یدین کے منسوخ ہونے کے دلائل

حضرت جابر بن سمرہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ سے ترک رفع یدین کی احادیث مروی ہیں

مسلم کی روایت

نماز میں رفع یدین کرنے سے روک دیا گیا

حدیث :247

عَن جابر بن سمرة رضی الله عنه قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : مَالِی اَرَاكُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ ؟ اسْكُنُوْا فِی الصَّلاةِ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔

مسلم حدیث-۴۳۰ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

حدیث :248

نسائی اور ابوداود کی روایت

عَن جابر بن سمرة رضی الله عنه قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ رَافِعُوْ اَیْدِیْنَا فِی الصَّلاةِ فَقَالَ : مَابَالُهُمْ رَافِعِیْنَ اَیْدِیْهِمْ فِی

الصَّلاةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْخَیْلِ الشُّمُسِ ؟ اسْكُنُوْا فِی الصَّلاةِ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے آپ نے فرمایا ان کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں! نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔

نسائی حدیث-۱۱۸۴ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

ابوداود حدیث ۱۰۰۰ کتاب الصلاۃ باب فی السلام

اعتراض

بعض حضرات نے اس استدلال پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے روکنا مقصود نہیں جو رکوع کو جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہوتا ہے بلکہ شروع شروع میں سلام پھیرتے وقت رفع یدین ہوتا تھا اُس سے روکنا مقصود ہے

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی سلام کے وقت رفع یدین ہوتا تھا۔ اور اُس سے روک بھی دیا گیا لیکن اُس کے روکنے کے لیے اور حدیثیں ہیں یہ حدیث اس کے متعلق نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں لفظ ہیں (اُسْكُنُوْا فِی الصَّلاةِ) یہ لفظ بتاتے ہیں کہ یہاں اس رفع سے روکنا

ہے جو فی الصلاۃ (یعنی نماز میں ہوتا ہے اور سلام کے وقت والا رفع تو خارج الصلاۃ ہے یا فی طرف الصلاۃ ہے وہ سکون فی الصلاۃ کے منافی نہیں اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں سلام کے وقت رفع یدین سے روکا گیا ہے پھر ان دونوں میں فرق بیان کیا جائے گا۔

سلام پھیرتے وقت اشارہ کرنے سے روک دیا گیا

حدیث:249

عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال : كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : عَلَامَ تُومِئُونَ بِأَيْدِيْكُمْ وفي رواية– مَاشَأْنُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِأَيْدِيْكُمْ- كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيْهِ مَنْ عَلَى يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ ولا يُؤْمِيءْ بِيَدِهِ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے (تو سلام پھیرتے وقت) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اشارہ کرتے ہو؟ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو اور

ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

مسلم حدیث-۴۳۱ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

حدیث:250

عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال : كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَنُسَلِّمُ بِأَيْدِيْنَا فَقَالَ: مَابَالُ هؤُلَاءِ يُسَلِّمُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ أَمَا يَكْفِي أَحَدُهُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يقول السَّلَامُ عَلَيْكُم السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس ہم اپنے ہاتھوں کے ساتھ سلام کر رہے تھے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہے کہ یہ ہاتھوں سے سلام کر رہے ہیں سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ زانوں پر رکھیں اور کہیں ,,السلام علیکم،، ,,السلام علیکم،،

نسائی حدیث-۱۱۸۴ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

دونوں قسم کی حدیثوں کا باہمی فرق ملاحظہ ہو۔

فرق (۱)

جس حدیث میں رکوع کے وقت رفع یدین سے منع کیا ہے صحابہ کرام وہ نماز علیحدہ پڑھ رہے

تھے بعد میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو منع فرمادیا

حدیث کے الفاظ یہ ہیں خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

مسلم حدیث-۴۳۰ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

نسائی حدیث-۱۱۸۳ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

ابو داود حدیث ۱۰۰۰ کتاب الصلاۃ باب فی السلام

اور جس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع فرمایا صحابہ کرام وہ نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یا پیچھے پڑھ رہے تھے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ

مسلم حدیث-۴۳۱ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَنُسَلِّمُ بِأَيْدِيْنَا

نسائی حدیث-۱۱۸۴ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

حدیث کے یہ دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہیں ان دونوں کو ایک قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک ہے علیحدہ نماز پڑھنا اور رسول اللہ ﷺ کا بعد میں تشریف لانا دوسرے میں ہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یا پیچھے نماز پڑھنا۔

فرق (۲)

پہلی حدیث میں ہے

وَنَحْنُ رَافِعُوْ اَيْدِيْنَا فِي الصَّلَاةِ

کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے

نسائی حدیث-۱۱۸۳ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

جبکہ دوسری حدیث میں ہے فَنُسَلِّمُ بِأَيْدِيْنَا ,,ہم اپنے ہاتھوں سے سلام کر رہے تھے،،۔

نسائی حدیث-۱۱۸۴ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

فرق (۳)

پہلی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

مَالِي اَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ

کیا وجہ ہے کہ میں تم کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں!

مسلم حدیث-۴۳۰ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَامَ تُومِئُوْنَ بِأَيْدِيْكُمْ وفی روایة – ماشَأنُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِأَيْدِيْكُم

مسلم حدیث-۴۳۱ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

مَابَالُ هٰؤُلَاءِ يُسَلِّمُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ

کیا وجہ ہے کہ تم ہاتھوں سے اشارہ کر رہے ہو یا فرمایا ان لوگوں کو کیا ہے کہ یہ ہاتھوں سے سلام کر رہے ہیں۔

نسائی حدیث-۱۱۸۴ کتاب السہو باب السلام بالأیدی فی الصلاۃ

فرق (۴)

پہلی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (اُسْکُنُوْا فِی الصَّلاۃِ)

,,نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو،،

مسلم حدیث-۴۳۰ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

جبکہ دوسری حدیث میں (اُسْکُنُوْا فِی الصَّلاۃِ) کا لفظ ہی نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ ولا يُؤْمِیءُ بِيَدِهٖ ۔

تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

مسلم حدیث-۴۳۱ کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلاۃ

حضرات گرامی انصاف سے کہنا اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود دونوں حدیثوں کو ایک قرار دینا سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟

الحاصل معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کو ایک واقعہ کے متعلق کرنا صحیح نہیں اگر ہم علی السبیل التنزل تسلیم کرلیں کہ یہاں اسی رفع یدین سے روکنا مقصود ہے جو سلام کے وقت ہوتا تھا تو ہم کہیں گے کہ جب سلام کے وقت رفع یدین کو سکون

فی الصلاۃ کے منافی سمجھا گیا تو رکوع کو جاتے اور اُٹھتے وقت کا رفع یدین بدرجہ اولی سکون فی الصلاۃ کے منافی ہوگا تو اس کی ممانعت دلالۃ النص سے ثابت ہوئی بہر کیف یہ ماننا پڑھے گا کہ اس میں نماز کے اندر رفع یدین سے روکا گیا ہے یہ قولی حدیث ہے جو صحت میں فعلی سے بڑھ کر ہے۔

حدیث: ۳ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

حدیث: 251

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود رضی الله عنه :

أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھوں تو انہوں نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھ نہ اُٹھائے۔

قال ابو عيسى: حديث ابن مسعودٍ حديثٌ حسنٌ

وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين

وهو قول سفيان الثوری وأهل الكوفة ۔

امام ترمذی فرماتے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور کئی صحابہ کرام اور

تابعین اسی بات کے قائل ہیں سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کا بھی یہی مسلک ہے۔

ترمذی حدیث:۲۵۷ ابواب الصلاۃ باب ما جاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا فی مرۃ واحدہ

مشکوۃ حدیث:۸۰۹ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ

ابوداود حدیث:۷۴۸، نسائی حدیث:۱۰۵۷ کتاب التطبیق باب الرخصۃ فی ترک ذلک

شرح معانی الاثار جلد ۱ ص:۲۲۴

نوٹ:

ہوسکتا ہے کہ جب کوئی اہل حدیث اس حدیث کا جواب نہ دے سکے تو کہہ دے کہ یہ تو حدیث ہی ضعیف ہے چنانچہ حفظ ما تقدم کے طور پر اس کا بھی بندوبست پہلے ہی کئے دیتا ہوں تا کہ طلباء کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

بہت بڑے غیر مقلد علماء سے حدیث کی تصحیح

ترمذی شریف کے غیر مقلد محقق احمد محمد شاکر نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ ابن حزم وغیرہ حفاظ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشکوۃ شریف کے غیر مقلد محقق ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے

والحق أنه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم

اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد مسلم کی شرائط پر صحیح ہے

اس حدیث کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

مشکاۃ کے غیر مقلد محقق ناصر الدین البانی اور ترمذی کے محقق احمد شاکر جب ترک رفع یدین کی حدیثوں کی صحت میں کلام نہ کر سکے تو پھر اپنی بے بسی کا اظہار اس طرح کیا ,,یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی صحیح ہے ابن حزم وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن یہ ترک رفع یدین پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ یہ نفی ہے اور رفع یدین والی حدیث مثبت ہے اور مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے بس زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ رفع یدین ترک کر دیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے رہے۔

ترمذی ۲/۴۱ اور یہی بات البانی نے مشکاۃ کی تحقیق میں حدیث-۸۰۹ کہی ہے کہ اصول یہ ہے مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے،،

جواب

ان کے اس جواب سے ان کی بے بسی کا اظہار ہو رہا ہے اور ان کے عمل بالحدیث کا پول بھی کھل گیا اب احادیث کو چھوڑ کر اصول فقہ کی بات آ گئی اگر کوئی ان کے پاس حدیث ہوتی تو ضرور ذکر کرتے اور ہمارے فقہا کے بنائے ہوئے اصول کا سہارا لینے پر مجبور نہ ہوتے اہل حدیث کو کوئی حق نہیں کہ غیر مقلد ہوتے ہوئے اصول اور قیاس کی بات کرے ورنہ وہ بھی صرف نام کا اہل حدیث ہے عملی طور پر وہ بھی ائمہ اصول کا مقلد ہے۔ اگر اصول فقہ کا یا اصول حدیث کا سہارا لینا ہے تو آج کے بعد آئمہ کی تقلید کو ناجائز اور شرک کہنا چھوڑ دو۔ اگر

یہ تقلید شرک ہے تو اس شرک سے تم بھی نہیں بچ سکتے۔

بہر حال یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ غیر مقلدین حضرات کے ذمہ دار علماء بھی یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بھی سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

رہا ثبوت و نفی کا اصول تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احادیث صحیحہ میں سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ میں پہلے با حوالہ بیان کر چکا ہوں لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی بخاری کی حدیث نمبر ۷۳۵ میں سوائے تین مقام کے باقی مقامات پر رفع یدین کی نفی ہے اور اصول یہ ہے کہ

((اَنَّ الْمُثْبِتَ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي)) مثبت منفی پر مقدم ہے لہٰذا مندرجہ بالا اصول کے مطابق وقتِ سجدہ رفع یدین کے ثبوت والی روایات کو ترجیح دے کر غیر مقلدین کو ان تمام مقامات پر بھی رفع یدین کرنا چاہیے حالانکہ وہ خود بھی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتے آخر یہ اصول یہاں بے اثر کیوں ہو جاتا ہے؟

الغرض جو اصول سجدہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کی ترجیح میں اثر انداز نہیں ہوتا وہ صرف رکوع کے وقت رفع یدین کی ترجیح کا باعث کیونکر بن سکتا ہے؟

اعتراض

آپ نے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے اس کے متعلق تو ترمذی میں

ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے۔

جواب

اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہ ہوتی تو آپ کے بڑے محقق اور محدث اس کی تصحیح ہرگز نہ کرتے وہ تو اس حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں ان کی بات مانیں یا تمہاری امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

اور ناصر الدین البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ و الحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو قسم کی حدیثیں مروی ہیں قولی اور فعلی

بات دراصل یہ ہے کہ رفع یدین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو قسم کی حدیثیں مروی ہیں ایک وہ ہے جس میں آپ نے خود فعل کر کے دکھایا یعنی نماز پڑھ کے دکھائی اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی ایسی ہی ہوتی تھی اور یہ حدیث ثابت ہے جس کی تصحیح اپنوں کے علاوہ مخالفین کے چوٹی کے عالموں نے کی ہے اور دوسری حدیث وہ ہے جس میں آپ نے نماز پڑھ کر نہیں دکھائی بلکہ زبان سے بتا دیا جس کے الفاظ یہ ہیں ((اَنَّ النبیَّ ﷺ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِی اَوَّلِ مَرَّةٍ))

نبی کریم ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی دفعہ۔

اس حدیث کے ثبوت پر محدثین کو اعتراض ہے عبداللہ بن مبارک بھی صرف اسی حدیث کے بارے میں کہہ رہے ہیں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عملی حدیث کا انکار وہ بھی نہیں کرتے وہ انکار کر بھی کیسے سکتے ہیں جب کہ عملی حدیث کے راوی تو وہ خود ہیں کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ خود ہی روایت کریں اور خود ہی انکار کردیں؟

معلوم ہوا کہ قولی حدیث غیر ثابت ہے اور عملی حدیث ثابت اور صحیح ہے ہمارا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عملی حدیث سے ہے۔

اب سنو وہ حدیث جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مبارک خود ہیں اور امام نسائی نے اس کی تخریج کی ہے خدا قبول حق کی توفیق عطائے فرمائے آمین

حدیث :252

أخبرنا سويد بن نصر قال أنبأنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله رضى الله عنه قال: ألا أخبركم بصلاة رسول الله ﷺ قال فقام فرفع يديه أول مرة ثم لم يعد

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں تو آپ کھڑے ہوئے (نماز پڑھی) اور آپ نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔

نسائی حدیث ۱۰۲۵ کتاب الافتتاح باب ترک ذلک

خیال رہے کہ یہ حدیث نہایت قوی ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابہ میں بڑے فقیہ عالم ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ جماعت صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی نماز پیش کرتے ہیں اور کوئی صحابی اس کا انکار نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ سب نے اس کی تائید کی اگر رفع یدین منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ ضرور اس پر اعتراض کرتے کیونکہ ان سب نے صحابہ کی نماز دیکھی تھی۔

حکیم صادق غیر مقلد سیالکوٹی کی فن کاری

امام محمد کا نعرۂ حق

حکیم صاحب کتاب ,,صلوٰۃ الرسول،، میں یہ سرخی دے کر نیچے ,,موطا امام محمد،، سے حضرت ابن عمر والی وہ روایت درج کردی جس میں نماز میں تین دفعہ رفع یدین کا ثبوت ہے تاکہ ان پڑھ غیر مقلدین کو دھوکہ دے سکیں کہ دیکھو ہمارا عمل علماء احناف کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔

کوئی حکیم صاحب سے پوچھے کہ اس حدیث سے اختلافی رفع یدین کیسے ثابت ہوگا اس میں تو اختلاف ہی نہیں کہ ان تین جگہ رفع یدین ہوتا تھا یا نہیں اختلاف تو اس میں ہے ان تین مقام پر رفع یدین دوامی عمل نہیں تھا اہل حدیث دوام کے قائل ہیں جب کہ ہم احناف اس دوام کو ثابت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ رکوع سے قبل اور رکوع سے بعد والا رفع

یدین منسوخ ہو چکا ہے اگر حکیم صاحب رفع یدین کے دوام پر دلالت کرنے والی کوئی حدیث پیش کرتے تو اس کی قدر کی جاتی لیکن چونکہ ان کے پاس ایسی ایک بھی مرفوع حدیث نہیں تھی اس لئے انہوں نے عیاری سے کام لیا ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انہیں ,,موطا امام محمد،، سے حضرت ابن عمر والی وہ روایت نظر آ گئی جس میں تین مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے لیکن اسی کتاب اور اسی باب میں حضرت ابن عمر والی وہ روایت نظر نہ آئی جس میں صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے اور جس سے رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے وہ روایت یہ ہے

حدیث :253

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے رفع یدین منسوخ ہے

قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال: رَأَيتُ ابْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما يَرْفَعُ يَدَيْهِ بِحَذَاءَ أُذُنَيْهِ فى أَوَّلِ تَكْبِيْرَةِ افْتِتَاحِ الصَّلاةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْمَا سِوَى ذَلِكَ ۔

حضرت عبدالعزیز بن حکیم نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز کے آغاز میں تکبیر اولی کے وقت اپنے ہاتھ اپنے کانوں کی لو تک اُٹھاتے ہوئے دیکھا ہے پھر اُس کے سوا وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

موطا امام مالک بروایت امام محمد حدیث-۱۰۸ باب افتتاح الصلاۃ (المعروف موطا امام محمد)

دیکھئے اس روایت سے حکیم صادق کی عیاری اور چالاکی ظاہر ہوگئی صرف یہی نہیں بلکہ اسی باب میں پانچ حدیثیں اور ہیں جو رفع یدین کے منسوخ ہونے پر دلالت کررہی ہیں۔ جنہیں حکیم صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں اور امام محمد کا یہ نعرہ بھی یاد نہ رہا جو اسی باب میں موجود تھا جس میں آپ نے فرمایا تھا قال محمد: السنة أن يكبر الرجل فى صلاته كلما خفض و كلما رفع وإذا انحط للسجود كبر وإذا انحط للسجود الثانى كبر، فأما رفع اليدين فى الصلاة، فإنه يرفع اليدين حذو الاذنين ۔ فى ابتداء الصلاة مرة واحدة ثم لا يرفع فى شيء من الصلاة بعد ذلك وهذا قول أبى حنيفة وفى ذلك آثار

,,سنت یہی ہے کہ آدمی اپنی نماز میں تکبیر کہے جب رکوع کے لئے جھکے اور رکوع سے اٹھے اور جب پہلے سجدہ میں جھکے اور جب دوسرے سجدہ کے لئے جھکے تو تکبیر کہے باقی رہا رفع یدین تو وہ صرف ایک ہی مرتبہ کرے جب نماز شروع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے۔ پھر اس کے بعد نماز میں کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور اس بارہ میں بہت سے آثار وارد ہیں۔

موطا امام محمد عربی ص ۵۸ مطبوعہ بیروت لبنان اور موطا محمد مترجم ص ۷۰ ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور پاکستان

اسی ایک مثال سے باقی ساری کتاب کے استدلال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ غیر مقلدین کو کس طرح بیوقوف بنانے کی کوشش کی گئی ہے ۔اسی باب میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی احادیث درج کی گئی ہیں جس میں صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے ۔جس کا دل چاہے ,,موطا امام محمد،، اٹھائے اس کا باب ,,افتتاح الصلا ۃ،، ملاحظہ کرے اور حکیم صاحب کی عیاری اور علمی خیانت کی داد دے ۔اور غور کریں کہ حکیم صاحب کو امام محمد کا یہ نعرۂ حق نظر نہیں آیا یہ بھی ممکن ہے کہ حکیم صاحب کی نظر کمزور ہو تو کیا باقی تمام غیر مقلدین بھی اندھے ہو گئے ہیں ان کو یہ عبارت اور حدیث آج تک نظر نہیں آئی اہل حدیثوں تو بہ کرو اور اللہ سے ڈرو آخر ایک دن مرنا ہے رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے ساری عمر حدیث کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے رہے اور صادق نام رکھ کر جھوٹ بولتے رہے اور حکیم کہلا کر جاہل رہے ۔کیا حدیث میں جھوٹ بولنا یا حق بات کو چھپانا جائز ہے یا نام بدلو یا کام بدلو۔

حدیث :254

حدثنا ابن أبی داود قال:ثنا أحمد بن یونس قال :ثنا أبو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى مِنَ الصلاةِ ۔

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے ۔

شرح معانی الآثار ۱/۲۲۵ کتاب الصلاۃ باب التکبیر للرکوع

مصنف ابن ابی شیبہ 237/1

راوی حدیث کا عمل جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عمل منسوخ ہو چکا ہے چنانچہ امام طحاوی فرماتے ہیں

فهذا ابن عمر قد رأى النبي ﷺ يرفع ثم قد ترك هو الرفع بعد النبي ﷺ فلا يكون ذلك ألا وقد ثبت عنده النسخ ما قد رأى النبي فعله و قامت الحجة عليه ذلك ۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو (ایک سے زیادہ جگہ) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر رفع یدین ترک کر دیا یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا وہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہوگئی ہو۔

شرح معانی الآثار ۱/۲۲۵ کتاب الصلاۃ باب التکبیر للرکوع

حدیث:255

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل سے رفع یدین منسوخ ہے

عن زید بن علی عن أبیه عن جده عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه أنّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فی التَّكبِيْرَةِ الاولی إلی فُرُوْعِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لايَرْفَعُهُمَا حَتّٰی يَقْضِیَ صَلاتَهٗ ۔

حضرت زید بن علی روایت کرتے ہیں اپنے باپ (امام زین العابدین سے) اور وہ اپنے باپ (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) سے اور وہ اپنے باپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کہ آپ تکبیرِ اُولی (پہلی تکبیر) میں کانوں کی لوتک رفع یدین (ہاتھوں کو بلند) کرتے تھے پھر نماز ختم ہونے تک آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

مسند زید بن علی باب التکبیر فی الصلاۃ

یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث میں کوئی راوی ضعیف نہیں ہے اس کے تمام راوی اہل بیت کرام ہیں لہذا اب مدینۃ العلم کے عمل سے ثابت ہوگیا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے

حدیث :256

حدثنا أبو احمد قال : حدثنا أبوبكر النهشلی قال: حدثنا عاصم بن كليب عن أبيه أن عَلِيًّا رضی الله عنه كانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فی أَوَّلِ تكبيرةٍ مِنَ الصلاةِ ثُمَّ لايَرْفَعُ بَعْدُ ۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شرح معانی الآ ثار ۱/۲۲۵ کتاب الصلاۃ باب التکبیر للرکوع

مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷، بیہقی من لم یذکر الرفع الاعند الافتتاح

حافظ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں کہا رواتہ ثقات اس کے تمام راوی قوی ہیں۔ درایہ ۱/۱۵۲

امام عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں کہا: إسناد عاصم صحيح على شرط مسلم اس کی سند شرط مسلم پر ہے

حدیث :257

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عمل سے رفع یدین منسوخ ہے

حدثنا ابن ابی داود ' قال حدثنا الحمانی قال حدثنا يحی بن آدم عن الحسن بن عياش عن عبد الملك بن أبجر عن الزبير بن عدی عن إبراهيم عن الأسود قال: رأيتُ عُمَرَ بنَ الخطابِ رضی الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِی أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لايَعُوْدُ قَالَ: وَرَأيتُ إبراهيمَ والشعبِیَّ يَفْعَلانِ ذٰلِكَ ۔

حضرت ابراہیم حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ پہلی مرتبہ ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور میں حضرت ابراہیم اور شعبی کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا۔

شرح معانی الآثار ۱/۲۲۷ کتاب الصلاۃ باب التکبیر للرکوع

امام طحاوی فرماتے ہیں وفعل عمر هذا وترك اصحاب رسول الله ﷺ إياه على ذلك دليل صحيح على أن ذلك هو الحق الذي لا ينبغي لاحد خلافه ۔ حضرت عمر کا رفع یدین نہ کرنا اور حضرات صحابہ کا انہیں اسی عمل پر رہنے دینا ایک واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی مخالفت کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہئے۔

شرح معانی الآثار ۱/۲۲۷

شارح بخاری ابن حجر عسقلانی نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے وهذا رجاله ثقات (درایہ ۱/۱۵۲ علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ وهذا سند صحيح على شرط مسلم یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔ الجوہر النقی ۲/۷۵

حدیث :258

نماز جنازہ میں بھی رفع یدین کرنا منسوخ ہے

روى أن ابن عباس رضي الله عنهما كان يرفع يديه في تكبيرة الاولى ثم لا يرفع بعد وروى ذلك عن ابن مسعود رضي الله عنه

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ نماز

جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

مصنف عبدالرزاق باب رفع الیدین فی التکبیر

نماز جنازہ میں رفع یدین کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اور وہ بھی صحاح ستہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں صرف بیہقی شریف میں ہے اور وہ بھی اس وقت کا عمل ہے جب رفع یدین منسوخ نہیں ہوا تھا جب رفع یدین منسوخ ہو گیا تو آپ نے تمام نمازوں میں رفع یدین کرنا چھوڑ دیا جیسا کہ میں اوپر باحوالہ بیان کر چکا ہوں۔

یہاں تک کہ خود اہل حدیثوں کے ہیڈ علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں

ولا يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى ۔

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں بعد میں نہیں۔

(نزل الابرار ۱/۱۷۴)

جنازہ میں رفع یدین والی احادیث ضعیف ہیں

كان يرفع يديه عند التكبير في كل صلاة وعلى الجنائز

رواہ الطبرانی ,,ضعیف جدا ،، سلسلہ احادیث الضعیفہ ناصر الدین البانی حدیث نمبر :1044

كان إذا صلى على الجنازة رفع يديه في كل تكبيرة وإذا انصرف سلم

نصب الرایہ 285/2 ,,شاذ ،، سلسلہ احادیث الضعیفہ ناصر الدین البانی حدیث نمبر :1044

اہل حدیثوں کی گپ

رفع الیدین والی حدیث پچاس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے

یہ محض دھوکہ ہے اور مبالغہ ہے پچاس صحابہ کی روایت کا حوالہ محدثین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کے لئے دیا ہے اس کا اختلافی رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ اہل حدیثوں کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں ۔علامہ عراقی نے ان حضرات کا شمار کیا ہے جن سے ابتدائے نماز میں رفع الیدین کی احادیث مروی ہیں ۔ چنانچہ ان کی تعداد پچاس صحابہ تک پہنچی ہے ۔جن میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں ۔نیل الاوطار 184/2

اس سے معلوم ہوا کہ پچاس صحابہ کرام سے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی احادیث مروی ہیں جو باجماع امت مستحب ہے ۔اور جس سے حنفیہ کو بھی اختلاف نہیں ۔

جس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ رکوع سے پہلے اور رکوع سے بعد والی رفع یدین ہے ۔اس میں پچاس صحابہ کرام کی روایت تو کجا ایک صحابی کی بھی روایت نہیں جو صحیح بھی ہو اور اختلاف معارضہ سے خالی بھی ہو۔اس لئے اس متنازعہ فیہ مسئلہ میں پچاس صحابہ کرام کی روایت کا حوالہ دینا محض مغالطہ ہے دراصل اس مسئلہ میں اصل حقائق کی بجائے مبالغہ آرائی سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔

اس مبالغہ کی ایک دلچسپ مثال

امام بخاری نے رسالہ جزء رفع الیدین میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے۔

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے ۔

امام بصری کے اس قول کو نقل کر کے امام بخاری لکھتے ہیں:

ترجمہ:-امام حسن بصری نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔اور نہ کسی صحابی سے یہ ثابت ہے کہ اس نے رفع یدین نہ کیا۔بحوالہ نصب الرایہ 417/1،تلخیص الحبیر 398/1

لیجئے حضرت حسن بصری کے اس قول سے امام بخاری نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام سے رفع یدین ثابت کر دیا اور اس کے مقابلہ میں وہ تمام روایات صحیحہ غلط قرار پائیں جن میں صحابہ کرام کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے ۔

اس سے قطع نظر کہ حسن بصری کا یہ قول کیسی سند سے امام بخاری نے نقل کیا ہے ۔

اول تو اس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے ۔متنازعہ فیہ رفع یدین کا ذکر نہیں ۔

اگر امام حسن بصری یہ کہتے کہ تمام صحابہ قبل الرکوع اور بعد الرکوع رفع یدین کیا کرتے تھے تب کچھ بات بن سکتی تھی لیکن امام بخاری نے امام حسن بصری کے قول سے جو مفہوم بیان کیا ہے اس سے مبالغہ آرائی اپنی آخری حد کو پہنچ گئی اور مزے کی بات یہ ہے کہ حسن بصری جن کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے ،ان کا قول یہاں تمام صحابہ کرام کے حق میں حجت مان لیا گیا ۔اور ان کے مقابلہ میں اکابر صحابہ وتابعین کی تصریحات مسترد کر دی گئیں ۔رفع الیدین کے متنازعہ فیہ مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے جن حضرات نے کاوشیں فرمائی ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر نے اسی قسم کے مبالغوں سے کام چلایا ہے ۔

حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد کی گپ

رفع یدین کے متعلق چار سو روایتیں

حکیم صادق صاحب اپنی کتاب ,,صلوٰۃ الرسول،، میں لکھتے ہیں

شیخ مجد الدین فیروز آبادی ,,شرح سفر السعادہ،، میں لکھتے ہیں:

ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے اور روایوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے ۔ چنانچہ اس مسئلہ میں چار سو صحیح حدیثیں مرفوع وموقوف ثابت ہیں ۔ اس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے اور آنحضرت ﷺ ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے ۔ اور رفع الیدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں ۔

(شرح سفر السعادہ ص ۶۴)

میں حکیم صاحب سے پوچھتا ہوں کیا شرح سفر السعادہ صحاح ستہ کی کتاب ہے اور مجد الدین فیروزہ آبادی کسی محدث کا نام ہے آپ کو رفع یدین ثابت کرنے کے لئے کوئی محدث یا صحاح ستہ کی کوئی کتاب نہیں ملی؟ کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم اہل حدیث ہیں ہم قرآن وحدیث کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے ۔

اور پھر فن مبالغہ آرائی کا کمال دیکھئے فیروز آبادی نے ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالیں ۔

☆ ,,ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے،، حالانکہ ذخیرہ پورے حدیث میں ایک بھی حدیث ایسی نہیں جو صحیح بھی ہو اور سالم عن المعارضہ بھی ہو ۔

☆ ,,رفع یدین پر چار سو صحیح احادیث ہیں،، حالانکہ امام بخاری اور امام مسلم کو ان کی شرط کے

مطابق صرف دو حدیثیں مل سکی ہیں وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا ۔

☆ -- چار سو حدیثوں کے باوجود پھر بھی یہ احادیث متواتر نہیں بلکہ ,,متواتر کے مشابہ ہیں،، خدا جانے فیروز آبادی کے نزدیک کسی مسئلہ کے متواتر ہونے کے لئے کتنے ,,چار سو،، کی ضرورت ہوگی ۔

☆ رفع یدین عشرہ مبشرہ کی روایت سے ثابت ہے ۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ۔ اس کے مقابلہ میں خلفاء راشدین سے جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں ان سے ترک رفع یدین صحیح اسانید سے ثابت ہے ۔ افسوس ہے کہ فیروز آبادی کی عشرہ مبشرہ سے مروی روایات کا سراغ امام بخاری اور مسلم کو نہ ملا ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں ۔

فیروز آبادی فرماتے ہیں: رفع الیدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں ۔

حالانکہ اکابر محدثین سے صحیح روایات اوپر نقل ہو چکی ہیں ۔

رفع الیدین کے مسئلہ میں بے جا غلو اور مبالغوں سے کام نہ لیا جائے ۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ روایات آثار دونوں جانب مروی ہیں امام شافعی اور اور امام احمد اور ان کے متبعین تین مواضع میں رفع الیدین کو راجح سمجھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک جن کا زمانہ اول الذکر حضرات سے قدیم ہے ترک رفع یدین کو راجح سمجھتے ہیں ۔ اور امت کا تعامل بھی بیشتر اسی پر رہا ہے ۔

حکیم صادق غیر مقلد کا خود ساختہ موضوع روایت سے رفع یدین پر استدلال

حکیم صادق صاحب اپنی کتاب ,,صلوٰۃ الرسول ،، میں حضرت ابن عمر والی روایت نقل کی جس میں قبل الرکوع اور بعد الرکوع رفع یدین کا ذکر ہے اور اس میں یہ زیادتی ہے

فما زالت تلك صلاته حتى لقى الله تعالى پس ہمیشہ آپ کی یہی نماز رہی یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

مگر یہ روایت موضوع ہے اس کے دو راوی کذاب ہیں اس کی سند میں عصمت بن محمد ایک راوی ہے اس پر محدثین نے شدید جرح کی ہے یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کذاب یضع الحدیث عقیلی فرماتے ہیں یحدث بالبواطیل ابن عدی فرماتے ہیں کل حدیثه غیر محفوظ ۔ میزان الاعتدال 68/3 لسان المیزان 170/4

اس کی سند میں ایک اور راوی عبد الرحمٰن بن قریش ہے اس پر بھی ائمہ رجال نے جرح کی ہے بعض نے اسے متہم بالوضع قرار دیا ہے۔

میزان الاعتدال 582/2 لسان المیزان 425/3

نماز رسول کے طریقہ پر گیارہ صحابہ کرام کی شہادت والی حدیث کا ضعف

حکیم صادق صاحب نے یہ عنوان قائم کیا ہے ,,نماز رسول کے طریقہ پر گیارہ صحابہ کرام کی شہادت ،، اور ابو حمید ساعدی کی روایت ابو داود کے حوالہ سے درج کی ہے جس میں انہوں نے دس صحابہ کے سامنے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں ...... وہ

بولے پیش کرو تو انہوں نے تین مقام پر رفع یدین کیا الی آخرہ

ابو داود: 730 مشکوٰۃ: 801

اس حدیث کی سند یہ ہے

حدثنا احمد بن حنبل، حدثنا ابو عاصم الضحاك بن مَخلد ح و حدثنا مسدد، حدثنا يحيٰ - وهذا حديث احمد - قال أخبرنا عبد الحميد - يعني ابن جعفر - اخبرني محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله ﷺ منهم ابو قتادة

شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ امام ابو داود نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبد الحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمرو اور ابن عطاء نے اس حدیث کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا، اور نہ ابو قتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابو حمید، ولید بن یزید بن عبد الملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی

خلافت ایک سوپچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمراور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابوحمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابوحمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہیں کی بات حجت ہے۔

عمدۃالقاری 272/5

شارح مشکوۃ شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں اس حدیث کے تحت مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث رفع یدین کرنے والوں کی انتہائی دلیل ہے جوان کے بچے بچے کو یاد ہوتی ہے اس کے متعلق چند معروضات ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف، مدلس بلکہ قریباً موضوع ہے اس لئے کہ اس میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے جو سخت مجروح اور ضعیف ہے (طحاوی: 227/1)

دوسرے یہ اس کا ایک راوی محمد بن عمرو ابن عطاء ہے جس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے نہیں، مگر وہ کہیں کہتا ہے کہ میں نے ابوحمید سے سنا اور کہیں کہتا ہے کہ ابوحمید سے روایت ہے لہذا یہ چھوٹا ہے درمیان میں کوئی راوی چھوڑ گیا ہے وہ مجہول ہے۔

تیسرے یہ کہ انہی ابوحمید کی روایت بخاری حدیث نمبر (828) اور مشکوۃ (792) میں

ہے مگر وہاں رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین والی عبارت الحاقی ہے ورنہ امام بخاری ضرور لیتے۔

چوتھے یہ کہ حضرت ابوحمید نے یہ نہ فرمایا کہ حضور ﷺ کا یہ عمل آخر تک رہا۔ بلکہ اس فعل منسوخ کا ذکر کیا ہے جسے حضور ﷺ پہلے کیا کرتے تھے بعد میں چھوڑ دیا۔

پانچویں یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر سجدے کی تکبیر کے مشابہ ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اور یہ سنت وہ نماز میں ایک بار یہ بار بار تو چاہئے کہ جیسے سجدے کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوتا ایسے ہی اس میں بھی نہ ہو۔

چھٹے یہ کہ فقہاء صحابہ جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ عنہم اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صرف تکبیر تحریمہ پر ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے وہ حضرات نماز میں بالکل حضور ﷺ کے پیچھے رہتے تھے اس لئے ان کی روایت اس روایت سے قوی تر ہے۔

مراۃالمناجیح: 22/2 جاءالحق 63/2

محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی ترک رفع یدین پر احادیث نقل

کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس مسئلے کا غور فکر کے طریقے پر حل یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے جائیں لیکن دوسجدوں کے درمیان ہاتھ نہ اٹھائیں جائیں۔اختلاف رکوع سے اٹھتے وقت اور نیچے جاتے وقت کی تکبیر میں ہے۔ایک قوم کہتی ہے اس کا حکم وہی ہے جو پہلی تکبیر کا ہے اور ان دونوں میں بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائے جائیں۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں اس کا حکم دوسجدوں کے درمیان تکبیر کے حکم جیسا ہے۔وہاں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں جیسے یہاں نہیں اٹھائے جاتے۔

اورہم دیکھتے ہیں کہ تکبیر اولی،نماز کے ارکان میں سے ہے اس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی لیکن دوسجدوں کے درمیان والی تکبیر ایسی نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اسے چھوڑ دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی،یہ نماز کی سنتوں سے ہے جب یہ سجدوں کی تکبیر کی طرح نماز کی سنتوں سے ہے تو ہاتھ نہ اٹھانے میں بھی یہ اسی کی طرح ہوگی۔اس باب میں قیاس یہی ہے امام ابوحنیفہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے۔

طحاوی:228/1

ترک رفع یدین کی احادیث کو ترجیح دینے کی وجوہات

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین سے ترک رفع یدین کا عمل متواتر ہے اب یہ بھی معلوم کرلینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل کوفہ واہل مدینہ اور مالکیہ نے

ترک رفع یدین کو کن وجوہ سے راجح قرار دیا۔

۱-اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عمل اوفق بالقرآن ہو وہ راجح ہے۔قرآن کریم میں ان مؤمنین کی مدح فرمائی گئی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

(قد افلح المومنون الذين هم في صلاتهم خاشعون) وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔سورہ المومنون آیت:۱-۲

اورخشوع کے معنی سکون کے ہیں۔گویا نماز میں جس قدر ظاہری باطنی قلباً وقالباً سکون ہوگا اسی قدر خشوع ہوگا اور اوپر سمرہ بن جندب والی حدیث سے معلوم ہو چکا کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین سے منع کرتے ہوئے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہے۔

☆معلوم ہوا کہ رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی متعدد مواضع میں ہوتا تھا مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے اور تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے دوجگہوں میں اختلاف ہے۔پس حنفیہ ومالکیہ نے متفق علیہ کو اختیار کرلیا اور جس چیز میں اختلاف اور تردد تھا اسے ترک کردیا۔

☆ جن احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے، ان میں سے کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ کا یہ عمل مدۃ العمر رہا۔ورنہ کسی صحیح حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ہوئی تھی۔جب تک ان

باتوں میں سے ایک بات ثابت نہ ہو رفع یدین کا سنت دائمہ مستمرہ ہونا ثابت نہیں اس کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ سے ترک رفع الیدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پھر رفع یدین کی ممانعت بھی موجود ہے۔ اور حضرات خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کا عمل بھی ترک رفع یدین پر ثابت ہے ان تمام امور سے ثابت ہوتا ہے کہ رفع الیدین آپ کی سنتِ دائمہ نہیں بلکہ سنت متروکہ ہے۔ جیسے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث نمبر :386 میں ہے اس کے علاوہ

حدیث :259

ابوداود کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو وہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں۔ ابوداود:652 مشکوۃ :765

حدیث :260

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی مسجد میں آیا کرے تو دیکھ لیا کرے اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو انہیں پونچھ دے اور ان میں نماز پڑھ لے۔ ابوداود:650 مشکوۃ :766
ان تین احادیث سے ثابت ہوا صحابہ کرام اور حضور ﷺ جوتی سمیت نماز ادا کیا کرتے تھے لیکن اب یہ سنت متروکہ ہو چکی ہے اہل حدیث اگر سنت متروکہ یا منسوخہ پر

عمل کرنے پر بضد ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ رفع الیدین کی طرح جوتی پہن کر بھی نماز پڑھا کریں اگر وہ خود جوتی کے بغیر نماز پڑھنے کے باوجود اہل حدیث ہیں تو ہم حنفی رفع الیدین نہ کرنے وجہ سے تارک سنت کیسے ہو سکتے ہیں؟ جبکہ ہمارے پاس رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر مضبوط دلائل موجود ہیں۔ جبکہ اہل حدیثوں کے پاس جوتی میں نماز پڑھنے والی حدیث کے منسوخ ہونے پر ایک بھی دلیل نہیں۔

جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ صرف بخاری اور مسلم کی حدیث قابل عمل ہیں وہ میری ان باتوں کا جواب دیں۔

☆ نماز کے شروع میں سبحانک اللھم پڑھنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے یہ ابوداود(776) اور ترمذی(243) میں ہے۔

☆ سینہ پر ہاتھ باندھنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے

☆ بلند آواز سے آمین کہنا بند کر دیں کیونکہ اس کا ثبوت بخاری اور مسلم میں نہیں ہے

☆ وتروں میں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا چھوڑ دیں کیونکہ اس کا ثبوت بخاری اور مسلم میں نہیں ہے بلکہ وتروں میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے کا بھی ثبوت نہیں وہ صرف قنوت نازلہ پر قیاس کرتے ہیں اور قیاس ان کے نزدیک جائز نہیں۔

☆ سورہ فاتحہ کے بعد طویل سکتہ بند کر دیں کیونکہ اس کا ثبوت بخاری اور مسلم میں نہیں ہے بلکہ کسی بھی صحیح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں اس کے برعکس ابن تیمیہ نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔

☆رفع یدین کے بارے میں جو روایات مروی ہیں ان میں اختلاف واضطراب ہے،لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اضطراب سے پاک ہے چنانچہ ان سے رفع یدین کی ایک بھی روایت نہیں ہے، پس جو حدیث کہ اختلاف واضطراب سے پاک ہو وہ مقدم ہوگی۔

امام بخاری اور مسلم نے صحیحین میں رفع الیدین کے استدلال میں صرف دو حدیثوں پر اکتفا کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جو اس باب کی سب سے صحیح حدیث سمجھی جاتی ہے۔اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی جو اس سے دوسرے درجہ پر ہے۔اور مسلم میں وائل بن حجر سے بھی رفع الیدین والی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت کا اضطراب

۱- وہ روایت جس میں صرف ایک مرتبہ یعنی تکبیر افتتاح کے وقت رفع الیدین کا ذکر ہے۔
طحاوی:225/1 موطا امام محمد حدیث:108 صحیح ابوعوانہ:90/2

۲-وہ روایت جس میں صرف دومرتبہ رفع الیدین کا ذکر ہے یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور رکوع سے اٹھتے وقت۔ موطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ ص نمبر 75/1 دار احیاء التراث العربی بیروت-لبنان

۳-بخاری کی ایک روایت میں تین دفعہ رفع الیدین کا ذکر ہے یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت(بخاری :735 مسلم:390 مشکوۃ:793

۴-بخاری کی ایک روایت میں چار دفعہ رفع الیدین کا ذکر ہے اس میں دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین مذکور ہے۔(بخاری :739 مشکوۃ:794

۵-امام بخاری کے رسالہ (,,جزء الرفع الیدین،، اور مجمع الزوائد:102/2) میں ان چار جگہوں کے علاوہ پانچویں جگہ بھی رفع الیدین کا ذکر ہے۔یعنی بین السجدتین۔

۶-امام طحاوی کی مشکل الآثار میں ہر اونچ نیچ رکوع وسجود وقیام وقعود اور سجدوں کے درمیان رفع الیدین کا ذکر ہے۔ كان يَرْفَعُ يَدَيْهِ فی كُلِّ خفض ورفع وركوع وسجود وبين السجدتين ويذكر أن النبی ﷺ كا ن يفعل ذلك۔
فتح الباری:223/2 اعلاء السنن:66/3

فإنه بين أن رجاله ثقات وما ادعاه الحافظ من كون هذه الرواية شاذة غيرُ صحيح

۷- نماز کے شروع میں رفع یدین نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو دیکھتے کہ وہ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکری مارتے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری)

اس روایت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کا ذکر نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات اس سلسلہ میں چھ قسم کی ہوگئی اتنا شدید اضطراب کیا استدلال پیدا کرنے میں تامل پیدا نہیں کرتا۔ اہل حدیث حضرات کو چاہیے ان تین مقامات کی بجائے چھ جگہ رفع یدین کیا کریں۔

یہ کیا طریقہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی صرف ایک روایت کو لے لیا باقی پانچ روایات کو چھوڑ دیا اگر عمل کرنا ہے تو سب پر کرو ورنہ آپ بھی تارک حدیث کہلائیں گے۔

باقی روایت کو چھوڑ کر صرف ایک روایت کو ترجیح کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے؟ سجدوں کے وقت دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین ترک کرنے کی کون سی صحیح صریح اور مرفوع روایت ہے؟

جبکہ آپ کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت متواتر ہے جس میں اس قدر اضطراب ہے۔ یاد رہے جواب میں اپنے اصول کے مطابق صرف قرآن وحدیث کو پیش کیا جائے، کسی امتی کے قول سے استناد سے گریزاں رہیں کیونکہ وہابی اصولوں کے مطابق یوں تقلید ہوجاتی ہے جو کہ ان کے نزدیک شرک ہے۔

حدیث مالک بن حویرث کے طرق

۳- بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں تین دفعہ رفع الیدین کا ذکر ہے یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت

(بخاری :737 مسلم :391 مشکوۃ :795

۲- چار جگہ رفع الیدین ان تین مقام کے علاوہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت۔

نسائی حدیث 1142/2

۳- پانچ جگہ رفع الیدین یعنی رکوع اور سجدہ میں رفع الیدین کرتے تھے۔

مسند ابوعوانہ :95/2

یہ ان دو حدیثوں میں اختلاف واضطراب کا نقشہ ہے جو محدثین کے نزدیک رفع الیدین کے باب میں سب سے قوی اور سب سے صحیح ہیں۔ اور جن پر امام بخاری اور مسلم نے اکتفا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اختلاف کی موجودگی میں کسی ایک روایت کو لے کر باقی روایات کو ترک کرنا ہوگا۔

اس لئے اہل حدیث حضرات کو چاہئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صرف ایک روایت کو معمول نہ بنائیں ان کی دیگر روایات پر عمل کیا کریں اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کریں یعنی تین مرتبہ نہیں ایک رکعت میں کم از کم چھ مرتبہ رفع یدین کریں تا کہ ان پر ترک حدیث کا الزام نہ آئے یا حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت علی اور حضرت عمر بن

الخطاب حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم کی حدیث پر عمل کریں جو حدیث اضطراب اور اختلاف سے محفوظ ہے۔اور وہ ہے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا اور جس کی تائید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے آخری عمل سے بھی ہوتی ہے۔

غیر مقلدین حدیث پر عمل کے بڑی بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن ان چھ مقامات میں سے صرف تین یا چار مقام پر رفع یدین کرتے ہیں لیکن ہر سجدہ یا تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے آخر کیوں؟

اب واضح ہو گیا کہ رفع یدین کی تمام احادیث پر غیر مقلدین کا اپنا عمل کہاں تک ہے؟ لیکن تعجب ہے کہ جو حضرات دلائل کی بناء پر رکوع کے وقت بھی رفع یدین نہیں کرتے ان پر تو انہیں اعتراض ہے لیکن اپنی حقیقت کی خبر نہیں الغرض ان مؤخر الذکر مقامات میں غیر مقلدین جس بنیاد پر رفع یدین نہیں کرتے اسی بنیاد پر ہم رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے کی بابت ان کا جو مؤقف ہے وہی مؤقف ہم رکوع کے وقت بھی اختیار کرتے ہیں۔

اعتراض

اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا آخری عمل رفع یدین ہے ترک رفع یدین نہیں جس کی دلیل یہ حدیث ہے

حضرت ابو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے تکبیر کہی ہاتھوں کو اٹھایا...... پھر رکوع کے وقت رفع یدین کیا پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت پھر سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔

ابوداود حدیث:723 البانی نے اس کو صحیح لکھا ہے

یہ روایت نسائی میں بھی وائل بن حجر سے بیان کی گئی ہے :889 اور یہ روایت نسائی میں مالک بن حویرث سے بھی مروی ہے جس میں سجدہ جاتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔نسائی :1085

وائل بن حجر نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ رکوع کرتے وقت اور سجدہ کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جزء رفع الیدین للبخاری۔

اور احمد شاکر غیر مقلد نے ترمذی کی تحقیق میں حضرت وائل کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے وفی روایة لاحمد من حدیث وائل بن حجر :((کلما کبر ورفع ووضع وبین السجدتین))

(ترمذی حدیث نمبر :257 کا حاشیہ)

اہل حدیث کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث اور وائل بن حجر نبی کریم ﷺ کے آخری ایام میں مسلمان ہوئے ہیں اس لئے یہ حضور ﷺ کا آخری عمل تھا تو سنئے!

اس کے جواب میں ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی لکھتے ہیں

اولاً: آپ نے ان کے آخری ایام میں مسلمان ہونے پر کوئی صحیح، صریح مرفوع روایت پیش نہیں کی صرف قیاس سے کام چلایا ہے لیکن وہابی مذہب میں قیاس کے متعلق جو گل افشائیاں کی گئی ہیں۔ انہیں آپ ذہن میں رکھ کر قیاس سے دامن کش ہو جائیں اور اپنے موقف پر حدیث صحیح، صریح، مرفوع پیش کریں۔

ثانیاً: کسی راوی کے متاخر الاسلام ہونے پر یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا بیان کیا ہوا عمل حضور اکرم ﷺ نے آخری ایام میں ہی کیا تھا۔ اگر یہی قانون ہے تو اس پر حدیث صحیح، صریح مرفوع، حدیث درکار ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے عظیم محدث عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

متاخر الاسلام ہونے سے یہ دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۷۵)

یعنی جو آدمی کسی صحابی کے آخری ایام میں مسلمان ہونے کو دلیل بناتا ہے وہ اصول حدیث اور اصول فقہ دونوں سے ناواقف اور جاہل ہے۔

مزید لکھتے ہیں: راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً: اگر پھر بھی آپ اسی بات کی رٹ لگائیں کہ یہ حضور ﷺ کا آخری عمل ہے تو یاد فرمائیں!...... اس میں تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں اور سجدوں میں رفع یدین کا

ذکر ہے، لہذا آپ حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل اپناتے ہوئے سجدوں میں بھی رفع یدین کیا کریں اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین ترک کر دیں کیونکہ بقول آپ یہ حضور ﷺ کا آخری عمل تھا۔

ان روایات پر وہابیوں نے عمل نہیں کیا

حضرت ابن عمر اور مالک بن الحویرث کی اکثر روایات میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور حضرت وائل بن حجر کی روایت میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ فکبر ورفع یدیه حتی حاذتا بأذنیه رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوگئے۔ (نسائی :889)

اب اگر ان روایات میں رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل بیان کیا گیا ہے تو بتایئے آپ لوگ حضور ﷺ کے آخری عمل کو اپناتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کانوں تک کیوں نہیں اٹھاتے؟

دوسروں کو دعوت دینے سے قبل ان روایات پر خود عمل کر کے دکھائیں...... جب آپ نے ان روایات پر عمل نہیں کیا بلکہ آپ کا عمل ان روایات کے خلاف ہے تو سچ بتایئے!...... آپ نے خود ہی اس بات کی وضاحت نہیں کر دی کہ ان روایات میں رسول اللہ ﷺ کا آخری ذکر نہیں کیا گیا۔

ایسے ہی نسائی کی روایت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ثم

وضع یدہ الیمنی علی کفہ الیسری و الرُّسْغِ و الساعدِ (نسائی :889)

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی ،گٹ اور کلائی پر ہونا چاہئے یہ طریقہ تو اہل سنت کا ہے جبکہ وہابی حضرات کلائی پر کلائی رکھتے ہیں بعض تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کہنی تک لے جاتے ہیں لہذا اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت کا طریقہ حضور ﷺ کے آخری عمل کے مطابق ہے جبکہ وہابی حضرات اس مسئلہ میں بھی آپ کے آخری عمل کی مخالفت کرتے ہیں ۔(الحقیقہ بابت دسمبر :2004 ص:44)

اگر حضرت وائل بن حجر کی روایت حضور ﷺ کا آخری عمل ہے تو سنئے

وائل بن حجر سے حدیث مرفوع قولی موجود ہے جس میں صرف ابتدائی رفع یدین کا ذکر ہے

قال رسول اللہ ﷺ یا ابن حجر إذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك...... ۔ المعجم الکبیر 11/22 مجمع الزوائد 377/9 کنز العمال 431/7

اے بلال بن حجر ...... جب تو نماز پڑھنے لگے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاؤ۔اس حدیث میں ابتدائی رفع یدین کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔اور یہ قانون ہے کہ قولی اور فعلی احادیث میں تضاد کے وقت قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے ۔لہذا اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلی رفع یدین کے علاوہ کسی اور جگہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں ۔

وہابی اکابر کے موقف میں اختلاف کیوں؟

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی صاحب فرماتے ہیں

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن وحدیث ہے یہ بات درست ہے تو بتائیے!...... کہ آپ کے بزرگوں کا رفع یدین کی حیثیت متعین کرنے میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟...... قرآن وحدیث کی تصریح کے مقابلہ میں اس قدر تضاد کیوں؟...... آیئے ہم آپ کو ان کے اکابر کے بیانات بھی سنائے دیتے ہیں......ملاحظہ فرمائیں!

۱-نور حسین گرجاکھی نے قرۃ العینین ص ۵۳ پر رفع یدین کو سنت مؤکدہ لکھا اور ص ۶۰ پر لکھا رفع یدین سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

۲-خالد گرجاکھی نے لکھا سنت مؤکدہ ہے،اگر غلطی سے رہ جائے تو نماز ہوجاتی ہے اور اگر دیدہ دانستہ چھوڑ دے تو سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ضرور ہوتا ہے۔

باپ کہتا ہے کہ باطل ہے بیٹا کہتا ہے کہ ہوگئی صرف گنہگار ہوگا بتائے سچا کون ہے؟(اور نماز باطل ہونے پر دلیل کیا ہے؟)

۳-ثناءاللہ امرتسری نے لکھا ہے:ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے۔جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔(فتاوی

ثنائیہ 579/1) انہوں نے کھلی چھٹی دی ہے، کہ رفع یدین نہ کریں تو نماز بالکل درست ہے۔

۴-حکیم صادق سیالکوٹی نے ایک جگہ رفع یدین کو مسواک کے برابر قرار دیا ہے (صلاۃ الرسول ص:237) دوسری جگہ پر سنت مؤکدہ کہا اور تیسرے مقام پر کہتے ہیں ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔

بتایئے کہ اگر رفع یدین کی حیثیت واضح طور پر حدیث میں موجود ہے تو ایک ہی زبان سے یہ بھانت بھانت کی بولیاں کیوں ہیں؟

۵-اسماعیل دھلوی لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ نماز کے شروع میں رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے قیام کے وقت رفع یدین کرنا سنت غیر مؤکدہ ہے (تنویر العینین ص ۵)

مزید لکھتے ہیں: (ولا یلام تارکہ وإن ترك مدة عمره) اگر کوئی ساری عمر بھی رفع یدین نہ کرے تو پھر بھی اسے بُرا بھلا نہیں کہا جائے گا۔

ان کے نزدیک پوری عمر رفع یدین چھوڑنے پر کوئی ملامت نہیں۔

جبکہ دھلوی صاحب کے برعکس اہل حدیث رفع یدین نہ کرنے والوں کو جلی کٹی سناتے رہتے ہیں...... کیا ان کا یہ عمل حدیث کے مطابق ہے؟

۶- شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دھلوی کا فیصلہ کن حوالہ

(وہابی حضرات کا کیا ہوا ترجمہ پیش خدمت ہے)

علمائے حقانی پر پوشیدہ نہ رہے کہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

فتاوی نذیریہ 141/1

اب فرمایئے...... آپ حضرات کے شیخ الکل کے اس بیان ذیشان کی روشنی میں موجودہ دور میں وہابی حضرات میں سے تقریباً کوئی بھی صاحب علم، تعصب اور جہالت سے خالی نہیں اور نہ ہی علمائے حقانی میں ان کا شمار ہوتا ہے...... کیونکہ علمائے حقانی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کرنا اور بعد میں چھوڑ دینا دونوں ثابت ہیں۔

(,,الحقیقہ،، دسمبر: 2004 ص:45)

مغالطہ نمبر ۱

غیر مقلدین حضرات کے فرقہ پرست حضرات واعظ اور مصنف سادہ لوح عوام کو یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ رفع یدین کی روایات تو بخاری و مسلم میں ہیں جب کہ ترک رفع یدین کی

روایات دوسری کتب حدیث میں ہیں لہذا بخاری ومسلم کی روایات راجح ہوں گی۔

جواب

یہ دعویٰ غلط ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی روایات بخاری مسلم میں نہیں ہیں رفع یدین کی ممانعت مسلم شریف کی حدیث میں ہے

غیر مقلدین کا یہ اصول کہ بخاری کی روایت اس لئے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے ایک عوامی نعرہ تو ہوسکتا ہے لیکن علم حدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔چونکہ بخاری اور مسلم کو یہ دعویٰ نہیں کہ انہوں نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ کرلیا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث کا ذخیرہ ان کے علاوہ بھی موجود ہے۔لہذا جب صحیح ہونے کی صفت میں اور احادیث بھی شریک ہیں تو پھر یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہے کہ بخاری کی روایت اس لئے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے۔

ما أدخلت في كتاب الجامع إلا ما صح وتركت من الصحاح مخافة الطول

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے جامع الصحیح میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور میں نے بہت سی صحیح احادیث کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ دیا ہے۔

ليس كل شيء عندي صحيح وضعته هَهُنا إنما وضعت هَهُنا ما أجمعوا عليه

امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ہر صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا البتہ جن کو ذکر کیا ہے ان کے صحیح ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔مسلم حدیث نمبر :404

جب بخاری اور مسلم نے یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ صحیح احادیث صرف ہماری کتب میں ہیں تو پھر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جو حدیث بخاری ومسلم میں نہیں وہ حدیث ہی قابل اعتبار نہیں یہ دعویٰ تو انکار احادیث پر منتج ہوتا ہے بلکہ احادیث صحیحہ صرف صحاح ستہ میں منحصر نہیں اس کے علاوہ سینکڑوں احادیث کی کتابیں ہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میری احادیث صرف صحاح ستہ میں ہیں اور کسی کتاب میں میری احادیث نہیں یہ تو غیر مقلدین نے مشہور کررکھا ہے کہ یہ صحاح ستہ ہے ورنہ ان کتب میں ساری احادیث صحیح نہیں ہے ان میں موضوع بھی ہیں ضعیف بھی ہیں اور حسن بھی ہیں جیسا کہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے صحاح ستہ کی تقسیم کی ہے (۱) صحیح اور حسن (۲) ضعیف اور موضوع۔

جو شخص احادیث کو صحاح ستہ میں یا صحیح احادیث کو صرف بخاری اور مسلم میں منحصر سمجھتا ہے وہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو محدود کرتا ہے اور لاکھوں احادیث کا انکار کرتا ہے۔

جیسا کہ امام بخاری ایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں (نزہۃ القاری شرح بخاری ص :157) بخاری میں احادیث کی تعداد حافظ ابن صلاح کے مطابق 7275 ہے اور حذف مکررات کے بعد چار ہزار اور ابن حجر عسقلانی کے مطابق اگر مکررات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد :2623 ہے باقی چھیانوے ہزار احادیث کدھر گئیں جبکہ صحاح ستہ کی احادیث کی تعداد 29653 ہے جن کی تفصیل یہ ہے

بخاری کل احادیث: 7275

مسلم کل احادیث: 3033

ابوداود کل احادیث: 5274

ترمذی کل احادیث: 3956

نسائی کل احادیث: 5774

ابن ماجہ کل احادیث: 4341

کل صحاح ستہ: 29653

اورامام بخاری کوایک لاکھ احادیث یاد تھیں

100000

منفی 29653

باقی صحیح احادیث: 70347

صحاح ستہ کی کل احادیث ملا کر بھی ایک لاکھ کی گنتی پوری نہیں ہوتی ستر ہزار احادیث باقی رہتی ہیں وہ باقی ستر ہزار صحیح احادیث دیگر کتب حدیث موجود ہیں مثلاً طحاوی شریف مسند امام احمد، دارمی شریف، طبرانی شریف وغیرہا اب جو صرف بخاری ومسلم یا صحاح ستہ کو مانتا ہے وہ کم از کم ستر ہزار حدیث کا انکار کرتا ہے جو ایک صحیح حدیث کا انکار کرے وہ منکر حدیث ہے تو جو ستر ہزار حدیث کا انکار کرے اس کا دعوی ,,اہل حدیث،، ہونا کیسے صحیح ہوسکتا ہے تو اب یہ کہنے کا جواز نہ رہا کہ جو حدیث بخاری ومسلم یا صحاح ستہ میں نہیں وہ احادیث صحیح نہیں۔

نیز غیر مقلدین رفع یدین کے مسئلہ میں تو اس نعرہ کا سہارا لیتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیث بخاری میں ہیں اور ترک رفع یدین بخاری میں نہیں لیکن سورہ فاتحہ سے پہلے اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر آمین اونچی آواز سے کہہ کر اور سینے پر ہاتھ باندھ کر اس نعرہ کو نظر انداز کر کے خود ہی اس کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں کیونکہ آواز سے آمین کہنا اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر بخاری ومسلم کی کسی صحیح مرفوع حدیث میں نہیں اور حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے اور کسی ایک صحیح حدیث میں حضور ﷺ کا اونچی تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن غیر مقلدین پھر بھی تسمیہ اونچی پڑھتے ہیں الغرض یہاں بخاری ومسلم کی روایات کو ترجیح دینے والا اصول کیوں بے اثر ہو جاتا ہے۔؟

نیز غیر مقلدین سورہ فاتحہ کے بعد طویل سکتہ کرتے ہیں تا کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں یہ سکتہ بخاری مسلم میں نہیں ہے بلکہ کسی بھی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ناصر الدین البانی نے اور ابن تیمیہ نے اس کو بدعت قرار دیا ہے پھر بھی غیر مقلدین سکتہ کر کے اپنے بدعتی ہونے کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

غیر مقلدین وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں بخاری ومسلم میں اس کا بھی ثبوت نہیں بلکہ صحاح ستہ کی کسی بھی صحیح مرفوع حدیث میں اس کا ثبوت نہیں۔ یہاں بخاری ومسلم یا صحاح ستہ والا اصول کیوں بے اثر ہو جاتا ہے۔؟

بخاری مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب سخت گرمی ہو تو ظہر ٹھنڈی کر کے

پڑھو لیکن غیر مقلدین ہمیشہ ظہر اول وقت میں پڑھتے ہیں یہاں بخاری و مسلم یا صحاح ستہ والا اصول کیوں بے اثر ہو جاتا ہے۔؟

مغالطہ نمبر۲

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں جو معیار اپنایا وہ ان کی دوسری تالیفات ,,رسالہ رفع یدین،، اور رسالہ ,,قراءت خلف الامام،، میں نہیں ہے اس لئے کتب حدیث میں جو حیثیت صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ ان کی دوسری کتب کو حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ ان کو صحاح ستہ کے درجہ میں بھی نہیں رکھا گیا چونکہ ان میں بہت سی روایات ضعیف بلکہ موضوع تک ہیں لیکن غیر مقلدین کے متعصب واعظ ان دونوں رسالوں کی روایات بیان کر کے بار بار امام بخاری کا نام لے کر سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان روایات کا مقام بھی وہی ہے جو صحیح بخاری شریف کا ہے۔اور وہ اس حقیقت کو چھپاتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر روایات صحیح بخاری کی نہیں بلکہ امام بخاری کے رسالوں کی ہیں حضرات قارئین متنبہ رہیں۔

مفتی شریف الحق مجددی امام بخاری کے رسالہ

,,جزءالقراءت خلف الامام،، کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس رسالہ میں امام بخاری کا سارا حزم (احتیاط) رخصت ہو گیا ہے۔ایک فرعی مسئلہ پر اتنی انتہاء پسندی کردی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔احناف پر ایسے غیظ وغضب کا اظہار

فرمایا ہے کہ افسوس ہوتا ہے۔حد یہ ہے کہ ایسے غلط مسائل کا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف انتساب ہے۔جس کو سوائے افتراء کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔مزید براں یہ کہ یہاں اپنے مطلب کی احادیث لائے ہیں۔صحیح بخاری کی شرائط رخصت ہو گئیں اس کی لم آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔

جزءرفع الیدین

رفع الیدین کے اختلاف کا حاصل یہ نہ تھا کہ رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا رفع یدین نہ کریں تو نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔مگر امام بخاری کا جلال اس مسئلہ میں بھی شباب پر ہے۔کہیں احناف کو بے علم کہا کہیں غبی و گمراہی کی منزل تک پہنچایا۔

(نزہۃ القاری شرح بخاری ص:162)

مغالطہ نمبر۳

حضرات غیر مقلدین کے علماء کرام سادہ لوح عوام کو یہ کہہ کر مرعوب کرتے ہیں کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا چار سو احادیث میں وارد ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ رفع یدین کی روایات پچاس صحابہ سے منقول ہے۔نیز حضرات خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی منقول ہے۔

جواب

ان مقامات پر رفع الیدین کی بابت چارسو احادیث کا یہ دعوی بلا دلیل ہے ویسے بھی اس بحث کو فکری میدان میں رکھنے کی بجائے حضرات غیر مقلدین سے گذارش ہے کہ عملی میدان میں اس دعوی کو ثابت کریں کہ چودہ سو سال میں کسی ایک شخص نے بھی ان چار سو روایات کو جمع کیا ہو تو وہ مجموعہ منظر عام پر لائیں یا وہ خود ان چار سو روایات کو جمع کر کے پیش کریں۔ واضح رہے کہ وہ قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے۔

جہاں تک رفع یدین کی پچاس صحابہ کی روایات کا تعلق ہے تو وہ نماز شروع کرتے وقت ہے ۔رکوع کو جاتے وقت اور اٹھتے وقت نہیں ملاحظہ ہو:

قاضی شوکانی غیر مقلد ہونے کے باوجود اس حقیقت کے معترف ہیں کہ پچاس صحابہ کرام سے جو رفع یدین منقول ہے وہ ابتدائے نماز کے متعلق ہے۔

وجمع العراقی عدد من روی رفع الیدین فی ابتداء الصلاۃ فبلغوا خمسین صحابیا منھم العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ۔

علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع الیدین کی روایات نقل کرنے والے صحابہ کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی ۔انہیں میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔

نیل الاوطار 191/2، سبل السلام از صنعانی غیر مقلد 274/1

الغرض معلوم ہوا کہ پچاس صحابہ کرام سے جو رفع یدین منقول ہے وہ ابتدائے نماز سے متعلق ہے اور انہیں میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اور اب پچاس صحابہ

کرام سے رفع یدین ذکر کرنا اور اس کے مقام ومحل کو چھپا کر یہ تاثر دینا کہ یہ رفع یدین رکوع کرتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں تھا۔ ایک واضح علمی خیانت اور امانت ودیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے جو حدیث پر عمل کرنے کے دعویداروں کو زیب نہیں دیتا۔

غیر مقلدین علماء کے اس حوالہ پر اگر غور کیا جائے تو پچاس صحابہ کرام کی رفع یدین کی روایات نماز کے ترک رفع یدین پر دلیل بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ ان پچاس صحابہ کرام کی روایات سے ثابت ہے کہ انہوں نے نماز کے شروع میں رفع یدین کیا تو احناف بھی تو یہی کہتے ہیں کہ صرف نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اس کے علاوہ باقی جگہ رفع یدین منسوخ ہے تو ہمارا ترک رفع یدین کا عمل پچاس صحابہ جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں ثابت ہوگیا جب کہ رفع یدین کی روایات صرف چار یا پانچ صحابہ سے منقول ہیں وللہ الحمد۔

باب نمبر: 7

قراءۃ خلف الامام

غیر مقلدین حضرات ایک طرف تو اہل سنت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں لہذا یہ مشرک ہیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل سنت (احناف) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے لہذا ان کی نماز باطل ہے۔ ان سے پوچھیں کہ اگر وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیں تو ان کی نماز درست ہے تو کہتے ہیں ہاں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سنیوں کا نعرہ یا رسول اللہ اور حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا عقیدہ درست ہے شرک نہیں اور یہ سچے پکے مسلمان ہیں۔ کیونکہ مشرک کی کوئی عبادت قبول نہیں۔ اور احناف اگر مسلمان ہیں ان پر شرک کا فتویٰ لگانے والا کون؟ صحیح حدیث کے مطابق مسلمان پر شرک کا فتویٰ لگانے والا خود مشرک ہو جاتا ہے۔

حدیث :261

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی اُس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا جب تک اللہ تعالی چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی پھر اس سے یہ حالت چھن جائے گی اور وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے اُن سے جنگ کرے

گا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا جن پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ، یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا۔ مسند ابو یعلی امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر سورۃ الاعراف آیت (۱۷۵) ج ۲ ص ۲۷۵)

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے دیکھو سلسلہ احادیث الصحیحہ حدیث: 3201

جو عام مسلمان پر شرک کا فتوی لگائے وہ خود مسلمان نہیں رہتا تو جو تمام جہان کے ماں باپ اور اللہ کے نبی اور خلیفہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام پر شرک کا فتوی لگائے کیا اس کا ایمان سلامت رہے گا کیا اس کی نمازیں اس کو بچا لیں گی۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا اور رفع یدین کرنا اور اونچی آواز سے آمین کہنا انہیں جہنم سے بچا لے گا؟

محمد بن عبدالوہاب نے کتاب التوحید میں قتادہ تابعی کی طرف یہ قول منسوب کر کے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام پر فتویٰ جڑ دیا یعنی انبیاء کو مشرک کہنا یہ ان کی شیطانی توحید ہے لکھتا ہے۔

(شرکاہ فی طاعتہ ولم یکن فی عبادتہ)

ان دونوں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے اطاعت میں شرک کیا عبادت میں شرک نہیں کیا (نعوذ باللہ)

(کتاب التوحید عربی ص:۱۳۱، باب فلما اتھما صالحا جعلا لہ شرکاء)

اوراگر یہ کہیں کہ اہل سنت کے عقائد شرکیہ ہیں تو پھر پہلے عقائد اہل سنت پر بحث اور مناظرہ ہونا چاہئے ۔ پھر رفع یدین، قراءت خلف الامام اونچی آواز سے آمین کا مسئلہ چھیڑنا چاہئے ۔ کیونکہ یہ تو فروعی اختلاف ہے اور یہ بات مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ۔ کیونکہ جلیل القدر صحابہ کرام نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جن کا تذکرہ تفصیل سے آئے گا کیا ان تمام صحابہ کی نمازیں ضائع گئیں اگر ان کی قبول ہیں تو ان کی طفیل ہم اہل سنت کی بھی قبول ہیں ۔ بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پڑھی ہوئی فاتحہ کو اپنے لئے کافی سمجھا دیکھو حدیث نمبر 278 رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز سے بھی معلوم ہو گیا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا منسوخ ہے ۔

حدیث پر عمل کے زبانی دعویداروں کو چاہئے کہ ضد چھوڑ دیں اور رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو اپنا کر حدیث پر عمل کریں اور لوگوں کی نمازوں کو باطل کہنے کی گردان چھوڑ کر اپنی نمازوں کی فکر کریں ۔ اور سارے جہاں کی ٹھیکیداری نہ کریں ۔ اعمال تو فروع ہیں اور ثانوی حثیت رکھتے ہیں ۔ اصل چیز عقائد اور ایمان ہے ۔ نبی کی تعظیم اور محبت کے ساتھ نماز عبادت ہے ورنہ عادت ہے ۔ بہت سے لوگ نمازیں پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے باوجود جہنم میں جائیں گے کیونکہ ان کے عقائد درست نہ تھے ۔ جیسا کہ منافقین حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے لیکن چونکہ ان کے دل نبی کریم ﷺ کی محبت سے خالی تھے ان کی نمازیں ان کے منہ پر ماری گئیں اور انہیں جہنم کے نچلے طبقہ میں ڈالا جائے گا یہ قرآن کا فیصلہ ہے ۔ صرف عبادت اور علم سے کام نہیں چلتا ۔ نمازیں شیطان نے بہت پڑھی تھیں اور

عالم بھی بہت بڑا تھا لیکن نبی ﷺ کی تعظیم کے وقت فیل ہو گیا ۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

حدیث:262

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا تو اپنے دائیں بائیں والوں کو دیا اور اپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص جس کا رنگ کالا، بال منڈے ہوئے اور لباس سفید تھا کھڑا ہوا اور بولا اے محمد ﷺ آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے پھر فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی شاید یہ بھی اُن میں سے ہو وہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کی علامت سر منڈانا ہے یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو تم انہیں قتل کر دو اور جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں ۔

(نسائی ۴۱۱۴ کتاب التحریم باب من شہر سیفہ، مشکوۃ ۳۵۵۳ کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ)

یہ میں نے اشارۃً بات کی ہے اگر اس گروہ کی تفصیل دیکھنا ہو تو فقیر کی کتاب ,, بے ادبوں

کی نشانیاں،، کا مطالعہ بہتر رہے گا۔اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

نماز میں قراءت کی حثیت

احناف کے نزدیک نماز میں مطلق قراءت فرض ہے اور سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے فرض نہیں قرآن پاک میں ہے:فَاقْرَءُ وا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔(سورہ مزمل آیت:۲۰) قرآن نے قراءت کا فرض بیان کرتے ہوئے فاتحہ کی تعیین نہیں کی۔بلکہ عموم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو۔عبادہ بن صامت کی حدیث خبر واحد ہے اگر اس حدیث کی وجہ سے یہ کہہ دیں کہ فاتحہ بھی فرض ہے تو یہ کتاب اللہ کا خبر واحد سے منسوخ ہونا یا خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔جو جائز نہیں۔اس لئے ہر دلیل کو اپنا مقام دینا چاہئے۔قرآن پاک کی آیت کی وجہ سے مطلق قراءت کو فرض کہا جائے اور اس حدیث کی وجہ سے تعیین فاتحہ کو واجب۔خبر واحد سے وجوب کا درجہ ثابت ہو سکتا ہے فرضیت کا نہیں۔غرضیکہ یہ حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے سورہ فاتحہ کے وجوب کو چاہتی ہے اور وجوب کے ہم قائل ہیں۔اس لئے ہم تنہا نماز پڑھنے والے یا امام پر واجب جانتے ہیں یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔

مقتدی پر سورہ فاتحہ واجب نہیں

نمازی کی دو حالتیں ہیں:منفرد(تنہا) اور مع الجماعت

منفرد اور امام کے لئے ہر حال میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اس کے بغیر نماز کامل نہیں ہوگی اور اگر سورہ فاتحہ پڑھنا بھول گیا ہے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۔

اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

(مسلم حدیث نمبر ۳۹۴ کتاب الصلا ۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ
مشکوۃ حدیث نمبر ۸۲۲)

لیکن مقتدی پر امام کے پیچھے جہراً یا سراً کسی حالت میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنی جائز نہیں کیونکہ یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے مقتدی پر سورہ فاتحہ کو واجب کرنے والی بخاری مسلم صحاح ستہ بلکہ دیگر کتب حدیث میں ایک حدیث بھی صحیح صریح مرفوع موجود نہیں ہے۔

قراءت خلف الامام کے متعلق امام شافعی کا نظریہ

امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں:اوّل تمام نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت واجب ہے۔قول ثانی یہ ہے کہ سری میں واجب ہے جہری میں واجب نہیں ہے۔

ان دونوں قولوں میں سے امام شافعی کا قول جدید کون سا ہے اور قدیم کون سا ہے۔کتاب الامّ امام شافعی کی کتب جدیدہ میں سے ہے اور اسی میں یہ قول ہے کہ ،،سری نماز میں سورہ فاتحہ واجب ہے جہری میں واجب نہیں ہے۔بغداد سے مصر تشریف لا کر امام شافعی نے مصر

میں کتاب الام تصنیف فرمائی اور مصر میں جا کر جو کتابیں لکھی ہیں ان کو کتب جدیدہ کہا جاتا ہے۔لہذا کتاب الام کتاب جدید ہے۔حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ کتاب الام مصر میں لکھی گئی ہے۔:252/10

اس کتاب میں امام شافعی لکھتے ہیں:-

منفرد اور امام پر واجب ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے کوئی دوسری سورت کافی نہیں ہوگی اور پسندیدہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی۔ایک آیت یا اس سے زیادہ۔ اور مقتدی کا انشاء اللہ عنقریب تذکرہ کروں گا۔کتاب الام 93/1

چنانچہ مقتدی کے متعلق ص :153 پر لکھتے ہیں: ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے اداء کی جائے اور امام ایسی قراءت کر رہا ہو جو سنی نہ جا سکتی ہو یعنی سرّی قراءت کر رہا ہو۔تو ایسی صورت میں قراءت کرلے۔اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ صرف ان نمازوں میں مقتدی قراءت کرے جن میں امام کی قراءت سنائی نہیں دیتی۔یعنی جہری نمازوں میں مقتدی قراءت نہ کرے۔

قراءت خلف الامام کے متعلق امام احمد بن حنبل کا نظریہ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں سوائے مقتدی کے کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا

پڑھنا ہے۔کتاب العمدہ باب صفة الصلاة ص:۵۵

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کا یہ قول نہیں سنا کہ جب امام جہری قراءت کرے تو مقتدی کی نماز صحیح نہیں ہوگی جب کہ وہ خود قراءت نہ کرے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ ہیں اور آپ کے صحابہ و تابعین ہیں۔یہ اہل حجاز میں امام مالک ہیں۔یہ اہل عراق میں امام ثوری ہیں۔یہ اہل شام میں امام اوزاعی ہیں۔یہ اہل مصر میں امام لیث ہیں ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب امام قراءت کرے اور مقتدی قراءت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔
(المغنی ۱/۵۱۴)

قراءت خلف الامام کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی اور کوفیوں کا قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قراءت نہ کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ,,کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے،، ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو،، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قراءت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ

امام کے پیچھے کسی حال میں قراءت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خودکو بھی آواز نہ آئے اور جس نے خودکو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اوران کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے۔مقتدی امام کے ساتھ سرّی نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

اکمال اکمال المعلم 150/2

قراءت خلف الامام کے متعلق فقہاءاحناف کانظریہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے تمام نمازیوں کوقراءت کرنے کاحکم دیا ہے :فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ اب قرآن میں سے جتناتم پرآسان ہواتناپڑھو۔(سورہ مزمل آیت:۲۰)اوررسول اللہ ﷺ کابھی حکم ہے کہ کوئی نمازبغیرقرآن مجید پڑھےبغیرنہیں ہوتی۔لیکن جب حدیث میں وارد ہے ,,جس شخص کاکوئی امام ہوتو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے،تواس آیت اورحدیث کےعموم کی تخصیص کرناواجب ہے جیساکہ ائمہ ثلاثہ کاقاعدہ ہے اس لئے مقتدی اس حکم کےعموم سے خارج ہے،نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نمازکوپانے والانمازکی رکعت کوپالیتا ہےحالانکہ اس رکعت میں اس نے قراءت نہیں کی ہے۔اس سے معلوم ہواکہ مدرک رکوع بھی قراءت کےعمومی حکم سے خارج ہے۔اس طرح جس حدیث میں ہے ,,اللہ اکبرکہوپھرتم کوجس قدرقرآن یاد ہے پڑھو،،یہ بھی مقتدی کےغیرپرمحمول

ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لئے بھی شرعاقراءت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے،اگرمقتدی نے قراءت کی تو ایک نماز میں دوقراءتیں ہوجائیں گی!......اگر یہ اعتراض کیاجائے کہ کیارکوع کےفوت ہوجانے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا ؟تو ہم کہیں گےنہیں کیونکہ اگرکوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائزنہیں ہے، بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑاہوکراللہ اکبر کہے ،البتہ قیام کاامتدادرکوع کےفوت ہونے کےخدشہ کی وجہ سےاس سے ساقط ہوجاتا ہےاور قیام کافرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہوجاتا ہے جیسےرکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

(فتح القدیر:297/1)

مقتدی خاموشی سےقرآن سنیں

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:-

﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

اور جب قرآن پڑھاجائےتواسےکان لگاکرسنواورخاموش رہوکہ تم پررحم ہو۔

سورۃالاعراف آیت نمبر(۲۰۴)پارہ نمبر۹ رکوع نمبر (۱۴)

اس آیت سےمعلوم ہواکہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا،مقتدی کومنع ہے،خواہ امام جہری قراءت کرے یا آہستہ۔اگرمقتدی پرسورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو رکوع میں مل جانے سے اس کو رکعت نہ ملتی، امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔جمہورصحابہ کا یہی

مذہب ہے۔کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے۔لیکن اس کے برعکس

عام اہل حدیثوں کا قراءت خلف الامام کے متعلق انتہائی نظریہ

عام اہل حدیثوں کے نزدیک اس آیت کے مخاطب کفار ہیں (نعوذ باللہ)

چنانچہ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:-

بعض ائمہ دین اسے عام مراد لیتے ہیں کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے' چاہے نماز ہو یا غیر نماز' سب کو خاموشی سے قرآن سننے کا حکم ہے پھر وہ اس عموم سے استدلال کرتے ہوئے جہری نمازوں میں مقتدی کے سورہ فاتحہ پڑھنے کو بھی اس قرآنی حکم کے خلاف بتاتے ہیں لیکن دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی تاکید نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ان کے نزدیک اس آیت کو صرف کفار کے متعلق ہی سمجھنا صحیح ہے لیکن اگر اسے عام بھی سمجھا جائے۔تب بھی اس عموم سے نبی ﷺ نے مقتدیوں کو خارج فرمادیا اور یوں قرآن کے اس عموم کے باوجود جہری نمازوں میں مقتدیوں کا سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوگا کیونکہ قرآن کے اس عموم کی یہ تخصیص صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہے۔

(سعودی عرب کی طرف سے اہل حدیثوں کا چھپا ہوا ترجمہ قرآن ص:۴۷۶)

اور یہی صلاح الدین صاحب اس قرآن کے ص نمبر:۱ پر لکھتے ہیں

ایک مرتبہ فجر کی نماز میں بعض صحابہ کرام نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ پر قراءت بوجھل ہوگئی نماز ختم ہونے کے بعد جب آپ نے پوچھا کہ تم بھی ساتھ پڑھتے رہے ہو تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو البتہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھو کیونکہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

ابوداود، ترمذی نسائی

اور حدیث میں جو آتا ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں یا امام سورہ فاتحہ کی آیات وقفوں کے ساتھ پڑھے یا امام سورہ فاتحہ کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں اس طرح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ میں کوئی تعارض نہیں رہتا دونوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ جب کہ سورہ فاتحہ کی ممانعت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاکم بدہن قرآن کریم اور حدیث صحیحہ میں ٹکراؤ ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر ہی عمل ہو سکتا ہے۔

جواب

عام اہل حدیثوں اور صلاح الدین صاحب نے یہ سمجھا کہ اس آیت کے مخاطب کفار ہیں۔یہ بات بالکل غلط ہے۔آیت میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے۔کیونکہ

کفار پر کوئی عبادت واجب نہیں ۔جب تک ایمان نہ لائیں ۔قرآن سننا بھی عبادت ہے ۔یہ ان پر بغیر ایمان لائے کیسے واجب ہوگی ۔دوسرے یہ کہ آیت کے آخر میں ہے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔قرآن سننے سے رحمت صرف مسلمانوں پر آتی ہے ۔اگر کافر سارا قرآن حفظ بھی کرے اور روزانہ تلاوت بھی کیا کرے درس قرآن بھی دیا کرے ۔تب بھی ثواب کا مستحق نہیں ہے ۔بغیر وضو نماز درست نہیں اور بغیر ایمان کوئی عبادت قبول نہیں ۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا خَسَارًا﴾ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے ۔سورہ الاسراء آیت :82 معلوم ہوا کہ رحمت صرف ایمان والوں پر ہوتی ہے کافروں پر رحمت نہیں ہوتی جب تک ایمان نہ لائیں معلوم ہوا کہ اس آیت کے مخاطب صرف مسلمان ہیں جیسا صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ اس کے مخاطب مسلمان ہیں اور امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی ہیں ۔ہم اہل حدیثوں کے بجائے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآن فہمی کو ہی صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ صحابہ صفِ اوّل کے طالب علم تھے اور خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے فقیہ صحابی تھے یہاں تک کہ رسول اللہ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا

حدیث :263

رَضِيْتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ وَكَرِهْتُ لِأُمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ ۔

میں نے اپنی امت کے لئے وہی پسند کیا ہے جو اس کے لئے ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود نے پسند کیا ہے اور میں نے اپنی امت کے لئے وہی ناپسند کیا ہے جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود نے ناپسند کیا ہے ۔

رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ،، کی حدیث نمبر ۱۲۲۵ میں درج کیا ہے اور صحیح کہا ہے ۔

حدیث :264

اور ارشاد فرمایا: وَمَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مسعودٍ فَصَدِّقُوْهُ ۔

جو حدیث تمہیں ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرنا ۔

ابن ماجہ حدیث ۹۷ مسند احمد حدیث (۲۲۷۶۵) اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ،، کی حدیث نمبر (۱۲۳۳) میں درج کیا ہے ۔

اور صلاح الدین یوسف صاحب نے جو یہ بات کہی ہے کہ :-

,,سورہ فاتحہ کی ممانعت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاکم بدہن قرآن کریم اور حدیث صحیحہ میں ٹکراؤ ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر ہی عمل ہو سکتا ہے ،،

یہ بات اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن کریم میں ٹکراؤ اس وقت ہوتا جب کوئی صحیح

حدیث موجود ہوتی جب کوئی صریح اور صحیح حدیث سرے سے موجود ہی نہیں تو ٹکراؤ کیسا؟

اور صلاح الدین یوسف اہل حدیث لکھتے ہیں:-

اگر اسے عام بھی سمجھا جائے تب بھی اس عموم سے نبی ﷺ نے مقتدیوں کو خارج فرمادیا اور یوں قرآن کے اس عموم کے باوجود جہری نمازوں میں مقتدیوں کا سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوگا کیونکہ قرآن کے اس عموم کی یہ تخصیص صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہے۔

اور صلاح الدین یوسف اہل حدیث کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ قرآن کے کسی عمومی حکم کی تخصیص اس وقت ہوگی جب کوئی صحیح اور قوی حدیث مل جائے اور یہاں چونکہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی کوئی صحیح اور قوی حدیث موجود نہیں لہذا قرآنی حکم اپنے عموم پر ہے۔

ان غیر مقلدین حضرات کی یہ عادت ہے کہ فضائل میں بھی ضعیف حدیث کو تسلیم نہیں کرتے۔اور بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ کی صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن خود احکام میں ضعیف حدیث سے استدلال کررہے ہیں وہ بھی قرآن کے مقابلہ میں ایسی ضعیف حدیثوں سے قرآنی احکام کی تخصیص نہیں ہوتی لہذا قوم کو دھوکہ دینے سے باز رہیں

۔خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں   ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اگر تخصیص کرنی ہے تو تمام اہل حدیثوں کو چاہئے کہ وہ صرف ایک صحیح صریح اور قوی حدیث پیش کردیں جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہو اور اگر صحیح حدیث پیش نہ کرسکیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ صرف احناف ہی حدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور

حدیث کے سچے عاشق ہیں۔

حدیث پر عمل کرنے کے دعویدار بتائیں کہ کس صحیح حدیث میں لکھا ہے۔کہ امام سورہ فاتحہ کی آیات وقفوں کے ساتھ پڑھے یا امام سورہ فاتحہ کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں۔جب سرے سے مقتدی پر سورہ فاتحہ واجب کرنے والی کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث موجود ہی نہیں تو خواہ مخواہ اتنے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے پر دلالت کرنے والی تمام احادیث ضعیف ہیں اور سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد امام کا اتنا طویل سکتہ کرنا جس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکیں ایسا سکتہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک بدعت ہے۔

صلاح الدین صاحب نے ص نمبر ا پر تین حدیثیں ذکر کی ہیں دو حدیثیں مسلم کی اور ایک ابو داود کی مسلم کی دونوں حدیثوں میں مقتدی کا لفظ نہیں ہے اس کی مزید وضاحت اپنے مقام پر کی جائے گی تیسری حدیث جس میں مقتدی کا لفظ ہے وہ ضعیف ہے۔
اہل حدیث محدث ناصر الدین البانی صاحب نے ابو داود کی دو قسمیں کی ہیں (۱) صحیح ابو داود (۲) ضعیف ابو داؤد اور یہ حدیث ضعیف ابو داؤد میں درج کی اور کہا هذا حديث ضعيف یہ حدیث ضعیف ہے دیکھو ضعیف ابو داؤد حدیث نمبر ۱۷۶ (۸۲۳)

اور اسی طرح ابو داؤد کی حدیث نمبر (۸۲۴) کو ضعیف قرار دیا اور کہا (هذا حديث ضعيف لأن في سندها نافع بن محمود بن ربيع دیکھو ضعیف ابو داؤد حدیث نمبر ۱۷۷(۸۲۴)

اور ابو داود کی حدیث نمبر (۸۲۵) کو ضعیف قرار دیا اور کہا (هذا حديث ضعيف)
دیکھو ضعیف ابو داؤد حدیث نمبر ۱۷۸(۸۲۵)

اگر اسے حسن یا صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت نہ ہوگا کیونکہ یہ حدیث منسوخ ہے جب یہ حدیث منسوخ ہے تو پھر قرآن و حدیث کے ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
رہی یہ بات کہ امام سورہ فاتحہ کے بعد اتنا سکتہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جس حدیث سے سکتہ ثابت ہوتا ہے وہ تمام ضعیف ہیں
دیکھو ناصر الدین البانی کی کتاب سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ نمبر ۹۹۱-۹۹۲)
امام بخاری نے اپنی کتاب ,,الجزء فی القراءۃ،، میں سکتہ کے متعلق دو روایتیں درج کی ہیں لیکن ناصر الدین البانی نے ,,سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ،، نمبر ۵۴۶-اور ۵۴۷) میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے اور کہا لا اصل لہ مرفوعا
اور اسی طرح ابو داؤد کی حدیث نمبر ۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰) سے سکتہ ثابت ہوتا ہے لیکن ناصر الدین البانی نے ان سب کو ,,ضعیف ابو داؤد،، میں ضعیف کہا ہے
شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب ,,سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ،، میں حدیث نمبر ۹۹۱-۹۹۲-۵۴۶-اور ۵۴۷ میں سکتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی تمام احادیث کو ضعیف قرار دے کر کہا لا دليل لأحد أن يقرأ الفاتحة في سكتات الإمام

الأول : ضعف سند الحديث .

الثاني: اضطراب متنه .

الثالث: إن الصواب في السكتة الثانية فيه إنها قبل الركوع بعد الفراغ من القراءة كلها لابعد الفراغ من الفاتحة ۔

الرابع: على اقتراض أنها أعني سكتة بعد الفاتحة فليس فيه أنها طويلة بمقدار ما يتمكن المقتدى من قراءة الفاتحة ولهذا صرح بعض المحققين بأن هذه السكتة الطويلة بدعة ۔

ولم يستحب الإمام احمد أن يسكت الإمام لقراءة المأموم......

ترجمہ: -امام کے سکتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اوّل: اس لئے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

دوسرا: اس لئے کہ اس کے متن میں اضطراب ہے۔

تیسرا: اس لئے کہ صحیح بات یہ ہے کہ دوسرا سکتہ تمام قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے نہ کہ سورہ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد۔

چوتھا: یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے اس سکتہ سے سورہ فاتحہ کے بعد والا سکتہ مراد ہے تو وہ اتنا طویل نہیں کہ جس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکے اس لئے بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ اتنا طویل سکتہ بدعت ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے بھی اس کو مستحب نہیں کہا کہ امام مقتدی کی قراءت کے لئے خاموش رہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ جلد ۲ ص ۲۶)

(نوٹ یہ کتاب مسجد نبوی شریف کے مکتبہ باب عمر میں موجود ہے)

امام کا سورہ فاتحہ پڑھ کر طویل سکتہ کرنا بدعت ہے

اور شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں (فتویٰ نمبر ۵۵۵ وسُئل عن القراءۃ خلف الامام) میں لکھتے ہیں:

مقتدی کا امام کے ساتھ پڑھنا قرآن وسنت سے منع ہے، اور مقتدی کا امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنا قرآن کی دلیل قطعی سے ثابت ہے اور مزید لکھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے ,,کہ جو امام کے خطبہ جمعہ کے وقت کلام کرتا ہے وہ گدھے کی طرح ہے جو بوجھ اٹھاتا ہے،،

اسی طرح وہ ہے جو امام کی قراءت کے وقت قراءت کرتا ہے۔ اور امام کا سورہ فاتحہ کے بعد طویل سکتہ کرنا جس میں سورہ فاتحہ پڑھی جا سکے بدعت ہے۔

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (فتویٰ نمبر ۵۵۵ و سئل عن القرائۃ خلف الامام)

جلد ۲۳ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الصفا (نوٹ یہ کتاب مسجد نبوی شریف کے مکتبہ باب عثمان میں موجود ہے)

جب خود اہل حدیث حضرات کے محدث اور امام ان حدیثوں کو ضعیف مانتے ہیں تو ثابت ہوگیا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ سکتوں میں پڑھنے والی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

بلکہ شیخ ابن تیمیہ نے اس سکتہ کو بدعت قرار دیا ہے اب جو جو اتنا طویل سکتہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکیں وہ علمائے اہل حدیث ابن تیمیہ اور ناصر الدین البانی کے نزدیک اہل حدیث نہیں بلکہ اہل بدعت ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ اہل حدیث حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس طویل سکتہ اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑتے ہیں یا اپنی بدعت پر قائم رہتے ہوئے کل بدعۃ ضلالۃ کے زمرۂ میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

اور حدیث میں جو آتا ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اس کا مطلب یہ ہے کہ ,,جہری نمازوں میں مقتدی سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں،،

جناب عالی! ہمیں حدیث کا مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے حدیث پیش کریں قیاس سے کام نہ لیں۔امام کی قراءۃ سورہ فاتحہ کو بھی شامل ہے ,,قراءۃ،، مصدر ہے اور پڑھنے والے کو قاری کہتے ہیں خواہ یہ سورہ فاتحہ پڑھے یا کچھ اور حدیث میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنے والے پر قاری کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

إذا أمَّنَ القارِئُ فأَمِّنُوْا

جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔بخاری:6402 مشکوۃ:825

اس سے معلوم ہوا کہ قراءت کرنے والا صرف امام ہے۔اور اس حدیث میں ,,القاری،، قراءت فاتحہ کرنے والے کو کہا گیا ہے۔اور یہ اہل حدیثوں کے امام ناصر الدین البانی اور ابن تیمیہ کو بھی تسلیم ہے۔وہ بھی قراءت سے سورہ فاتحہ مراد لیتے ہیں۔اگر وہ قراءت سے

سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن سمجھتے تو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی حدیث کو منسوخ نہ کہتے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے پر دلالت کرنے والی حدیث منسوخ ہے۔

حدیث:265

غیر مقلدین کے امام اور محقق شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب (صفۃ صلاۃ النبی ﷺ) لکھتے ہیں:

وكان قد أجاز للمؤتمين أن يقرؤوا بها وراء الإمام في الصلاة الجهرية حيث كان((في صلاةِ الفجرِ فقرأ رسولُ اللهِ ﷺ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ :((لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ)) قُلْنَا نَعَمْ يَارَسُولَ اللهِ ! قَالَ:(لا تَفْعَلُوا إلا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لا صلاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا۔

نبی کریم ﷺ نے مقتدیوں کو اجازت دی کہ وہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ لیا کریں جب کہ آپ نماز فجر میں تھے اور آپ نے قرآن پڑھا۔لیکن آپ ﷺ پر قراءت بوجھل ہوگئی۔نماز ختم ہونے کے بعد جب آپ نے پوچھا: کہ تم بھی امام کے پیچھے پڑھتے ہو تو انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو

البتہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھو کیونکہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

(ابوداود حدیث ۸۲۳ ترمذی نسائی مشکوۃ حدیث ۸۵۴)

ثـم نهـاهـم عن القراء ة كلها في الجهرية و ذلك حينما ((انْصَرَفَ مِنْ صلاةٍ جَهَرَ فيها بِالْقِرَاءَ ةِ(وفي رواية :أنها صلاة الصبح)

پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں جہری نمازوں میں ہر قسم کی قراءت سے روک دیا یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے اس نماز سے سلام پھیرا جس میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ صبح کی نماز تھی ۔

حدیث :266

عن أبي هريرة رضي الله عنه أنَّ رسُولَ اللهِ انْصَرَفَ مِنْ صلاةٍ جَهَرَ فيها بالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِي أحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا؟! فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يارسولَ اللهِ قَالَ إنِّي أقُوْلُ مالي أنَازَعُ القُرآنَ (قال أبو هريرةَ)

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذَلِكَ مِنْ رسُوْلِ اللهِ ﷺ .

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اُس نماز سے فارغ ہوئے جس میں اونچی قراءت کی جاتی ہے تو فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا تب ہی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں

قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہوں حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ان نمازوں میں قراءت سے باز رہے جن میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے جب حضور ﷺ کا یہ فرمان سن لیا ۔

ابوداود حدیث ۸۲۶ کتاب الصلاۃ باب من کرہ القراءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام

ترمذی حدیث: ۳۱۲، نسائی حدیث: ۹۱۸، ابن ماجہ حدیث: ۸۴۸

مشکوۃ حدیث ۸۵۵ کتاب اصلاۃ باب القراءۃ فی الصلاۃ

و جَعَلَ الإنصاتَ لقراءةِ الإمامِ مِنْ تَمامِ الائتِمَامِ بِهِ فقال ﷺ

اور امام کی قراءت سننے کے لئے مقتدی کے خاموش رہنے کو امام کی مکمل اقتداء قرار دیا

حدیث :267

((إنَّمَا جُعِلَ الإمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا ، وَإذَا قَرَأَ فَأنْصِتُوْا))

امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو ۔

ابن ابی شیبہ (۱/۹۷) نسائی حدیث (۹۲۰) کتاب الافتتاح، ابوداود حدیث (۶۰۴) ابن ماجہ حدیث :846-847 مسلم حدیث (۴۰۴) کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ) وابوعوانہ والرویانی فی ((مسندہ)) (۱/۱۱۹/۲۴)

كما جعل الاستماع له مغنيا عن القرائة وراءه فقال ﷺ

جیسا کہ امام کی قراءت سننے کو اس کے پیچھے پڑھنے سے مستغنی کر دیا ارشاد فرمایا:

حدیث :268

مَنْ کانَ لَہُ إِمامٌ فَقَرَاءَ ۃُ الامامِ لَہُ قِرَاءَ ۃٌ ۔

جس کا کوئی امام ہوتو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

رواہ مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۳۷۷۹ص ۱/۳۳۰ من کرہ القراءۃ خلف الامام والدار قطنی وابن ماجہ والطحاوی واحمد من طرق کثیرۃ مسندۃ ومرسلۃ ، وقواہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وصحح بعض طرقہ البوصیری ، نیل الاوطار للشوکانی کتاب صفۃ الصلاۃ باب ما جاء فی قراءۃ المأموم وإنصاتہ إذا سمع إمامہ۔

(صفۃ صلاۃ النبی ﷺ للالبانی باب نسخ القراءۃ وراء الامام فی الجہریۃ)

البانی صاحب کہہ رہے ہیں اس حدیث کو ,,جس کا کوئی امام ہوتو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے،،ابن تیمیہ نے قوی قرار دیا ہے اور اس کے بعض طرق کو علامہ بوصیری نے صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق تین مذاہب ہیں

(۱)ہر حال میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے (عام اہل حدیث)

لیکن ان کے اس دعویٰ پر کوئی صحیح اور صریح حدیث موجود نہیں ہے۔

اور اس کی طرف امام ترمذی نے بھی اشارہ فرمایا ہے:

علماء کی ایک جماعت نے سورہ فاتحہ کے بارے میں شدت سے کام لیا ہے اور کہا کہ جو امام

کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ تنہا ہو یا امام کے پیچھے انہوں نے عبادہ بن صامت والی حدیث سے استدلال کیا ہے لیکن امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہوتو اس کے لئے سورہ فاتحہ ضروری ہے۔

(ترمذی حدیث نمبر۳۱۲)باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام

(۲)

امام شافعی کا صرف ایک قول قدیم ہے کہ سب نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت واجب ہے ،مصر جا کر ان کا موقف بھی تبدیل ہوگیا دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے وجوب قراءت کا قائل نہیں ہوا اس لئے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کو واجب سمجھنا یہ جمہور اہل اسلام کے نظریہ کے خلاف ہے۔امام احمد بن حنبل نے اس کی پر زور تردید فرمائی ہے۔امام مالک اور امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کے قائل نہیں ہیں نہ وجوباً نہ استحباباً البتہ جب امام کی قراءت مقتدی کو سنائی نہ دے رہی ہو تو مقتدی کو قراءت کرلینا ان کے ہاں مستحب ہے لیکن یہ دونوں امام کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قراءت کو واجب نہیں سمجھتے ۔جیسا کہ مبارکپوری نے ''تحفۃ الاحوذی،، میں اعتراف کیا ہے۔

(۳)

کسی حال میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے (احناف)

احناف کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی حال میں قراءت نہ کریں نہ جہراً نہ سراً اور یہی مذہب زیادہ قوی اور قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

دلائل

مقتدی خاموشی سے قرآن سنیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر (۲۰۴) پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر (۱۴)

امام احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ کا نظریہ

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:-

وقد استفاض عن السلف أنّها نزلت في القراءة في الصلاة، وقال بعضهم في الخطبة، وذكر احمد بن حنبل الاجماع على أنّها نزلت في ذلك وذكر الاجماع على انه لاتجب القراءة على المأموم حال الجهر.

اور سلف سے استفاضہ وشہرت سے منقول ہے کہ یہ آیت قراءت فی الصلاۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی پر قراءت واجب نہیں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

لفظ عام، فأما أن يختص القراءة في الصلاة، أو في القراءة في غير الصلاة، أو يعمهما. والثاني باطل قطعا، لأنه لم يقل أحد من المسلمين أنه يجب الاستماع خارج الصلاة، ولا يجب في الصلاة...... فالآية دالة على أمر المأموم بالانصات لقراءة الإمام.

ابن تیمیہ نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

اس آیت میں قرآن کا ایک ادب بتایا گیا ہے یہ ادب کس حالت میں ہے اس میں کل تین عقلی احتمال ہیں یا تو نماز کی حالت میں ہے یا صرف خارج الصلاۃ ہے یا عام ہے۔ دوسرا احتمال تو قطعی باطل ہے کوئی مسلمان اس بات کا قائل نہیں کہ نماز کے باہر قرآن کا ادب

(استماع) واجب ہے اور نماز کے اندر استماع واجب نہیں اس لئے پہلا اور تیسرا احتمال متعین ہوگیا۔

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (فتوی نمبر ۵۵۵ و سئل عن القرائۃ خلف الامام)

حافظ ابن کثیر کا نظریہ

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعود۔ ابو ہریرہ۔ ابن عباس اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم

اور تابعین میں سے سعید بن جبیر۔ عطا بن ابی رباح۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم۔ ابراہیم نخعی۔ شعبی۔ حسن بصری۔ ابن شہاب زہری مجاہد۔ قتادہ اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم کے ارشادات نقل کئے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری، تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی، سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴)

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے دورانِ نماز کلام بند ہوگیا

حدیث: 269

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: کانُوْ یَتَکَلَّمُوْنَ فی الصلاۃِ فَلَمَّا

نَزَلَتْ ھٰذِہِ الآیۃ ﴿ وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اُمِرُوْا بِالْاِنْصَاتِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔﴾ تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۲/۲۹۲ تفسیر الدر المنثور ۳/۲۸۵، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ، ۃالبیہقی فی سننہ

غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں صرف باتیں بند کرانے کے لئے آئی ہے ہم کہتے ہیں اس نے نماز میں باتیں بھی بند کرادیں اور امام کے پیچھے قراءت بھی بند کرادیں۔ اس پر دلیل یہ حدیث ہے۔

حدیث: 270

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت ہوگئی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ فَقَرَأَ خَلْفَہٗ قَوْمٌ فَنَزَلَتْ ﴿ وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی آپ کے پیچھے ایک قوم نے قراءت کی پس یہ آیت نازل ہوئی ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے

کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔﴾

(فتح القدیر للشیخ محمد بن علی الشوکانی، سورۃ الاعراف آیہ نمبر ۲۰۴) تفسیر الدر المنثور ۳/۲۸۵

صحابہ کرام نے اس آیت کو نماز کے متعلق ہی سمجھا

حدیث: 271

عن بشیر بن جابر رضی الله عنه قال: صَلَّى ابْنُ مسعودٍ رضی الله عنه فَسَمِعَ نَاسًا يَقْرَءُوْنَ مَعَ الإمامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: أَمَا آنَ لَكُمْ أَنْ تَفْهَمُوْا أَمَا آنَ لَكُمْ أَنْ تَعْقِلُوْا ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ ۔

حضرت بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تو انہوں نے کچھ لوگوں کو امام ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کا مفہوم سمجھو ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت-لبنان (سورۃ الاعراف آیت: ۲۰۴)

تفسیر الطبری تفسیر روح المعانی

معلوم ہوا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تمہیں استماع اور انصات کا حکم کیا جاتا ہے۔

صحابیء رسول کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ یہ آیت قراءت خلف الامام کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور صحابی کی تفسیر معتبر ہے اور خصوصا جب کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مسعودٍ فَصَدِّقُوْهُ ۔

جو حدیث تمہیں ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرنا۔

ابن ماجہ حدیث ۹۷ مسند احمد حدیث ۲۲۷۶۵ اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ،، کی حدیث نمبر ۱۲۳۳ میں درج کیا ہے۔

استماع اور انصات کا معنیٰ

استماع کا معنیٰ ہے سننے کے لئے کان متوجہ کر دینا خواہ آواز کان میں آئے یا نہ آئے۔
اور انصات کا معنیٰ ہے ترک التکلم یعنی نہ سراً کلام کرنا نہ جہراً سری کلام بھی انصات کے منافی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۔

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بیشک اس کو محفوظ کرنا اور

پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم پڑھ چکیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

سورہ القیامۃ آیت ۱۶-۱۹)

مقتدی کو امام کے پیچھے کسی حالت میں قراءت جائز نہیں خواہ امام آواز سے پڑھے یا آہستہ سرّی کلام بھی انصات کے منافی ہے۔

حدیث :272

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالیٰ : ﴿لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالىٰ ﴿ لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ، قَالَ: فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشادِ خداوندی:- ﴿تم یاد کرنے کی جلدی میں

قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو﴾ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بیشک اس کو محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴾ تو جب ہم پڑھ چکیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ﴿ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ﴾ یعنی اسے غور سے سنو اور خاموش رہو-اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام آتے تو رسول اللہ ﷺ غور سے قرآن سنتے اور جبریل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ اس کی قراءت کے مطابق قرآن مجید پڑھتے۔

بخاری حدیث ۵ کتاب بدءالوحی ، مسلم حدیث ۴۴۸ کتاب الصلاۃ باب الاستماع للقرآن

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ کا سراً پڑھنا بھی انصات کے منافی تھا ﴿فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں سراً بھی پڑھنے کی اجازت نہیں۔ یعنی قرآن کی تلاوت کے دوران دل میں پڑھنا تو درکنار تمہارے ہونٹ بھی حرکت نہ کریں۔

قرآن پاک نے استماع اور انصات کے امر کو قراءت کے ساتھ معلق کیا ہے جہر بالقراءۃ سے معلق نہیں کیا یوں نہیں فرمایا اذا جهر بالقرآءة ﴿فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا﴾ جب بلند آواز سے قراءت کی جائے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔یوں بھی

نہیں فرمایا: إذا سمعتم القرآن ﴿فاستمعوا له وانصتوا﴾

جب تم قرآن سنو تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو بلکہ یوں ارشاد فرمایا ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ اور ظاہر ہے اور مقتدی کو یقیناً معلوم ہی ہے کہ امام قراءت کرتا ہے سری نماز میں بھی اس کو امام کی قراءت کا علم ہے۔

آیت کا حاصل یہ نکلا کہ امام کی قراءت کی صورت جہری ہو یا سری تمہیں استماع وانصات اختیار کرنا لازم ہے اس کی خلاف ورزی ہمارے امر کی خلاف ورزی ہے اسی لئے احناف نے مقتدی کی قراءت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اس آیت میں دو قسم کے حکم ہیں (۱) غور سے سنو (۲) خاموش رہو

ان دونوں پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی امام کے ساتھ سورہ فاتحہ نہ پڑھے چاہے امام اونچی آواز سے قراءت کر رہا ہو یا آہستہ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو مقتدی جہری نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے مندرجہ بالا دونوں حکموں کی خلاف ورزی کی کہ نہ تو امام کی قراءت کو غور سے سنا اور نہ ہی خاموش رہا اور جو مقتدی سرّی نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے دوسرے حکم کی مخالفت کی کہ خاموش نہیں رہا۔

مفسر قرآن امام ابو بکر جصاص کا فیصلہ

مشہور مفسر امام ابو بکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دلت الآية على النهي عن القراءة خلف الإمام فيما يجهر به فهي دالة على النهي فيما يخفى، لأنه أوجب الإستماع والإنصات عند قراءة القرآن ولم يشترط فيه حال الجهر من الإخفاء فإذا جهر فعلينا الإستماع والإنصات وإذا خفى فعلينا الإنصات بحكم اللفظ لعلمنا بأنه قارئ للقرآن.

اس آیت کی رو سے جس طرح جہری نمازوں میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے اسی طرح سرّی نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے چونکہ تلاوتِ قرآن کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے اس میں جہری نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے الغرض جب امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو ہم پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور جب وہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو خاموش رہنا ضروری ہے چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام پڑھ رہا ہے۔

(احکام القرآن جلد ۳ ص ۳۹)

علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کا فیصلہ

إنّ القراءة ثابتة من المقتدي شرعا فإنّ قراءة الإمام له فلو قرأ له قراءتان في صلاة واحدة وهو غير مشروع.

فقال آخرون إنما يقرء في السرية لأنه لايقال له مُستمع واعترض بأنه لايقال له ذلك لكن لانسلم أنه لايقال له منصت مع علمه بالقراءة بأنا لانسلم دلالة السنة على وجوب القراءة خلف الإمام ۔

بیشک مقتدی کے لئے شرعاً قراءت ثابت ہے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے اگر مقتدی بھی پڑھنا شروع کردے تو پھر ایک ہی نماز میں دو قرائتیں جمع ہو جائیں گی جو نا جائز ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ جہری نمازوں میں قراءت نہیں کی جائے گی لیکن سری نمازوں (ظہر اور عصر) میں قراءت کی جائے گی کیونکہ مقتدی قراءت نہیں سن رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مقتدی کو مستمع (قراءت سننے والا) نہیں کہا جاتا لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو منصت (خاموش رہنے والا) بھی نہیں کہا جاتا باوجود اس علم کے کہ امام قراءت کر رہا ہے یعنی وہ مستمع نہیں تو مُنْصِتْ ضرور ہے اور ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا قرآن وسنت کے دلائل سے واجب ہے۔

(تفسیر روحانی المعانی جلد ۵/۱۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صرف استماع کا حکم نہیں دیا بلکہ دو حکم دیئے ہیں استماع اور انصات جب امام بلند آواز سے تلاوت کرے گا تو مقتدی دونوں حکموں پر عمل کرے گا استماع اور انصات اور جب امام آہستہ قراءت کرے گا تو مقتدی انصات (خاموش رہنے

پر عمل کرے گا۔ اور اگر آہستہ قراءت میں مقتدی بھی قراءت شروع کردے تو پھر وہ منصت نہیں رہے گا اور اس کا اَنْصِتُوْا پر عمل نہیں رہے گا اور اَنْصِتُوْا کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لب بھی حرکت نہ کریں۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے نہ اس کی نماز نہیں ہوتی تو میں پوچھتا ہوں جو آدمی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے اس نے وہ رکعت پالی یا نہیں؟ اگر کہو کہ اس نے وہ رکعت پالی تو پھر سورہ فاتحہ فرض نہ رہی کیونکہ فرض کے بغیر نماز باطل ہے جیسے قیام رکوع سجود وغیرہ اور آپ نے امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی سمجھی۔ ہمارا بھی یہی نظریہ ہے یعنی ہمارے ساتھ آپ متفق ہو گئے۔ تو اگر رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت ہوگئی جس میں اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اسی طرح ابتداء سے امام کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جاتی ہے جس میں انہوں قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہوئے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

اگر کہو کہ اس کی یہ رکعت نہیں ہوئی اور امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کو وہ رکعت دوبارہ پڑھنی ہوگی تو پھر آپ نے حدیث کا انکار کر دیا اور منکر حدیث اہل حدیث کہلانے کا مستحق ہے اور میں آپ کو یہ بتلاتا ہوں کہ یہ صرف نام کے اہل حدیث ہیں حدیثوں پر ان کا ایمان نہیں حدیثوں پر عمل کرنے والے سنی حنفی ہیں۔ سنی اعتدال پسند ہیں اور نبی ﷺ کے فرمان پر دل و جان سے قربان ہیں۔ غیر مقلدین انتہاء پسند شدت پسند اور شر پسند ہیں جن کی انتہاء پسندی اس حد تک پہنچ گئی کہ نبی کریم ﷺ

کے فرمان عالی شان کا بھی انکار کر دیا اور قراءت خلف الامام کے ایک فروعی مسئلہ کو حق و باطل کی جنگ قرار دے کر جگہ جگہ بحث مباحثہ جنگ وجدال اور مناظرہ ومقابلہ کا بازار گرم کر دیا ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,دلیل الطالب،، میں حدیث کا انکار کرتے ہوئے صاف لکھ دیا ,,کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والا وہ رکعت دوبارہ پڑھے اس کی وہ رکعت نہیں ہوئی ۔یہ حدیث کا مقابلہ اور شدت پسندی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح محمد اقبال کیلانی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب ,,نماز کے مسائل،، کے ص :78 مسئلہ :191 پر لکھتے ہیں :رکوع میں شامل ہونے والے نمازی کو اپنی رکعت دوبارہ ادا کرنی چاہئے ۔اور یہ کتاب سعودی عرب کے ہر مکتبہ سے مل رہی ہے اور اس کے کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں ۔آپ غور کریں کس دیدہ دلیری سے حدیث کا انکار کیا جا رہا ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو اہل حدیث اور دوسروں کو اہل بدعت کہنا چہ معنیٰ دارد؟

اس پر کیا دلیل ہے کہ رکوع میں ملنے کی وہ رکعت ہو جاتی ہے تو سنئے اور فرمان رسول ﷺ پر دل وجان سے قربان ہو جایئے ۔اور حدیث بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح جنہیں غیر مقلدین کے چوٹی کے محدث ناصر الدین البانی نے صحیح تسلیم کیا ہے۔

حدیث :273

امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت مکمل ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعُدُّوهَا شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ ۔ وفی لفظ له۔

مَنْ أَدْرَكَ الرُّكُوعَ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو اور کچھ شمار نہ کرو اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔

الارواء الغلیل از ناصر الدین البانی (جلد۲ رقم الحدیث ۴۹۶) اس حدیث کو غیر مقلد محدث ناصر الدین البانی نے الارواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے

ابوداود حدیث ۸۹۳ کتاب الصلاۃ باب فی الرجل یدرک الامام ساجدا کیف یصنع

مشکوۃ حدیث ۱۱۴۳ کتاب الصلاۃ باب ما علی الماموم

سنن الکبری للبیہقی ۲۴۰۷ جلد ۲ ص۸۹ باب ادراک الامام فی الرکوع

معلوم ہوا کہ امام کی فاتحہ مقتدی کے لئے کافی ہے اور مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ فرض رہ جانے پر رکعت نہ ملتی۔

سوال :اگر رکوع میں ملنے والا تکبیر تحریمہ نہ کہے ویسے ہی رکوع میں چلا جائے کیا اس کی وہ

رکعت ہو جائے گی؟

جواب: اس کی وہ رکعت نہیں ہوگی کیونکہ تکبیر تحریمہ (پہلی تکبیر) فرض ہے اور فرض کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

سوال: اگر رکوع میں ملنے والا تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قیام نہ کرے ویسے ہی رکوع میں چلا جائے کیا اس کی وہ رکعت ہو جائے گی؟

جواب: اس کی وہ رکعت نہیں ہوگی کیونکہ تکبیر تحریمہ کے بعد کم از کم ایک تسبیح کی مقدار قیام فرض ہے اور فرض کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اگر تکبیر تحریمہ اور قیام کی طرح مقتدی پر سورہ فاتحہ بھی فرض ہوتی تو سورہ فاتحہ پڑھے بغیر مقتدی کی وہ رکعت نہ ہوتی اور جب حدیث پاک سے ثابت ہے کہ اس کی وہ رکعت ہو جاتی ہے تو ثابت ہو گیا امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے اگر آپ حدیث پر عمل کے مدعی ہیں تو خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ترک کر دیں یا پھر اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانا بند کر دیں۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

حالتِ رکوع میں شمولیت

جو شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوتی ہے حالانکہ اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی یہ بڑی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قراءت فاتحہ مقتدی پر فرض نہیں ہے۔

حدیث: 274

عَن ابی بکرۃ رضی الله عنه أَنَّهٗ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ تک پہنچے حالانکہ آپ اس وقت رکوع میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر دیا یہ واقعہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا تو فرمایا: اللہ تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

مشکوۃ حدیث ۱۱۱۰ کتاب الصلاۃ باب ما علی الماموم

بخاری حدیث ۷۸۲

حضرت ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع میں اسی خیال سے گئے تھے کہ رکوع میں ملنے سے بغیر فاتحہ کے رکعت ہو جائے گی۔ ورنہ جلدی کی کیا ضرورت تھی رسول اللہ ﷺ نے ان کے ذہن کی تردید نہیں فرمائی اگر آپ کی وہ رکعت نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرما دیتے ابوبکرہ تمہاری ایک رکعت رہ گئی ہے وہ دوبارہ ادا کرو آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو گویا رسول اللہ ﷺ نے بھی مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ رکوع میں شامل ہونے والی کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے

آپ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا: اللہ تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا یہ ارشاد (وَلا تَـعُـدْ) اس ارشاد کے مشابہ ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: ,,نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ،، حدیث کا مطلب یہ ہے ﴿وَلا ليس عليك أن تركع حتى تصل إلى موقفك لما في ذلك من التعب كما ليس عليك أن تسعى إذا سمعت الإقامة﴾ کہ صف میں ملنے سے پہلے رکوع نہ کرو کیونکہ اس میں مشقت ہے اسی طرح اقامت سن کر رکعات حاصل کرنے کے لئے نہ دوڑو۔

سنن الکبری للبیہقی ۲۴۱۵ جلد ۲ ص۹۰

باب من ركع دون الصف وفي ذلك دليل على إدراك الركعة ولولا ذلك لما تكلفوه یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس کی وہ رکعت ہو جاتی ہے اگر وہ رکعت ہوتی تو یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ طبرانی نے امام حسن سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کس نے ایسا کیا تو حضرت ابو بکرہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کیا تا کہ آپ کے ساتھ میری یہ رکعت فوت نہ ہو جائے

(فتح الباری باب إذا رکع دون الصف)

نبی کریم ﷺ کے اس واضح فرمان کے بعد کسی کو یہ جراءت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ رکوع

میں ملنے والے کو رکعت لوٹا لنے کا کہے۔ جو ایسا کہتا ہے گویا وہ نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں ایک نیا دین اور ایک نئی شریعت پیش کر رہا ہے۔ جس کا دین محمدی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتوی

حدیث:275

إن زيد بن ثابت و ابن عمر رضي الله عنهما كانا يفتيان:

اَلرَّجُلُ إِذَا انْتَهَى إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ ركوعٌ أَنْ يُكَبِّرَ تكبيرةً وَقَدْ أَدْرَكَ الركعةَ قالا: وإِنْ وَجَدَهُمْ سُجودًا سَجَدَ معهم وَلَمْ يَعْتَدَّ بِذَلِكَ ،

حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عمر فتوی دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرلے تو اس نے رکعت کو پالیا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو وہ ان کے ساتھ سجدہ کرے لیکن اس کی یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(مصنف عبد الرزاق ۲/ ۲۸۷)

جمہور علماء امت کا مسلک

شیخ ابن تیمیہ نے فتاوی میں نواب صدیق حسن خاں نے ,,بدور الاہلہ،، شمس الحق عظیم آبادی نے ,,عون المعبود،، میں اور شوکانی نے ,,نیل الاوطار،، میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ

جمہور علماءِ امت کا مسلک یہی ہے کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوگی۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

والمسبوق إذا لم يتسع وقت قيامه لقراءة الفاتحة فإنه يركع مع إمامه ولا يقرء الفاتحة باتفاق الائمة وإن كان فيه خلاف فهو شاذ .

جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے والے شخص کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا وقت نہ ملے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجائے اور فاتحہ نہ پڑھے۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اختلاف کی حیثیت شذوذ کے مترادف ہے۔

مختصر فتاوی ابن تیمیہ ص: 59

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی پوری رکعت شمار ہوگی مگر بعض علماء اس کے مخالف ہیں۔ (بدور الاہلہ)

الغرض موصوف کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ موصوف کو اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے جمہور علماء کا رستہ چھوڑ گئے۔

مشہور غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے۔ کہ قاضی شوکانی نے ابتداء ,,نیل الاوطار،، میں یہی لکھا ہے۔ کہ رکوع میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں ہوتی لیکن بالآخر ,,فتح الربانی فتاوی الشوکانی،، میں اس قول سے رجوع کرلیا اور جمہور کے مسلک کو راجح قرار دیا چونکہ اس کے دلائل موجود ہیں ملاحظہ ہو۔

(عون المعبود: الرجل یدرک الامام ساجدا)

الغرض بخاری شریف کی روایت حضرات صحابہ کرام کے فتاوی اور جمہور علماء امت کے مسلک سے معلوم ہوگیا کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت شمار ہوتی ہے اور قاضی شوکانی نے غیر مقلد ہونے کے باوجود بالاخر اسی موقف کو راجح قرار دیا۔ چونکہ یہ موقف دلائل کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ الحاصل جب غیر مقلدین کے صف اوّل کے ائمہ نے یہ حقیقت تسلیم کرلی ہے تو غیر مقلدین مقتدیوں کو بھی ضد چھوڑ کر دلوں میں وسعت پیدا کرکے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے جمہور کا مسلک اختیار کرنا چاہئے اور حدیث پر عمل کرکے اہل حدیث ہونے کے دعوی پر دلیل قائم کرنی چاہئے کیونکہ دعوی بلا دلیل مردود ہے۔ خیر الکلام ما قلَّ ودَلَّ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی

حدیث: 276

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال:

مَنْ لَمْ يُدْرِكَ الإمامَ راكعًا لَمْ يُدْرِكْ تِلْكَ الرَّكْعَةَ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو شخص امام کو رکوع میں نہ پاسکے وہ اس رکعت کو نہ پاسکا۔ یعنی جس نے امام کو رکوع میں پالیا

اس نے وہ رکعت پالی۔

بیہقی ۹۰/۲ (مصنف عبدالرزاق ۲/۲۸۷)

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ارواء الغلیل میں صحیح کہا ہے۔ (جلد ۲/ ۲۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ کرام کے عمل اور فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے کی وہ رکعت مکمل ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا لازم نہیں احناف کا اسی پر عمل ہے جبکہ کسی ایک حدیث میں بھی صراحت کے ساتھ یہ ثابت نہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی اس رکعت کا اعتبار نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

حدیث: 277

عن زید بن وهب قال: خَرَجْتُ مع عبدِ الله بن مسعودٍ رضی الله عنه مِنْ داره إلى المسجدِ فَلَمَّا تَوَسَّطْنَا المسجدَ ركع الإمامُ فَكَبَّرَ عبدُ الله ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْتُ مَعَهُ حَتَّى رَفَعَ القَوْمُ رُؤُوسَهُمْ قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الإمامُ الصلاةَ قُمْتُ وَأَنَا أَرَى أَنِّي لَمْ أُدْرِكْ فَأَخَذَ بِيَدِي عبدُ الله فَأَجْلَسَنِي وَقَالَ: إِنَّكَ قَدْ أَدْرَكْتَ.

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ان کے گھر سے مسجد کی طرف نکلے جب ہم مسجد کے درمیان میں پہنچے تو امام نے رکوع کر دیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے تکبیر کہی اور رکوع کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ رکوع کیا پھر ہم چلے یہاں تک کہ صف میں جا ملے حتی کہ قوم نے رکوع سے اپنے سر اٹھائے جب امام نے نماز مکمل کی تو اٹھا اور میں نے خیال کیا کہ میں نے وہ رکعت نہیں پائی تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا اور فرمایا: تو نے وہ رکعت پالی۔

ارواء الغلیل از ناصر الدین البانی وسندہ صحیح (جلد ۲/ ۲۶۳ رقم الحدیث ۴۹۶)

اگر سورہ فاتحہ امام کے پیچھے فرض تھی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ رکعت کیسے ہوگئی؟ معلوم ہوا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز جس میں آپ نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پڑھی ہوئی فاتحہ کو اپنے لئے کافی سمجھا

حدیث: 278

عن ابن عباسٍ رضی الله عنهما قَالَ: لَمَّا مَرِضَ رسُولُ الله صلى الله عليه وسلم مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَاءَ بلالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلاةِ فَقَالَ: مُرُوْا أَبَابكر يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُوبكر فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَوَجَدَ رسول الله صلى الله عليه وسلم فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الأرضِ فَلَمَّا رَآهُ النَّاسُ سَبَّحُوْا بِأَبِي بكر فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ

فَـأَوْمَـأَ إِلَيْـهِ الـنَّبِـيُّ صـلى الله عليه وسلم أَىْ مَكَانَكَ فَجَاءَ رسولُ الله صـلى الله عليه وسلم فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَقَامَ أبو بكر فَكَانَ أَبُوبكر يَأْتَمُّ بِـالـنَّبِيِّ صـلى الله عليه وسلم وَالنَّاسُ يَأْتَمُّوْنَ بِأَبِي بكر رضى الله عنه قَـالَ ابْنُ عباسٍ رضى الله عنهما وَأَخَذَ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم مِـنَ الْـقِـرَاءَـةِ مِنْ حَيْـثُ كا ن بَلَغَ أَبُو بكر قَالَ: فَمَاتَ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم فِى مَرَضِهِ ذَلِكَ •

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز کے متعلق خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی چنانچہ آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لئے نکلے اور آپ کے قدم مبارک زمین پر نشان بنا رہے تھے جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دار کرنے کے لئے سبحان اللہ کہا جب حضرت ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر اپنی جگہ پر کھڑے رہے اب حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کررہے تھے اور صحابہ حضرت ابوبکر کی

اقتداء کررہے تھے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاں سے قراءت چھوڑی تھی حضور ﷺ نے اس سے آگے قراءت شروع کردیا فرمایا اسی مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

ابن ماجہ حدیث :۱۲۳۵ کتاب إقامة الصلاة باب ما جاء فی صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ
اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے حسن کہا ہے
(مسند احمد بن حنبل حدیث۳۳۳۰/ ۳۳۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز سے ثابت ہوا کہ آپ نے خود سورہ فاتحہ نہیں پڑھی بلکہ حضرت ابوبکر کی پڑھی ہوئی فاتحہ کو اپنے لئے کافی سمجھا اور اس سے آگے کی قراءت شروع کردی جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جماعت کی نماز میں امام کی فاتحہ سب کے لئے کافی ہے۔

اب جو لوگ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ سب کے لئے ضروری ہے چاہے امام ہو یا مقتدی اور جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی میں اُن سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رکعت جس میں آپ نے فاتحہ نہیں پڑھی ہوئی یا نہیں اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں ہوئی (نعوذ باللہ) تو ایمان جاتا رہا اگر کہے کہ ہوگئی تو میں پوچھتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہوگئی تو امتی کی نماز کیوں نہیں ہوتی ؟

احناف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو اپناتے ہیں کیونکہ وہ غیر منسوخ

ہوتا ہے

حدیث :279

عَنْ انسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رسُولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الإِمامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ اَبُو عبدُ اللهِ قالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالآخِرِ فَالآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر پڑے اور دائیں پہلو میں رگڑ آ گئی پس آپ نے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی تو ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ کھڑے ہو کر پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی تمام بیٹھ کر پڑھو۔

امام بخاری اپنے استاد حمیدی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد ,,جب وہ

بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو،، یہ پہلے مرض کے دوران کی بات ہے پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز ادا کی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے آپ نے انہیں بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔

بخاری حدیث ۶۸۹ کتاب الاذان مسلم ۴۱۴ کتاب الصلاۃ

مشکوۃ حدیث ۱۱۳۹ کتاب الصلاۃ

اس حدیث سے واضح ہو گیا احناف کا مذہب حدیث کے مطابق ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل پر عمل کرتے ہیں کیونکہ پہلے فعل میں نسخ کا احتمال ہوتا ہے جب کہ آخری فعل منسوخ نہیں بلکہ ناسخ ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے پہلے رفع یدین کیا لیکن آخری عمل یہ تھا کہ آپ نے رفع یدین ترک کر دیا اور صحابہ کو رفع یدین سے منع فرمایا تو احناف نے آپ کے آخری عمل کو لے لیا۔

اسی طرح صحابہ کرام شروع میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے رہے لیکن جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تو قراءت خلف الامام سے روک دیا گیا ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر (۲۰۴) پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر (۱۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری عمل سے بتادیا کہ امام کی قراءت مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

الحمدللہ مسئلہ بالکل واضح ہوگیا اب جس کا جی چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی اقتداء کر کے سنت پر عمل کرے یا منسوخ حدیثوں پر عمل کر کے لوگوں سے بحث مباحثہ اور مناظرے کرتا رہے اور لوگوں کی نمازوں کو باطل کہتا رہے۔

مقتدی جیسے تسمیع یعنی سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہہ سکتا اسی طرح مقتدی سورہ فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتا

حدیث :280

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إِذَا قَالَ الإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب امام ﴿سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ﴾ کہے تو تم کہو ﴿اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ﴾ جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہوگیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

بخاری حدیث :۷۹۶ کتاب الاذان مسلم حدیث ۹۰۴ مشکوۃ حدیث ۸۲۵ کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی الصلاۃ

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه کہنا امام کا کام ہے اور ﴿اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ﴾ کہنا مقتدی کا کام ہے یا امام تسمیع اور تحمید دونوں ہی کہہ سکتا ہے لیکن مقتدی کا تسمیع پڑھنا خلافِ سنت ہوگا۔ اسی طرح سورہ فاتحہ تو صرف امام پڑھے گا لیکن آمین امام اور مقتدی دونوں کہیں گے اگر مقتدی بھی فاتحہ پڑھنا شروع کردے تو یہ خلافِ سنت ہوگا اور خلافِ سنت کام کو بدعت کہتے ہیں۔ اس کی تائید آنے والی حدیث سے ہورہی ہے جس میں حضور ﷺ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ امام سورہ فاتحہ پڑھے گا اور تم آمین کہو گے۔

سورہ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا کام ہے

حدیث :281

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسُولُ الله صلى الله عليه وسلم:

إِذَا قَالَ الإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ﴾ کہے تو تم آمین کہو جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہوگیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۔

بخاری حدیث:۷۸۲ کتاب الاذان مسلم حدیث ۷۸۰ مشکوۃ حدیث ۸۲۵ کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی الصلاۃ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے اس لئے فرمایا گیا جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ...... ﴾ پڑھے اگر مقتدی نے فاتحہ پڑھنا ہوتی تو فرماتے جب تم ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ...... ﴾ پڑھا کرو تو اس پر آمین کہا کرو حدیث نے صاف بتادیا کہ سورہ فاتحہ پڑھنا امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں ۔ جیسے سمع اللہ الحمدہ کہنا امام کا کام ہے اور ربنا لک الحمد کہنا مقتدی کا۔

رسول اللہ ﷺ نے نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا اور مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم دیا

حدیث :282

عن ابی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ قال :

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ :

إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا وَإِذَا قَالَ ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ﴾ فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَإِنَّ الإِمَامَ يَرْكَعُ

قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتِلْكَ بِتِلْكَ ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوْا وَاسْجُدُوْا

فَإِنَّ الإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتِلْكَ بِتِلْكَ ۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلادیا آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالی تمہاری اس دعا کو قبول فرمائے گا پھر جب امام تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے ہوجائے گا، اور جب امام سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اللہ تعالی تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر اللہ تعالی نے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ جاری کردیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی

تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے ہو جائے گا۔

مسلم حدیث ۴۰۴ کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ۔ ابن ماجہ حدیث: 846

مشکوۃ حدیث ۸۲۶-۸۲۷ کتاب الصلاۃ باب القراءۃ فی الصلاۃ

اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح قرار دیا اسی مسلم شریف میں ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوبکر نے امام مسلم سے بحث کی۔ تو امام مسلم نے فرمایا: تُرِيْدُ اَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ؟ سلیمان (اس سند کے راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ ملے گا، ابوبکر نے پوچھا پھر ابوہریرہ کی روایت کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو تو امام مسلم نے فرمایا ھو عِنْدِيْ صَحِيْحٌ وہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں اس حدیث کو امام مسلم امام احمد اور امام اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے لہذا اس پر کسی طرح کا کلام اثر انداز نہیں ہوتا۔ (رسائل دینیہ سلفیہ ص ۵۴)

صحیح مسلم کی یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے اس حدیث کی اس قدر وضاحت کے بعد بحث مباحثہ اور جھگڑا کرنا فضول اور امت میں افتراق پیدا کرنا ہے۔

اس حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے باجماعت نماز کے دوران امام اور مقتدی کی ذمہ داریوں کا تعین فرمادیا ہے بعض میں تو امام اور مقتدی دونوں شریک ہیں اور بعض میں شریک نہیں۔ لہذا حکم نبوی ﷺ کے مطابق امام اور مقتدی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی چاہئے اور خواہ مخواہ بحث اور مناظرہ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے

☆ امام اور مقتدی کے کاموں کا تعین کر دیا گیا ہے اور جہاں دونوں میں کچھ فرق ہے اس کی وضاحت فرمادی مثلاً جب امام تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔

☆ امام اور مقتدی کے متفرق کاموں کی وضاحت یوں کی کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ سورہ فاتحہ ختم کر کے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴿ کہے تو تم آمین کہو، اور جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

اس حدیث مبارک کے الفاظ اور اسلوب میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے چونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ,,جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو،، یہاں امام کو ایک طرف پڑھنے والا قرار دیا ہے اور دوسری طرف مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے لہذا مقتدی نہ تو سورہ فاتحہ پڑھے نہ ہی کوئی اور سورۃ پڑھے۔ نیز اس حدیث میں ارشاد ہے جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴿ کہے تو تم آمین کہو یہاں بھی امام ہی پڑھنے والا قرار دیا ہے۔ الغرض حضور ﷺ کا حکم تو یہی ہے کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اہل سنت والجماعت اسی پر عمل کرتے ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جب امام پڑھے تم

بھی پڑھو۔اب قارئین خودہی فیصلہ کرلیں کہ حق کس طرف ہے اور کس کی بات ماننی چاہیے؟

امام کی پیروی کا مطلب ہے کہ اس کی قراءت کے وقت مقتدی خاموشی اختیار کی جائے

حدیث :283

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسُولُ الله صلی الله علیه و سلم

((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا ، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہواور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

نسائی حدیث (۹۲۰) کتاب الافتتاح ،ابوداود حدیث (۶۰۴) ابن ماجہ حدیث ۸۴۶ مسلم حدیث (۴۰۴) کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ) وابوعوانہ والرویانی فی ((مسندہ)) (۴۴/۱۱۹/۱) ابن ابی شیبہ (۱/ ۹۷) مسند احمد رقم الحدیث ۹۱۵۱

اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے ابوداود کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے امام نسائی نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے باب تأویل قول الله عزوجل ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام نسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت جماعت کی نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ۔

اگر امام کی اقتداء میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوتی۔ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے

إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ فاقروء سورة الفاتحة جب امام قراءت کرے تو تم سورہ فاتحہ پڑھو

لیکن ذخیرہ حدیث میں ایسا حکم کوئی نہیں دکھا سکتا بلکہ عموماً یہ حکم نظر آئے گا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو جس سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے بالکل قرآن نہ پڑھا جائے نہ فاتحہ نہ دوسری سورت خواہ امام آہستہ تلاوت کر رہا ہو یا زور سے خواہ تم تک اس کی آواز پہنچ رہی ہو یا نہ۔

امام کے پیچھے نہ سورہ فاتحہ کی قراءت جائز ہے نہ کوئی دوسری سورۃ چاہے نماز سرّی ہو یا جہری

حدیث :284

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه صَلَّى رسُولُ اللهِ ﷺ يوماً صلاةَ الظُّهرِ فَقَرأَ رجلٌ مِنَ الناسِ فی نَفْسِهِ فَلَمَّا قَضَى صَلاتَهُ قَالَ: هَلْ قَرَأَ

مَعِی مِنْکُمْ اَحَدٌ قَالَ ذَلِکَ ثلاثًا فَقَالَ الرَّجُلُ نَعَمْ یارسُولَ اللہِ اَنَا کُنْتُ
اَقْرَأُ بِ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الاعْلَی﴾ قَالَ : مالِی اُنَازَعُ القُرآنَ اَمَا یَکْفِی
قِرَاءَۃَ إِمَامِہِ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہِ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے اپنے دل میں پڑھا پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی۔فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا: تو ایک آدمی نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں سورہ سبح اسم پڑھ رہا تھا فرمایا تب ہی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہوں کیا تمہیں اپنے امام کی قراءت کافی نہیں؟ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

الارواء الغلیل ناصر الدین البانی وسندہ صحیح (جلد۲ رقم الحدیث ۴۹۹)
بیہقی فی کتاب وجوب القراءۃ

اس سے معلوم ہوا کہ عموما صحابہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے کیونکہ جب آپ نے تین مرتبہ سوال کیا تو صرف ایک صحابی بولا تو حضور ﷺ نے اسے بھی قراءت خلف الامام سے روک دیا۔

امام کی قراءت کے وقت خاموشی کا حکم سورہ فاتحہ کو بھی شامل ہے

حدیث:285

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسُولُ اللہ ﷺ
مَنْ صَلَّی رَکْعَۃً فَلَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِأُمِّ القُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الإِمامِ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہ پڑھی البتہ امام کے پیچھے ہو (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں)۔

(طحاوی ۱/ ۲۱۸) ترمذی حدیث ۳۱۲، ﴿امام ترمذی نے فرمایا ھذا حدیث حسن صحیح﴾ موطا امام مالک ص ۸۴ موطا امام محمد ص ۹۰ حدیث ۱۱۳)
اس حدیث کے متعلق شیخ ناصر البانی غیر مقلد لکھتے ہیں اس کی سند صحیح ہے (سلسلہ احادیث الضعیفہ رقم الحدیث ۹۹۲ کے تحت دیکھو)

☆اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ کا مسئلہ بالکل واضح فرما دیا کہ منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے گا۔
☆جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا۔
☆اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی تعیین بھی ہے اور نماز با جماعت کی تصریح بھی ہے
معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے وقت بھی خاموش رہیں اور باقی قراءت کے وقت بھی۔

امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں

حدیث :286

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ

کُلُّ صلاۃٍ لا یُقْرَءُ فِیھَا بِأُمِّ الکتاب فَھِیَ خِدَاجٌ إلَّا أنْ یَکُوْنَ وَرَاءَ الإمام

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کی اقتداء میں پڑھی جائے ۔
(دار قطنی ۱/۳۲۷)

اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ قرآن میں جو آتا ہے ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔﴾ اور جو حدیث میں ہے ﴿وَإذَا قَرَأَ فَأنْصِتُوْا﴾ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں۔ امام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں لیکن یہ مفہوم خود ساختہ ہے۔ حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اور مذکورہ بالا حدیث اس کی سخت تردید کر رہی ہے کہ نہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے نہ کچھ اور۔ مسلم کی حدیث نمبر :394 (لا صلاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بأُمِّ القرآن فَصَاعِدًا ۔) اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو

سورہ فاتحہ اور کچھ اور نہ پڑھے۔ نماز میں جیسے سورہ فاتحہ ضروری ہے ایسے ہی سورت ملانا بھی ضروری ہے اور اہل حدیث بھی مانتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ نہ پڑھے صرف سورہ فاتحہ پڑھے تو چاہئے کہ سورہ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ جیسے سورۃ میں امام کی قراءت کافی ہے ایسے ہی سورہ فاتحہ بھی کافی ہے۔ اور یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھے کیونکہ اس پر یہ دونوں چیزیں واجب ہیں سورہ فاتحہ بھی اور سورۃ ملانا بھی اگر فَصَاعِدًا کا لفظ نہ ہوتا تو ان کا موقف درست تھا لیکن فَصَاعِدًا کی وجہ سے ان کا اس حدیث سے سورہ فاتحہ پڑھنے پر استدلال باطل ہو گیا کیونکہ اس طرح تو مقتدی پر سورہ فاتحہ بھی واجب اور سورہ ملانا بھی واجب ہو جاتا ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

والأمر باستماع قراءۃ الإمام والإنصات له مذکور فی القرآن وفی السنة الصحیحة وهو اجماع الأمة فیما زاد علی الفاتحة وهو قول جماهیر السلف من الصحابة وغیرهم فی الفاتحة وغیرها ۔

امام کی قراءت سننے اور خاموش رہنے کا حکم قرآن کریم اور حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ سورہ فاتحہ اور اس کے بعد والی سورۃ کی بابت جمہور صحابہ کرام اور دیگر علماء امت کا یہی مسلک ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد والی سورت کی قراءت کے وقت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے پر تو ساری امت کا اجماع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قراءت سے روک دیا

حدیث:287

عن انس رضی اللہ عنہ قال: صَلَّی رَسُوْلُ اللہِ ﷺ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ: اَتَقْرَؤُوْنَ والإمامُ یَقْرَأُ فَسَکَتُوْا فَسَأَلَھُمْ ثَلاثاً فقالُوْا إِنَّا نَفْعَلُ قالَ فلا تَفْعَلُوْا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم امام کی قراءت کے وقت قراءت کرتے ہو؟ وہ خاموش رہے آپ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔پھر وہ بولے ہم ایسا کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو۔(طحاوی ۱/۲۱۸)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا اس حدیث سے منسوخ ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے خود فرمادیا ہے کہ مت پڑھو امتی کو کیا حق ہے۔کہ خلاف ورزی کرے۔

خلفاء راشدین نے قراءت خلف الامام سے روک دیا

حدیث:288

عن موسی بن عقبہ رضی اللہ عنہ قال:

اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ وَاَبُوبکرٍ وعُمَرُ وعُثْمَانُ یَنْھَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الإمامِ

حضرت موسی بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے تھے۔
(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۱۰)

ہمارے نزدیک بغیر قراءت کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی۔اور مقتدی کی نماز بغیر قراءت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قراءت کے ساتھ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے

حدیث:289

عن عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ ﷺ

مَنْ کَانَ لَہٗ إمامٌ فَقِرَاءَۃُ الإمامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا کوئی امام ہو تو اس کی تلاوت مقتدی کی تلاوت ہے۔

یہ حدیث حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن شداد حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے

مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۳۷۷۹ جلد۱ ص۳۳۰ باب من کرہ القراءۃ خلف الامام

ابن ماجہ حدیث ۸۵۰ کتاب إقامۃ الصلاۃ باب إذا قراء الإمامُ فَأَنْصِتُوْا

، دارقطنی ۱/۳۲۳ حدیث ۱۲۵۰، موطا امام محمد حدیث ۱۱۷، طحاوی ۱/۲۱۷) حلیۃ الاولیاء ۷/۳۸۹ حدیث نمبر ۱۰۹۵۷، طبع جدید ، زوائد البوصیری ۲/۳۳۴ رقم الحدیث ۱۴۴۰، المعجم الاوسط جلد۸ رقم الحدیث ۷۵۷۵، مجمع الزوائد ۲/۱۱۱، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۷۹۷، مسند احمد ۳/۲۹۵ رقم الحدیث ۱۴۲۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۶۰-۱۶۱، کامل ابن عدی ۲/۲۱۰۷، شرح مسند ابی حنیفہ ص: ۳۰۷، و رواہ الحاکم بسندہ منتقى الأخبار عبد السلام ابن تيميه حديث ۱۰۹ كتاب صفة الصلاة باب ما جاء في قراءة المأموم وإنصاته، نيل الاوطار شوكاني ، صفة صلاة النبي ﷺ للألباني ص(۹۸)

اس حدیث کے متعلق شیخ ناصر البانی غیر مقلد لکھتے ہیں وهو حديث صحيح عندنا له طرق كثيرة جدا یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ حدیث بہت سے طرق سے مروی ہے میں نے اس کو اپنی کتاب ((الارواء حدیث نمبر ۴۹۳-۵۰۰) پر درج کیا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعف سے خالی نہیں لیکن ضعف منجبر ہے۔ اور اس کی سند عبداللہ بن شداد سے مرسلا صحیح ہے اور حدیث مرسل جب متصل آ جائے تو وہ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک حجت ہے۔ سنت

کی پیروی کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس حدیث پر عمل کریں اگر وہ چاہتے ہیں کہ اصول میں مخالفت نہ ہو اور یہ حدیث عبادہ بن صامت والی حدیث کی مخصص ہے۔

(سلسلہ احادیث الضعیفہ جلد ۲ ص ۵۷-۵۸ زیر حدیث ۵۹۱)

شیخ ناصر البانی غیر مقلد لکھتے ہیں اس حدیث کو طحاوی، ابن ابی شیبہ دار قطنی ابن ماجہ اور احمد نے بہت سے طرق سے مسنداً اور مرسلا روایت کیا ہے اور اس کو شیخ ابن تیمیہ نے قوی قرار دیا ہے اور اس کے بعض طرق کو امام بوصیری نے صحیح قرار دیا ہے۔

(صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص نمبر ۱۰۰)

یہ حدیث موقوف اور مرفوع، مرسل اور مسند دونوں طرح مذکور ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: اور یہ ثابت ہوا کہ اس حالت میں امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے جیسا کہ جماہیر سلف و خلف صحابہ و تابعین اس کے قائل ہیں۔ اور اس باب میں نبی کریم ﷺ کی معروف حدیث وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ,,جس کے لئے امام ہو تو امام قراءت اس کی قراءت ہے،،

اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونوں طرح روایت کی گئی ہے۔ لیکن اکثر ائمہ ثقات نے اس کو عبداللہ بن شداد سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو سند متصل سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے اس کو مسند ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن و سنت اس مرسل کے مؤید ہیں۔ اور جماہیر اہل علم صحابہ و تابعین اسی کے

قائل ہیں۔اوراس کومرسل نقل کرنے والے اکابرین تابعین میں سے ہیں۔اس قسم کی مرسل روایت سے ائمہ اربعہ اور دیگر اہل علم کے نزدیک بالاتفاق استدلال صحیح ہے۔اورامام شافعی نے اس قسم کی مرسل حدیث سے استدلال صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔

فتاوی ابن تیمیہ :271/23

ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں:

یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کو بھی شامل ہے۔

وقد ثبت بالكتاب والسنة وبالإجماع أن إنصات المأموم لقراءة إمامه يتضمن معنى القراءة معه وزيادة .

تحقیق یہ بات قرآن کریم حدیث شریف اوراجماع امت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام کی قراءت کی وجہ سے مقتدی کا خاموش رہنا ہی اس کے پڑھنے کے حکم میں ہے۔بلکہ اس کوقراءت کے ثواب کے ساتھ خاموش رہنے کے متعلق حکم کی تعمیل کا ثواب بھی ملتا ہے۔

فتاوی ابن تیمیہ :290/23

سری نمازوں (ظہر اور عصر) میں امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں۔

حدیث :290

عن عبدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ رضی الله عنه قال : أَمَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ فی

الْعَصْرِ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فَغَمَزَهُ الَّذِیْ يَلِيْهِ فَلَمَّا اَنْ صَلّٰى قَالَ: لِمَ غَمَزْتَنِی؟ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قُدَّامَكَ فَكَرِهْتُ اَنْ تَقْرَاَ خَلْفَهُ فَسَمِعَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ .

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کوعصر کی نماز پڑھائی۔ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی۔اس پراس کے ساتھ والے نے اسے چوک ماری جب نماز پڑھ چکے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا تو نے مجھے چوک کیوں ماری؟اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے تھے میں نے ناپسند کیا کہ تم آپ کے پیچھے قراءت کرو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن لی اور فرمایا:

جوامام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

موطاامام مالک بروایہ محمد بن الحسن الشیبانی حدیث ۱۲۴ ص ۶۲)

دارقطنی ۱/۳۲۴)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ نہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت جائز ہے اور نہ سری میں کیونکہ عصر کی نماز میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے اور صحابہ ان نمازوں میں بھی خاموش رہا کرتے تھے صرف ایک صحابی نے قراءت کرنے کی کوشش کی۔تو ساتھ والے نے اسے روک دیا۔اور جب نبی کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے قراءت سے روکنے والے کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: جوامام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔اس دلیل کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ قراءت

سے مرادسورہ فاتحہ کے علاوہ قراءت ہے کیونکہ البانی صاحب ماقبل والی حدیث میں یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ حدیث عبادہ بن صامت والی حدیث کی مخصص ہے ۔یعنی اس شخص کی نماز (کامل)نہیں ہوتی جوسورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ یہ حدیث عام تھی اور حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ والی حدیث ,,جس کا کوئی امام ہوتو اس کی تلاوت مقتدی کی تلاوت ہے،، مخصص ہے اس حدیث نے مقتدی کو عبادہ بن صامت والی حدیث کے عموم سے خارج کردیا اب مقتدی کی نماز بھی بغیر سورہ فاتحہ کے نہ رہی۔ وللہ الحمد غیر مقلدین کے امام البانی اورابن تیمیہ نے نعرہ حق بلند کیا ہے اور درست فیصلہ کر کے غیر مقلدین کو بے سہارا اور تنہا چھوڑا دیا اب ان بے چاروں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔

قراءت خلف الامام کے متعلق صحابہ کرام کے نظریات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے

حدیث :291

عن نافع أنَّ عبدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضی الله عنه كان إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أحَدٌ خَلْفَ الإمـامِ ؟ قَـالَ : إِذَا صَـلَّـى أحَـدُكُـمْ خَلْفَ الإمامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الإمامِ وإذا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ . قال :

و كان عبدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لايَقْرَأُ خَلْفَ الإمامِ .

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب

پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے؟تو فرماتے: جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو قراءت کرے ۔فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔

موطا امام مالک ص:۸٦ کتاب الصلا ۃ باب ترک القراءۃ خلف الامام

موطاامام محمد ص۵۹،طحاوی شریف ۱/-۲۲)

اس حدیث کے متعلق شیخ ناصر البانی غیر مقلد لکھتے ہیں وسنده صحيح اس کی سند صحیح ہے((سلسلہ احادیث الضعیفہ رقم الحدیث۹۹۲)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے:

مَن صلى وراء الإمام كفاه قراءة الإمام . قال البيهقي :هذا هو الصحيح عن ابن عمر من قوله

جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قراءت کافی ہے ۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہی قول صحیح ہے۔

سنن بیہقی باب: من قال لايقرء خلف الإمام

کیا سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کو باطل کہنے والوں میں یہ جراءت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کو باطل کہہ سکیں ہرگز ایسا نہیں کرسکتے تو کیا یہ فتوے ہم غریبوں کے لئے ہیں اگر یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کو باطل کہتے ہیں تو پھر شیعوں کی

صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ وہ صحابہ کے گستاخ ہیں ۔اور اگر کہیں کہ ان کی نماز سورہ فاتحہ کے بغیر ہو گی تو پھر جھگڑا ختم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ احناف کے امام ٹھہرے اور ان کے صدقے میں ہماری نماز بھی قبول ہے ۔وللہ الحمد

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

کاتبِ وحی اور جامع القرآن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں۔

حدیث :292

عن عطاءِ بنِ یسارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زیدَ بْنَ ثابتٍ رضی الله عنه عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الإمامِ فَقَالَ لا قِرَاءَةَ مَعَ الإمامِ ۔

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کرنی جائز ہے فرمایا: امام کے پیچھے قراءت ہرگز جائز نہیں۔

مسلم حدیث ۵۷۷ کتاب المساجد باب سجود التلاوۃ

(طحاوی ۲۱۹/۱)

کیا سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کو باطل کہنے والوں میں یہ جراءت ہے کہ حضرت زید

بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نماز کو باطل کہہ سکیں ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ۔جس پر رسول اللہ ﷺ نے اعتماد کیا ہوا اور اسے کاتب وحی مقرر کیا ہو ۔اور جن پر خلفاء راشدین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم نے اعتماد کیا ہوا اور اسے امین سمجھا ہوا اور قرآن جمع کرنے کی ڈیوٹی لگائی ہو ۔ان سے زیادہ قرآن وحدیث کو سمجھنے والا کون ہے؟ کون ہے جو ان کی نماز کو باطل کہہ سکے اور اگر کاتب وحی اور جامع قرآن کی نماز قبول ہے ۔تو ان کے صدقے میں ہماری بھی قبول ہے ۔وللہ الحمد

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم دیا

حدیث :293

عن أبی وائل قال سُئِلَ عبدُاللهِ بْنُ مسعودٍ رضی الله عنه عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الإمامِ فقَالَ : أَنْصِتْ لِلْقِرَاءَةِ فَإِنَّ فی الصَّلاةِ شُغْلًا وَسَیَكْفِیْكَ ذَلِكَ الإمامُ ۔

حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قراءت کے وقت خاموش رہو بے شک نماز میں مشغولیت ہے اور اس (قراءت کے) سلسلے میں تمہیں امام کافی ہے۔

(طحاوی شریف ۱/۲۱۹موطاامام محمد حدیث ۱۱۹ص۶۲)وسندہ صحیح الارواءالغلیل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے جہری نماز میں پڑھتے تھے نہ سرّی میں

حدیث :294

عن ابراهيم النخعي رضى الله عنه أن عبدَاللهِ بْنَ مسعودٍ رضى الله عنه كـانَ لايَقْرَأ خَلْفَ الإمامِ فِيْمَا يَجْهُرُ فِيْهِ وَفِيْمَا يُخَافِتُ فِيْهِ فِي الأولَيَيْنِ ولا فِي الأخْرَيَيْنِ ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سرّی نمازوں میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ پچھلی دو رکعتوں میں ۔

(موطاامام محمد رقم الحدیث ۱۲۰)ص۶۲)جامع المسانید 310/1

☆اس روایت سے صراحتاً معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے چاروں رکعات میں مقتدی قراءت نہیں کرے گا۔

☆قراءت کا لفظ سورہ فاتحہ اور زائد سورۃ دونوں کو شامل ہے لہذا مقتدی نہ تو سورہ فاتحہ پڑھے گا نہ ہی کوئی اور سورۃ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور کون حضرت عبداللہ بن مسعود ؟

جو افاضل صحابہ ومؤمنین سابقین میں سے ہیں۔ حضر وسفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضورﷺ رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن جانا ان کے لئے جائز تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے فقیہ صحابی تھے یہاں تک کہ رسول اللہ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا

رَضِيْتُ لأمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أمِّ عَبْدٍ وَكَرِهْتُ لأمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أمِّ عَبْدٍ ۔

میں نے اپنی امت کے لئے وہی پسند کیا ہے جو اس کے لئے ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود پسند کیا ہے اور میں نے اپنی امت کے لئے وہی ناپسند کیا ہے جو اس کے لئے عبداللہ بن مسعود نے ناپسند کیا ہے۔

رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ,,کی حدیث نمبر ۱۲۲۵ میں درج کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

اور ارشاد فرمایا: وَمَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مسعودٍ فَصَدِّقُوْهُ ۔

جو حدیث تمہیں ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرنا۔

ابن ماجہ حدیث ۹۷ مسند احمد حدیث ۲۲۷۶۵ اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ,,کی حدیث نمبر ۱۲۳۳ میں درج کیا ہے۔

گویا ان کی رائے خود حضور والاﷺ کی رائے اقدس ہے۔اس حدیث سے معلوم

ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مقتدی ہوتے تو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اوران کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

جولوگ کہتے ہیں کہ جوامام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس نماز باطل ہے تو وہ ان جلیل القدر صحابہ کرام کی نمازوں کے متعلق کیا کہیں گے کوئی باادب اہل ایمان صحابہ کرام کا سچا محب ایسی جراءت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کی نمازوں کو باطل قرار دے اگر صحابہ کرام کی نمازیں سورہ فاتحہ کے بغیر درست ہیں تو ہماری بھی ان کے صدقہ میں قبول ہیں کیونکہ حقیقت میں وہی ہمارے اورامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے امام ہیں ہم نے انہی سے دین سیکھا ہے۔

حدیث :295

عن علقمة عن عبدالله بْنَ مسعودٍ رضى الله عنه قال:

لَيْتَ الَّذِى يَقْرَأُ خَلْفَ الإمامِ مُلِىءَ فُوْهُ تُرَاباً

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

کاش اس کا منہ مٹی سے بھر جائے جوامام کے پیچھے قراءت کرتا ہے۔

(شرح معانی الآثار ۲۱۹/۱)

حدیث :296

عن محمد بن عجلان اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضى الله عنه قَالَ:

لَيْتَ فِى فَمِ الَّذِى يَقْرَأُ خَلْفَ الإمامِ حَجَراً

حضرت محمد بن عجلان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کاش امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو۔

(موطاامام محمد رقم الحدیث ۱۲۶)ص ۶۳

حدیث :297

قَالَ سعدٌ رضى الله عنه :

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِى يَقْرَأُ خَلْفَ الإمامِ فِى فِيْهِ جَمْرَةٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا جی چاہتا ہے جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ہو۔

(موطاامام محمد رقم الحدیث ۱۲۵)ص ۶۳

حدیث :298

قال علقمةُ بْنُ قَيْسٍ رضى الله عنه :

لَاَنْ أَعَضَّ عَلَى جَمْرَةٍ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الإمامِ

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے لئے آگ کی چنگاری چبانا اس سے بہتر ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کروں۔

(موطاامام محمد ص۹۲ رقم الحدیث ۱۲۲)

(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۰۸)

حدیث :299

قَالَ عَلِیٌّ رضی الله عنه : مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإمامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَةَ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت سے خطاء کی۔

(شرح معانی الاثار ۱/۲۱۹) دارقطنی الاواء الغلیل جلد۲ص۲۸۲) وسندہ جید

اختلاف کی حثیت

اس مسئلہ میں اور دوسرے مجتہد فیہا مسائل میں ائمہ کا اختلاف حق و باطل کا نہیں ہوتا ۔صرف راجح مرجوح کی بحث ہوتی ہے ۔لیکن غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بحث کو بالکل نئے انداز پر پہنچادیا ہے۔انہوں نے اس کوحق وباطل کی جنگ بنالیا ہے۔اس لئے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے ۔اور مقتدی کوسورہ کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے ۔فاتحہ نہ پڑھنے والے بے نماز ہیں ۔یہ بڑی قبیح قسم کی شدت ہے۔جس کا شدت سے مؤاخذہ کرنا ضروری ہے ۔ان سے بحث کرتے وقت ان سے چند باتیں صاف کرالینی چاہئے بلکہ باحوالہ تحریر کرالینی چاہئے ۔ایک

یہ کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا آپ کے نزدیک کیا حیثیت رکھتا ہے۔دوسرے یہ کہ ماذادعلی الفاتحہ پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ یا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تیسرے یہ کہ آپ کے ہاں جہری اور سری نماز میں کچھ فرق ہے یا نہیں ۔چوتھے یہ کہ آپ کے نزدیک مدرک للرکوع کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں ۔جو جواب دیں ۔ان کی روشنی میں ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے ۔ان سے کہا جائے کہ ایسی صریح صحیح حدیثیں پیش کرو جو اس بات پر دلالت کرتی ہوں کہ مقتدی اگر امام پیچھے فاتحہ نہ پڑھے گا تو نماز باطل ہوجائے گی ۔جو روایات سند کے لحاظ سے صحیح نہ ہوں وہ ان کے دعویٰ کے اثبات کے لئے کافی نہیں ۔جن میں صراحۃً مقتدی کا ذکر نہ ہو وہ بھی ان کے لئے مفید نہیں ۔جن میں قراءت کا امر ہو وہ بھی ان کے لئے کافی نہیں اس لئے کہ امر کبھی وجوب کے لئے ہوتا ہے ۔کبھی استحباب کے لئے کبھی اباحت کے لئے ۔جب امر میں ان سب معانی کا احتمال ہے تو اس سے مقتدی کے لئے ایسی فرضیت قراءت فاتحہ کیسے ثابت ہوگی کہ اس کے ترک سے نماز باطل ہوجائے ۔قاعدہ ہے ,, إذا جـاء الاحتـمـال بطل الاستدلال ،، محتملات کو لے کر پوری امت کی تفسیق وتضلیل کرنا یہ شرافت علمی کے بالکل خلاف ہے ۔کوئی صحیح حدیث پیش کیجئے ۔جو صراحۃً یہ بات بتائے کہ مقتدی نے اگر فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوجائے گی ۔انشاءاللہ اپنے اس دعویٰ پر ایسی صحیح صریح روایت ایک بھی پیش نہ کرسکیں گے۔

جوابات ادلہ خصوم

خصوم کا زیادہ تر استدلال حضرت عبادہ کی حدیث سے ہے عبادہ بن الصامت کی حدیث اس موضوع میں دوقسم کی ہے نمبر:۱ جس میں تفصیلی واقعہ مذکور نہیں۔صرف اتنا ہے لاصلاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔ نمبر:۲ جس میں ایک تفصیلی واقعہ کا ذکر ہےاور یہ حدیث ابوداود،ترمذی اورنسائی میں مذکور ہے۔

پہلی حدیث صحیح ہے لیکن ان کے موقف پر دلالت کرنے میں صریح نہیں ہے۔دوسری قسم کی حدیث میں فاتحہ اورامام کا ذکر تو صراحۃً ہے۔لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جو صحیح ہو غیر معارض ہو اور صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اگر مقتدی نے فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

قسم اول کے تفصیلی جوابات

قسم اول کی حدیث عبادہ سے ان کا استدلال دوطرح سے ہے ۔ایک صلوۃ کے عموم سے۔صلاۃ نکرہ تحت النفی ہے۔اس کے عموم میں صلاۃ المقتدی بھی داخل ہے۔معلوم ہوا کہ یہ بھی نہیں ہوتی۔دوسرا استدلال ,,من،، سے ہے۔من عام ہے اس کے عموم میں امام،منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔ لاصلاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر مقتدی نے بھی فاتحہ نہ پڑھی تو نماز نہیں ہوگی۔

صلاۃ کے عموم سے استدلال کا جواب

اگر مان لیا جائے کہ صلاۃ کے عموم میں صلاۃ المقتدی بھی داخل ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔کہ صلاۃ المقتدی کی صحت کے لئے بھی فاتحہ ہونی چاہئے۔ہم اس پر عمل کرتے ہیں ۔جماعت کی نماز ایک نماز ہے۔ایک نماز میں ایک فاتحہ کافی ہے۔جب امام نے قراءت کرلی تو سب کی ہوگئی۔ہمارے ہاں بھی صلاۃ المقتدی فاتحہ سے خالی نہیں ہے اس کے بہت سے قرائن اورشواہد موجود ہیں۔کہ صلاۃ الجماعت ایک ہی صلاۃ تصور کی جاتی ہے۔

۱- صرف امام سے سہو ہوجائے تو سب کو سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے حالانکہ مقتدیوں کو یہ سہو نہیں ہوا۔

۲-صرف امام سجدہ کی آیت پڑھے خواہ سرّا پڑھے۔مقتدی نے پڑھی ہے نہ سنی۔لیکن سجدہ میں سب کو شرکت کرنا پڑتی ہے۔

۳-امام کا سترہ سب کے لئے کافی ہوجاتا ہے اس لئے کہ نماز ایک ہے۔

اس قسم کے اور بھی شواہد موجود ہیں کہ شریعت کی نظر میں صلوۃ الجماعت ایک نماز ہے اس لئے اس میں ایک فاتحہ کافی ہے۔

بعض اوقات عام لفظ بولا جاتا ہے لیکن مراد اس سے خاص ہوتی ہے مثلا

حدیث:300

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لاصلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس و لاصلاۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس

صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک سورج غروب ہو جائے۔

بخاری:586 مسلم :827 مشکوۃ:1041

یہاں بھی صلاۃ نکرہ تحت النفی ہے جس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ فجر اور عصر کے فرضوں کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے ۔لیکن ہم دیکھتے ہیں اہل حدیث اس حدیث کے عموم کو تسلیم نہیں کرتے اور فجر کی نماز کے فوراً بعد سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اگر فجر یا عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوں تو پھر بھی تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرتے ہیں ۔ہم اگر ان سے پوچھیں کہ حدیث میں تو ان اوقات میں نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں اور حدیث عام ہے کسی نماز کا استثنٰی نہیں ۔تو کہتے ہیں کہ ہاں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے لیکن دوسری حدیث نے اس کی تخصیص کردی ہے ۔ہم اس لئے ان اوقات میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔

ہم نے کہا اگر آپ یہ بات تسلیم کرتے ہیں لاصلاۃ بعد الصبح والی حدیث اپنے عموم پر نہیں دوسری احادیث اس کی مخصص ہیں تو اسی اسلوب پر ہم بھی کہتے ہیں لاصلاۃ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ والی حدیث اپنے عموم پر نہیں دوسری

احادیث اس کی مخصص ہیں دوسری صحیح احادیث کی وجہ سے مقتدی اس سے خارج ہیں۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ نہیں مقتدی خارج نہیں بلکہ اس کے عموم میں داخل ہیں تو پھر آپ کو بھی چاہئے کہ فجر کی سنتیں طلوع شمس کے بعد پڑھا کرو اور آپ کے لئے عصر اور فجر کے بعد نوافل پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

من کے عموم سے استدلال کے جوابات

جواب اول

من کے عموم سے استدلال درست نہیں۔اس لئے کہ یہ عموم کے لئے موضوع نہیں ہے۔سید شریف جرجانی شرح مواقف میں فرماتے ہیں ,, الموصولات لم توضع للعموم بل ھی للجنس تحتمل العموم و الخصوص اسمائے موصولہ مَنْ وغیرہ عموم کے لئے وضع نہیں کئے گئے بلکہ یہ جنس کے لئے ہیں جو عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اسی لئے من بکثرت خصوص کے لئے مستعمل ہوتا ہے مثلاً قرآن میں ہے۔(ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِی السماء) کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمانوں میں ہے۔مَنْ فی السماء سے مراد صرف باری تعالیٰ ہے۔اگر من میں عموم ہو تو اس میں فرشتے شامل ہو جاتے ہیں دوسری جگہ ارشاد ہے یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فی الأرض فرشتے ان کے لئے استغفار کرتے ہیں جو زمین میں ہیں ۔مَنْ فی الأرض سے مراد صرف مسلمان ہیں کافر نہیں

ہیں۔حدیث میں ہے لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کان قبلکم تم ان لوگوں کے طریقہ پر چلو گے جو تم سے پہلے ہوئے (بخاری 3456 مسلم 2669 مشکوۃ: 5361 کتاب الرقاق باب تغیر الناس) یہاں بھی مَــنْ موجود ہے جس میں عموم ہے لیکن حدیث میں اس کی تفسیر صرف یہود ونصاریٰ سے کی گئی ہے۔ہندو اور مجوسی وغیرہ اس میں شامل نہیں

قرآن وحدیث اور کلام بلغاء میں بہت کثرت سے یہ بات ملتی ہے کہ لفظ ,,من،، استعمال کیا گیا ہے۔اور مراد اس سے فرد خاص ہے۔اگر یہاں اس سے مراد صرف امام اور منفرد لے لیا جائے تو یہ من کی وضع کے خلاف نہ ہوگا۔

جواب دوم

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ من عموم کے لئے وضع ہے تو ہم کہیں گے یہاں عموم مراد نہیں۔یہاں اس کے عموم میں مقتدی داخل نہیں۔یعنی اگر بالفرض یہ لفظ عام ہے تو مقتدی کی اس سے تخصیص کرلی جائے۔وہ اس کے عموم میں داخل نہیں اس تخصیص کے بہت سے قرائن ملتے ہیں۔

۱-قرآن کی آیت نے مقتدی کو انصات کا حکم دیا ہے۔یہ قرینہ ہے کہ اس حدیث کے عموم مقتدی داخل نہیں۔

۲- بہت سی صحیح حدیثیں مقتدی کی قراءت کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ کے عموم میں مقتدی داخل نہیں۔

۳-اسی حدیث عبادہ کی بعض صحیح روایات میں فصاعدا یا مازاد وغیرہ کی زیادتی ثابت ہے اس کو سامنے رکھ کر حدیث کا مطلب یہ بنا کہ جو فاتحہ اور سورت نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ۔معلوم ہوا کہ یہ ایسے نمازی کی بات ہے جس نے دونوں پڑھنی ہیں۔مقتدی کسی کے نزدیک بھی ایسا نہیں۔یہ زیادتی مجبور کرتی ہے کہ مقتدی کو اس کے عموم میں داخل نہ مانا جائے۔

۴-حدیث میں قراءت کے مفعول بہ پر باء داخل ہے بفاتحة الکتاب۔قرأ فاتحة الکتاب قرأ بفاتحة الکتاب دونوں میں عربیت کے لحاظ سے فرق ہے۔باء اس وقت لائی جاتی ہے جب کہ باء کے مدخول کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا جائے۔معلوم ہوا کہ یہاں صرف اس نمازی کی بات ہو رہی ہے جس نے صرف فاتحہ نہیں پڑھنی۔کچھ اور بھی پڑھنا ہے۔ظاہر ہے کہ مقتدی کسی کے نزدیک بھی کچھ اور نہیں پڑھے گا وہ اس میں داخل نہیں ۔

۵-حدیث کا سب سے اچھا مطلب وہ ہوگا جو نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد بیان کریں امام ترمذی (312) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح نقل فرمایا ہے

حدیث: 301

مَنْ صَلَّی رَکْعَةً فَلَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ إِلَّا أن یکون وَرَاءَ الإمام اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مقتدی کے بارہ میں ہے چنانچہ امام ترمذی نے امام احمد کا ارشاد نقل کیا ہے۔ هذا رجل من أصحاب النبی ﷺ تأول قول

النبی لاصلاۃ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب آن ھذا إذا کان وحدہ
یہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اورانہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب نمازی اکیلا نماز پڑھے۔

۲- اگر مقتدی امام کے فاتحہ پڑھنے کے بعد صرف رکوع میں ملے اور فاتحہ پڑھنے کا موقع نہ ملے۔اس کی یہ رکعت تصور ہو جاتی ہے یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور سلف کا موقف بھی یہی ہے۔ائمہ میں سے امام کے پیچھے قراءت پر زیادہ زور دینے والے امام شافعی ہیں انہوں نے کتاب ,,الام،، میں تصریح کی ہے کہ رکوع میں ملنے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے۔امام نووی نے شرح مسلم 135/1 پر تصریح کی ہے کہ مقتدی رکوع میں امام سے ملے تو فاتحہ ساقط ہو جاتی ہے۔نواب صدیق حسن نے بدور الاہلہ اور دلیل الطالب میں تصریح کی ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ یہ رکعت ہو جاتی ہے۔قاضی شوکانی پہلے رکعت نہ ہونے کے قائل تھے پھر جمہور کی موافقت اختیار کی۔اس سے معلوم ہوا کہ جمہور سلف اس حدیث کے عموم میں مقتدی کو داخل نہیں مانتے۔ورنہ اس کی یہ رکعت نہیں ہونی چاہیے تھی۔

جواب سوم

اگر مان لیا جائے کہ من کے عموم میں مقتدی داخل ہے تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث میں جو آتا ہے کہ ہر نمازی فاتحہ کی قراءت کرے۔اس میں قراءت عام ہے خواہ حقیقتاً ہو خواہ حکماً۔تینوں قسم کے نمازی قراءت فاتحہ کریں گے۔امام اور منفرد حقیقۃً اور

مقتدی حکماً۔اس لئے کہ حدیثوں میں تصریح ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔
قراءت کا حقیقتاً یا حکماً ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه آپ ﷺ کے سامنے حقیقتاً جبریل پڑھتے تھے لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی نمائندگی میں پڑھتے تھے۔ اس لئے حکماً اسے قراءت باری تعالیٰ قرار دیا گیا ہے۔

قسم ثانی کے جوابات

حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث جو ترمذی اور ابو داود (823) میں ہے اس میں یہ الفاظ ہیں لا تفعلوا إلا بفاتحة الکتاب اس میں تصریح ہے کہ اور قراءت تو مقتدی کو نہ کرنی چاہئے فاتحہ کی قراءت کر لینی چاہئے۔تو صراحۃً ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہئے۔

جواب نمبر ا

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔گو بہت سے حضرات نے اس کی توثیق کی ہے لیکن اکثر ائمہ رجال ان پر شدید جرح کر رہے ہیں۔تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہ کتب رجال میں ان پر شدید جرح نقل کی گئی ہے۔مثلاً سلیمان التیمی اور ہشام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ کذاب ہے۔امام مالک کا قول نقل کیا گیا ہے۔کہ دجال من الدجاجلۃ ہے ابن ظہیر، وہب بن خالد، جریر بن عبدالحمید، دار قطنی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ان کے بارہ میں معتدل قول یہ ہے کہ سیر اور

مغازی میں وسیع النظر ہیں ۔لیکن احکام کی حدیثوں میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے، جس پر ائمہ رجال شدید جرح رکھتے ہوں ۔ایسے اہم اختلافی مسئلہ میں ایسے راوی کی روایت پر مدار رکھنا بے انصافی کی بات ہے ۔

جواب نمبر۲

محمد بن اسحاق مکحول سے نقل کرتے ہیں ۔ان پر ایسی جرح تو نہیں جتنی محمد بن اسحاق پر ہے لیکن فی الجملہ ان پر بھی جرح کی گئی ہے ابو حاتم نے اس کے بارہ میں کہا کہ لیس بالمتین ابن سعد فرماتے ہیں ,,ضعفه جماعة من المحدثين،، اصل اعتراض ان کے بارہ میں یہ ہے کہ یہ مدلس ہیں اور اس حدیث کو عن سے روایت کر رہے ہیں ۔ان کی اکثر حدیثیں جو صحابہ سے ہوتی ہے ۔ان میں تدلیس کرتے ہیں ۔اس لئے ان کی روایت پر مدار رکھنا درست نہیں ۔

جواب نمبر۳

اس کی سند میں اضطراب ہے ۔مثلاً کبھی مکحول محمود بن الربیع سے نقل کرتے ہیں ۔ کبھی نافع بن محمود سے نقل کرتے ہیں ۔اور نافع بن محمود کے بارہ میں علامہ ذہبی، ابن عبد البر، طحاوی، ابن قدامۃ وغیرہم کا خیال یہ ہے کہ یہ مجہول شخص ہے ۔ایسے مجہولین سے ہم دین لینے کے پابند نہیں ہیں ۔جیسا کہ ایک موقعہ پر امام بیہقی فرماتے ہیں: کہ اللہ نے ہمیں

اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ ہم مجہول راویوں سے اپنا دین لیں ۔

جواب نمبر۴

یہ حدیث محدثین کی نظر میں معلول ہے ۔اس میں محدثین کی نظر میں کئی ایسی علل اور خامیاں ہیں ۔جن کے ہوتے ہوئے اس سے احتجاج نہیں ہوسکتا ۔ایک علت اس میں یہ ہے کہ اس کا رفع صحیح نہیں یہ موقوف علی عبادۃ ہے شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امامت کا یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے درمیان پیش نہیں آیا، بلکہ حضرت عبادہ اور بعض تابعین کے مابین پیش آیا (لہذا سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق اس حکم کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے) لیکن چونکہ اس واقعہ کے الفاظ دوسری مرفوع حدیث سے ملتے جلتے تھے تو بعض شامی راویوں کو مغالطہ ہوا اور انہوں نے اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کردیا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبادہ کی اس روایت کو اس طرح نقل نہیں کیا بلکہ اس میں امامت کا تذکرہ ہی نہیں ۔فتاوی ابن تیمیہ :287/23

یہی شیخ ابن تیمیہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

هذا الحديث معلل عن آئمة أهل الحديث كاحمد وغيره من الآئمة وقد بسط الكلام على ضعفه في غير هذا الموضع وبين أن الحديث الصحيح قول رسول الله ﷺ لا صلاة إلا بأم القرآن هذا الذي

اخرجاه فی الصحیح رواه الزهری عن محمود بن الربیع عبادة أما الحدیث فغلط فیه بعض الشامیین و أصله أن عبادة کان یوما فی بیت المقدس فقال هذا فأشبه علیهم المرفوع بالموقوف علی عبادة

فتاوی ابن تیمیہ 187/2

جواب نمبر:۵

اگر حدیث کی صحت کو تسلیم کر بھی لیں تو بھی خصوم کا مقصد اس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لئے ان کا مقصد وجوب ثابت کرنا ہے۔ان کا نظریہ یہ ہے کہ اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی تو نماز نہیں ہوگی ۔اتنے بڑے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے اوّل تو ایسی کمزور حدیثوں کو پیش کرنے کی جراءت ہی نہیں ہونا چاہئے ۔بالخصوص اس وجہ سے کہ اس حدیث سے ان کا نظریہ وجوب ثابت نہیں ہوتا۔زیادہ سے زیادہ اس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اباحت مرجوحہ ثابت ہوسکتی ہے۔اس لئے کہ ,,لاتفعلوا،، نہی ہے۔اس میں قراءت سے نہی ہے۔پھر نہی سے ام القرآن کا استثناء ہے۔نہی سے استثناء کا مطلب یہ ہوتا ہے۔کہ اس مستثنیٰ کے بارے میں نہی نہیں ہے۔یہ نہی سے خارج ہے۔اس سے زیادہ سے زیادہ اباحت اور رخصت ثابت ہوتی ہے۔اور رخصت دینے کی وجہ فاتحہ کی اہمیت ہے۔اس کی اتنی اہمیت کی وجہ سے اس کی اجازت مرجوحہ دی جارہی ہے۔جس درجہ کے وجوب کے آپ مدعی ہیں اس کے لئے کوئی اور روایت لائیے جس سے یہ موقف ثابت ہوتا ہے۔

اس جواب نمبر ۵ کی تائید ناصر الدین البانی غیر مقلد سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

لاتفعلوا وهذا لایدل علی وجوب الفاتحة وراء الإمام کمایظن بل علی جواز لأن الاستثناء جاء بعد النهی و ذلك لایفید إلا الجواز .

لاتفعلوا یہ امام کے پیچھے فاتحہ کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے بلکہ یہ صرف جواز پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ استثناء نہی کے بعد آیا ہے جو فقط جواز کا فائدہ دیتا ہے ۔دیکھیے مشکوۃ محققہ از البانی حدیث نمبر :854

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر

حضرات غیر مقلدین فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں اس روایت سے استدلال کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

یحیی بکا کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ ان کے ہاں فاتحہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہ تھا۔(جزءالقراءۃ)

جواب

اس میں ایک راوی یحیی بن مسلم البکاء ہے جس کو علامہ ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

المیزان :409/4

حدیث نمبر 291 میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مسلک نقل کر دیا گیا ہے کہ وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور اسی کے تحت امام بیہقی کی تصریح موجود ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہی قول صحیح ہے ۔اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کی طرف اس دوسرے قول کی نسبت صحیح نہیں ہے ۔

حضرت ابی بن کعب کا قول

حضرت عبداللہ بن ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا کروں تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا (جزء القراءۃ)

جواب: اس میں ایک راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر الرازی ہے جو کہ ضعیف ہے

قال احمد و النسائی لیس بالقوی ، قال الفلاس سیئ الحفظ ، قال ابن حبان ینفرد بالمناکیر عن المشاهیر ، وقال ابو زرعة یهم کثیرا ،

امام احمد اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ ابو جعفر الرازی قوی نہیں ہے اور امام فلاس فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے ۔ابن حبان فرماتے ہیں کہ مشہور لوگوں کی طرف منکر روائتیں منسوب کرتا تھا۔ابو زرعہ فرماتے ہیں اس کو وہم بہت ہوتا تھا۔

المیزان 319/3:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں امام کے پیچھے سورہ پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

جواب: امام بیہقی نے خود ہی اس روایت کی بابت تصریح کر دی ہے ۔ملاحظہ ہو۔

و قد قیل عن ابی قلابة عن انس بن مالك و لیس بمحفوظ جو روایت ابو قلابہ نے حضرت انس سے بیان کی ہے وہ محفوظ نہیں ہے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نمبر 278 امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے جس میں جس میں سورہ فاتحہ سے ممانعت ثابت ہے۔

حدیث ابی ہریرہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نامکمل ہے ۔کسی نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اقرأ بها فی نفسك (اپنے نفس میں پڑھ لیا کرو......)

مسلم :395 مشکوۃ:823

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایات منقول ہیں اس روایت سے بظاہر امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے ۔جب کہ ان کی دوسری حدیث میں

صراحت ہے کہ جب امام قراءت شروع کرے تو خاموش ہو جاؤ۔ جیسا کہ حدیث نمبر 283-282-281-280-273 میں ذکر کیا گیا ہے۔ جسے امام مسلم نے صحیح مسلم میں اورناصر الدین البانی نے ,,صفۃ صلاۃ النبی ﷺ،، اور ابن ماجہ کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے ۔۔اور یہی قول راجح ہے چونکہ جب ایک ہی شخص سے دوطرح کی روایات منقول ہیں تو وہ روایت راجح ہوگی جس کی تائید قرآن کریم اور حدیث صحیحہ سے ہوتی ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ مسئلہ راجح ہے جس کے دلائل قوی ہیں اور دلائل سے یہ حقیقت معلوم ہو چکی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں امام کے پیچھے پڑھنے سے روکا گیا ہے اور صراحت کے ساتھ خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ قرآن کریم کی کسی آیت اور کسی صحیح مرفوع حدیث میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں وہ ضعیف ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ کی تصریح ملاحظہ ہو۔

لکن الذین ینھون عن القراء ۃ مع الامام وھو جمھور السلف و الخلف ومعھم الکتاب و السنۃ الصحیحۃ والذین أوجبوھا علی المأموم فی حال الجھر ھکذا فحدیثھم قد ضعفہ الإئمۃ ورواہ ابو داود ۔

جمہور سلف صالحین قراءت خلف الامام سے روکتے ہیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کہ جہری نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ ان کا استدلال ابو داود کی حدیث سے ہے جس کو ائمہ حدیث

نے ضعیف قرار دیا ہے۔

رسائل دینیہ، تنوع العبادات ص: 51

معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ جب کہ پڑھنے کے دلائل کمزور ہیں جب احکام میں دو حدیثیں باہم متعارض ہوں تو دیکھا جائے گا ان میں کوئی حدیث ضعیف تو نہیں۔ اگر حدیث ضعیف ہو تو تعارض نہ رہا قوی حدیث کو لیا جائے گا اور ضعیف کو چھوڑ دیا جائے اگر دونوں حدیثیں صحیح ہوں تو اس کو ترجیح ہوگی قرآن کے موافق ہو۔ قولی حدیث کو فعلی حدیث پر ترجیح ہوگی۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صحابی کا قول اس وقت حجت ہوتا ہے کہ جب وہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں نہ ہو اور کوئی صحابی اس کی مخالفت نہ کرے اگر صحابی کا کوئی قول حدیث مرفوع کے خلاف نظر آئے یا باقی صحابہ اس کی مخالفت کریں تو پھر اس دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ قول منسوخ ہوگا یا پھر اس کا وہ معنی کیا جائے گا جس سے اس صحابی کا قول جمہور صحابہ کے اقوال کے موافق ہو جائے۔ یہ قاعدہ صرف صحابی کے قول کے لئے ہی نہیں بلکہ اگر حدیث مرفوع بھی آپس میں متعارض ہوں تو ان میں بھی یہ قاعدہ جاری ہوگا۔ ان میں تطبیق کی جائے گی ان میں ایک راجح ہوگی دوسری مرجوح یا ایک ناسخ ہوگی دوسری منسوخ اور پھر ان دونوں میں سے اس حدیث کو لیا جائے جس کی تائید قرآن کریم اور دوسری احادیث صحیحہ سے ہوتی ہوگی۔ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کی دوسرے جلیل القدر صحابہ مخالفت کر رہے ہیں بلکہ خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے متعارض ہے تو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دونوں روایتوں میں اس روایت کو راجح قرار دیا جائے گا جو جمہور صحابہ کی روایات کے موافق ہوگی۔ لہذا ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو راجح قرار دیا جس میں ہے کہ ,,جب امام قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ،،۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فاتحہ خلف الامام کے جو اقوال منقول ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا اگر صحیح ہیں تو ان میں نماز با جماعت کی صراحت نہیں یا وہ منسوخ ہیں یعنی اس زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جب ممانعت والا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور اگر کچھ صحیح آثار بھی ہوں تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث وجمہور صحابہ والے دلائل کو ترجیح واولیت حاصل ہوگی
۔

اقرأ بها فی نفسك کا صحیح مفہوم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اقرأ بها فی نفسك بھی جمہور کے موافق ہے
۔ اقرأ بها فی نفسك کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے۔ کہ امام کے پیچھے آہستہ آواز سے پڑھا کرو۔ لیکن اس جملہ کا یہ ترجمہ حتمی ویقینی نہیں ہے۔ اس کے اور معنی بھی آئے ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم کی درج ذیل احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوگا جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے

حدیث:302

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها مالم تعمل او تتكلم قال قتادة إذا طَلَّقَ في نَفْسِهِ فليس بشيء ،

اللہ تعالی نے میری امت کے اُن خیالات کو معاف کردیا ہے جو دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جب تک ان کے مطابق عمل یا کلام نہ کریں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اگر دل ہی دل طلاق کا سوچے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بخاری حدیث :5269 کتاب الطلاق باب الطلاق فی الإغلاق

☆اس حدیث میں دل ہی دل کی گفتگو کو حدیثِ نفس قرار دیا گیا جس پر مؤاخذہ نہیں ہے جبکہ انہی باتوں کا زبان سے ذکر کرنا قابلِ مؤاخذہ ہے۔

☆حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے کلام میں بھی طَلَّقَ فی نَفْسِهِ کے الفاظ ہیں یعنی دل میں طلاق کا سوچے۔

☆معلوم ہوا کہ فی نَفْسِهِ کا اطلاق دل ہی دل میں کچھ کہنے پر بھی ہوتا ہے لہذا مندرجہ بالا حدیث ابو ہریرہ کے اس جملہ اقرأ بها فی نفسك میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ پہلا تو یہ کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھے اور دوسرا یہ کہ دل ہی دل میں پڑھے یعنی اس کے مضامین پر غور فکر اور تدبر کرے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے بارہ میں صریح نہیں ہے۔

اورہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہی معنی کریں گے سورہ فاتحہ کے مضامین پر غور فکر اور تدبر کرنا تا کہ آپ کا یہ قول ان کی روایت کردہ حدیث کے موافق ہو جائے ۔

فی نَفْسِہٖ کا معنی تنہا بھی آتا ہے

جیسا کہ ہدایہ اور کافیہ وغیرہ میں اسم کی تعریف یہ کی گئی ہے الاسم كلمة تدل على معنى في نفسها اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر تنہا دلالت کرے۔

اور اس کی تائید بخاری مسلم کی حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے ۔

حدیث :303

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أنا عند ظن عبدي بي و أنا معه إذا ذكرني فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وإن ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ خير منهم

میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے تنہا یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

بخاری: 7405 مسلم: 2675 مشکوۃ: 2664

اس حدیث کی روشنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ بنا کہ

جب تنہا ہو پڑھ لیا کر جب امام کے ساتھ ہو خاموش رہا کر ۔ یہ معنی کرنے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول اور آپ کے روایت کردہ حدیث میں مطابقت ہوگئی کہ ,,جب امام قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ،،۔

غیر مقلدین کا دھوکہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔

سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے اور وہ نماز کا رکن ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔(صلوۃ الرسول ﷺ)

جواب

اوّلا:

غنیۃ الطالبین حضور غوث پاک کی کتاب نہیں ہے (فتاوی رضویہ) یہ کسی دوسرے عالم اور واعظ عبدالقادر کی کتاب ہے جو حنبلی مذہب کے ہیں۔ اور اس میں موضوع احادیث بھی درج ہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت دس محرم کو ہوئی۔

غنیۃ الطالبین ص:465 باب عاشورہ کی وجہ تسمیہ)

حضور غوث پاک ﷺ ایسی غلط بات نہیں لکھ سکتے جب کہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی۔

ثانیا:صاحب غنیۃ الطالبین نے خود یہ حدیث نقل کی ہے

حدیث :304

حضرت ابوموسی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب امام قراءت کرے تو خاموشی کے ساتھ متوجہ ہو کر سنو۔

(غنیۃ الطالبین ص :572 باب :اقتداء کے آداب)

لو اب اس کتاب سے بھی ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں ۔اگر اہل حدیثوں کا ایمان غنیۃ الطالبین پر ہی ہے تو انہیں اس حدیث پر عمل کر کے امام کے پیچھے قراءت ترک کر دینی چاہئے۔نیز اگر سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور اس کے بغیر نماز باطل ہے تو صاحب غنیۃ الطالبین کی نماز ہو گئی یا ضائع گئی جو امام کی قراءت کے وقت خاموشی کا حکم دے رہے ہیں۔

حکیم صادق صاحب نے اپنی اسی کتاب "صلوۃ الرسول ﷺ" میں لکھا ہے:

رمضان کی تراویح گیارہ رکعات ہیں ۔جبکہ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات سنت ہیں اور وتر تین رکعات ۔غنیۃ الطالبین باب نماز تراویح ص :400

اب غیر مقلدین کو چاہئے کہ بیس رکعت تراویح پڑھیں اور تین رکعات وتر ۔

اہل حدیث حضرات اپنی داڑھی لمبی چھوڑ دیتے ہیں جس سے ان کی شکل ہیبت ناک بن جاتی ہے اور مونچھوں کو مونڈتے ہیں ۔ یہ دونوں باتیں غنیۃ الطالبین کی ذکر کردہ احادیث کی رو سے خلاف سنت ہیں۔

حدیث:305

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی مونچھیں منڈاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مونچھیں مونڈنا ایک قسم کی خلقت بدلنی ہے اس سے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کتراوتے تھے۔

حدیث:306

روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے باہر نکلے ہوئے بالوں کے حصے کو کتر دیتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مٹھی کے نیچے کا حصہ کاٹ دو۔

(غنیۃ الطالبین باب ۲ دس فطری خصائل ص ۷۰)

غیر مقلدین کو چاہئے ان حدیثوں پر عمل کریں اور اپنی مونچھیں منڈوانا بند کریں اور ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹ دیا کریں ورنہ وہ حضور ﷺ کے طریقہ سے خارج

ہوں گے۔اوراس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ بھی کسی امام کی تقلید اختیار کریں کیونکہ صاحب غنیۃ الطالبین امام احمد کے مقلد ہیں۔اورتقلید غیرمقلدین کے نزدیک شرک ہے۔ایک مقلد کی کتاب سے ان کا استدلال درست نہیں۔

غیرمقلدین کے جھوٹے خودساختہ دلائل

وہابی مناظر کا پہلا جھوٹ

اہل حدیثوں سے میں نے ایک اور بات بھی نوٹ کی۔وہ جھوٹے حوالے پیش کرتے ہیں۔سانگلہ ہل میں اہل حدیثوں کی مسجد میں قراءت خلف الامام پر مناظرہ ہورہا تھا اورسنیوں کی طرف سے مولانا سعید احمد اسعد اور مفتی اشرف صاحب مناظر تھے وہابی مناظر نے حضرت ابو ہریرہ کے قول کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو فاتحہ پڑھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔دل میں سورہ فاتحہ پڑھ لیا کراے فارسی۔

سنی مناظر نے گرفت کی کہ یہ مرفوع حدیث نہیں حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے اور حضرت ابو ہریرہ فارسی نہیں ہیں دوسی ہیں اگر فارسی ہیں تو ثابت کرو۔وہابی مناظر حضرت ابو ہریرہ کا فارسی ہونا ثابت نہ کرسکا اور شکست سے دوچار رہوا۔کیونکہ یہ مکالمہ حضرت ابو ہریرہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نہ ہوا تھا بلکہ حضرت ابو ہریرہ اور کسی صحابی یا تابعی کے

درمیان ہوا تھا۔

وہابی مناظر کا دوسرا جھوٹ

وہابی مناظر نے امام کے پیچھے قراءت کرنے کی حدیث پیش کی اور حوالہ دیا بیہقی کی کتاب ,,جزء فی القراءۃ،، کا سنی مناظر نے کتاب مانگی کہ حوالہ دکھاؤ وہابی نے کتاب نہ دی تو سعید صاحب کے معاون مفتی اشرف صاحب اٹھ کر وہابی مناظر کے پاس گئے اور مطالبہ کیا کہ کتاب دکھاؤ وہابی نہ دکھا سکے کتاب ہوتی تو دکھاتے انہوں نے تو ہوائی فائر کیا تھا مفتی صاحب نے اپنے مناظر سعید صاحب اور لوگوں کو بتایا کہ وہابی ,,البیہقی،، کا حوالہ دے رہے تھے اور ہاتھ میں ,,غنیۃ الطالبین،، پکڑی ہوئی تھی۔تو لوگوں پر اہل حدیثوں کا فراڈ اور دھوکہ ظاہر ہوگیا۔سنی مناظر سعید صاحب نے اسی مناظرہ میں بتایا: کہ ان وہابیوں نے سانگلہ ہل سے ,,غنیۃ الطالبین،، چھاپی اور اس میں سے بیس تراویح کا لفظ کاٹ کر آٹھ لکھ دیا اور امام بخاری کی کتاب ,,ادب المفرد،، سے یا محمد کا نعرہ کاٹ کر صرف محمد لکھ دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا۔ایک آدمی نے ان سے کہا اس کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے پیارا ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یا محمد کہا ﷺ

(ادب المفرد حدیث:967)

وہابیوں نے خیانت کرکے لفظ یا حذف کردیا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

محمد اقبال کیلانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ,,نماز کے مسائل،، کے ص نمبر 165 اور مسئلہ

نمبر :443پر بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث درج کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی تمام تکبیروں میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔اس کے نیچے عربی عبارت میں بیہقی لکھا ہوا ہے لیکن ترجمہ میں لکھا: اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔فن کاری اور چالاکی میں غیر مقلدین کا جواب نہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے سلسلہ احادیث الضعیفہ حدیث نمبر 1044 میں ضعیف قرار دیا ہے ۔یعنی اہل حدیث ضعیف احادیث سے استدلال کر کے بخاری کے ذمہ وہ حدیث لگا دیتے ہیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی احادیث کی اسناد ضعیف ہیں

حدیث :ا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں نکل کر یہ ندا کرو کہ نماز نہیں ہے مگر قرآن کے ساتھ اگر چہ سورہ فاتحہ ہو یا اس پر کچھ زائد۔

ابوداود حدیث :823

یہ ضعیف حدیث محمد اقبال کیلانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ،نماز کے مسائل،، کے ص نمبر 80 -81 اور مسئلہ نمبر 192-199 پر درج کی ہے

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حديث منكر دیکھو ضعیف ابوداود

حدیث :۲

رسول اللہ ﷺ نماز فجر میں تھے اور آپ نے قرآن پڑھا۔لیکن آپ ﷺ پر قراءت بوجھل ہو گئی۔نماز ختم ہونے کے بعد جب آپ نے پوچھا: کہ تم بھی امام کے پیچھے پڑھتے ہو تو انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو البتہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھو کیونکہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

اس حدیث کی سند یہ ہے عن محمد بن اسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت

(ابوداود حدیث ۸۲۳،ترمذی نسائی مشکوۃ حدیث ۸۵۴)

یہ ضعیف حدیث محمد اقبال کیلانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ،نماز کے مسائل،، کے ص نمبر 79 اور مسئلہ نمبر 192 پر درج کی ہے

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حديث ضعيف دیکھو ضعیف ابوداود

حدیث :۳

جب میں بلند آواز سے پڑھوں تو قرآن سے کچھ نہ پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے۔

اس حدیث کی سند یہ ہے عن مكحول عن نافع بن محمود بن الربيع

(ابوداود حدیث ۸۲۴ ترمذی 311 نسائی 919 مشکوۃ 854

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حديث ضعيف لأن في سندها نافع بن

محمود بن ربیع دیکھو ضعیف ابوداود

حدیث:۴

مکحول مغرب عشاء اور صبح کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے امام کے سکتوں میں فاتحہ پڑھو اور اگر وہ سکتہ نہ کرے تو اس سے پہلے یا بعد یا ساتھ پڑھو اور فاتحہ کسی حال میں نہ چھوڑو۔

اس حدیث کی سند یہ ہے عن مکحول عن عبادة نحو حدیث الربیع بن سلیمان (ابوداود حدیث ۸۲۵)

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حدیث ضعیف دیکھو ضعیف ابوداود

حدیث:۵

من صلى صلاة مكتوبة مع الإمام فليقرأ بفاتحة الكتاب فی سكتاته۔

جو امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے امام کے سکتوں میں فاتحہ پڑھنی چاہیے

دارقطنی ص:120 والحاکم 238/1 والبیہقی فی القراءة:54

ناصر الدین البانی نے کہا ضعیف جدا دیکھو سلسلة الاحادیث الضعیفہ حدیث:991

حدیث:۶

إذا كنت مع الامام فاقرأ بام القرآن قبله إذا سكت

جب تو امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ اس سے پہلے پڑھ لے جب وہ سکتہ کرے

البیہقی فی جزء القراءة:54

(یعنی مقتدی امام بن جائے اور امام مقتدی۔ لاحول ولاقوة الا باللہ)

ناصر الدین البانی نے کہا ضعیف دیکھو سلسلة الاحادیث الضعیفہ حدیث:992

حدیث:۷

للإمام سكتتان فاغتنموا القراءة فيهما بفاتحة الكتاب

امام کے لئے دو سکتوں ہیں تم ان میں سورہ فاتحہ کی قراءت کو غنیمت جانو۔

رواہ البخاری فی الجزء القراءة ص ۳۳

ناصر الدین البانی نے کہا لا اصل له مرفوعا دیکھو سلسلة الاحادیث الضعیفہ حدیث 546:

دیکھو امام بخاری کیسی کیسی ضعیف حدیثوں سے کام چلا رہے ہیں اب بخاری والی شرائط کیوں رخصت ہو گئیں امام ابوحنیفہ سے اتنی چڑ کیوں ہے؟

حدیث:8

كان للنبی ﷺ سكتتان سكتة حين يكبر وسكتة حين يفرغ من قراءته

نبی ﷺ کے لئے دو سکتے تھے ایک سکتہ جب آپ تکبیر کہتے اور دوسرا سکتہ جب قراءت سے فارغ ہوتے۔ رواہ البخاری فی الجزء القراءۃ ص ۲۳

ناصر الدین البانی نے کہا ضعیف دیکھو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث :547

امام کے سکتوں میں فاتحہ پڑھنے والی کوئی حدیث صحیح نہیں

امام بخاری کس بےچینی سے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کہ احناف کو کس طرح گرایا جائے چاہے اس کے لئے ضعیف احادیث ہی لانا پڑیں۔ عوام بخاری کا نام سن کر مرعوب نہ ہوجائیں اس حدیث کی سند اور راویوں کو چیک کیا جائے۔

حدیث ۹-۱۲

حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے نماز میں رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد رکھے ایک سکتہ جب نماز میں داخل ہوتے اور دوسرا سکتہ جب قراءت سے فارغ ہوتے پھر بعد میں کہا جب غیر المغضوب علیہم سے فارغ ہوتے۔

ناصر الدین البانی نے کہا یہ تمام احادیث ضعیف ہیں دیکھو ضعیف ابوداود حدیث نمبر 777-778-779-780

ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب ,,سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ،، میں حدیث نمبر ۹۹۱-۹۹۲-۵۴۶-اور ۵۴۷ میں سکتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی تمام احادیث کو ضعیف قرار دے کر کہا لا دلیل لأحد أن یقرأ الفاتحة فی سکتات الإمام

الأول : ضعف سند الحديث ،

الثاني: اضطراب متنه ،

الثالث: إن الصواب فى السكتة الثانية فيه إنها قبل الركوع بعد الفراغ من القراءة كلها لا بعد الفراغ من الفاتحة ،

الرابع: على افتراض أنها أعنى سكتة بعد الفاتحة فليس فيه أنها طويلة بمقدار ما يتمكن المقتدى من قراءة الفاتحة ولهذا صرح بعض المحققين بأن هذه السكتة الطويلة بدعة ،

ولم يستحب الإمام احمد أن يسكت الإمام لقراءة المأموم......

ترجمہ:-امام کے سکتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اوّل :اس لئے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

دوسرا:اس لئے کہ اس کے متن میں اضطراب ہے۔

تیسرا:اس لئے کہ صحیح بات یہ ہے کہ دوسرا سکتہ تمام قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے نہ کہ سورہ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد۔

چوتھا: یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے اس سکتہ سے سورہ فاتحہ کے بعد والا سکتہ مراد ہے تو وہ اتنا طویل نہیں کہ جس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکے اس لئے بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ اتنا طویل سکتہ بدعت ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے بھی اس کو مستحب نہیں کہا کہ امام مقتدی کی قراءت کے لئے خاموش

رہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ جلد ۲ ص ۲۶)

(نوٹ یہ کتاب مسجد نبوی شریف کے مکتبہ باب عمر میں موجود ہے)

اور شیخ ابن تیمیہ

سورہ فاتحہ کے بعد امام پر طویل سکتہ واجب نہیں

اپنے فتاویٰ میں (فتوی نمبر ۵۵۵ وسئل عن القراءۃ خلف الامام) میں لکھتے ہیں:

اگر مقتدی پر جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنا واجب ہوتا تو اس کے لئے دو امور میں سے ایک امر لازمی ہوتا: یا تو وہ امام کے ساتھ پڑھتا یا امام پر واجب ہوتا کہ وہ مقتدی کے لئے خاموش رہے تا کہ وہ بھی فاتحہ پڑھ سکے۔ اور اس بات میں علماء کرام میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ امام پر ایسا سکتہ کرنا واجب نہیں جس سے مقتدی سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ سکے ۔رہا امام کے ساتھ قراءت کرنا تو یہ کتاب وسنت سے منع ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ مقتدی پر جہری نمازوں میں امام کے ساتھ قراءت کرنا واجب نہیں ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں اگر مقتدی پر جہری نمازوں میں قراءت اور استماع مستحب ہوتا۔ تو امام کے لئے مستحب تھا کہ وہ مقتدیوں کی قراءت کے لئے خاموش رہتا اور جمہور علماء کے نزدیک امام کا مقتدی کی قراءت کے لئے خاموش رہنا مستحب نہیں ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام احمد، امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا۔

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مقتدیوں کی قراءت کے لئے اتنا طویل سکتہ نہیں کرتے تھے اور کسی نے بھی آپ سے یہ نقل نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری میں آپ سے تکبیر تحریمہ کے بعد استفتاح کے لئے ایک سکتہ ہے اور سنن میں ہے۔ آپ کے لئے دو سکتے تھے ایک شروع میں اور ایک قراءت سے فارغ ہونے کے بعد۔ اور یہ روایت ہے کہ یہ سکتہ فاتحہ کے بعد ہوتا تھا اور یہ سکتہ اتنا لطیف تھا جو سورہ فاتحہ پڑھنے کے لئے کافی نہ تھا۔ اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ تین یا چار سکتے کرتے تھے۔ جس نے آپ ﷺ سے تین یا چار سکتے نقل کئے اس نے ایسی بات کی جو کسی مسلمان سے منقول نہیں اور وہ سکتہ جو سورہ فاتحہ کے آخر میں ہوتا ان سکتوں کی جنس سے تھا جو ہر آیت کے بعد ہوتا ہے اور اس کو سکوت نہیں کہا جا سکتا۔ اور علماء میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا اتنا سکتہ میں کچھ پڑھا جا سکے۔...... اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ اتنا طویل سکتہ فرماتے جس میں سورہ فاتحہ پڑھی جا سکے تو بہت سے صحابہ اس کو نقل کرتے پس جب یہ بات نقل نہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ ایسا طویل سکتہ نہ تھا۔

فلو كان الصحابة يقرأو ن الفاتحة خلفه إما في السكتة الأولى وإما في الثانية لكان هذا مما تتوفر الهمم والدواعي على نقله، فكيف ولم ينقل هذا أحد عن أحد من الصحابة أنهم كانوا في السكتة الثانية خلفه يقرأون الفاتحة، مع ذلك لو كان مشروعاً لكان الصحابة أحق الناس بعلمه وعمله ، فعلم أنه بدعة ـ ولهذا يؤمنون على قراءة الإمام

في الجهر دون السر، فإذا كانوا مشغولين عنه بالقراءة فقد أمر أن يقرأ على قوم لا يستمعون لقراءته وهو بمنزلة أن يحدث من لم يستمع بحديثه، ويخطب من لم يستمع لخطبته، ولهذا روى في الحديث : ((مثل الذي يتكلم والإمام يخطب كمثل الحمار يحمل أسفارا))فهكذا إذا كان يقرأ والإمام يقرأ عليه ۔

فتبين أن الاستماع إلى قراءة الإمام أمر دل عليه القرآن دلالة قاطعة

اوراسی طرح اگر صحابہ کرام امام کے پیچھے پہلے سکتہ میں یا دوسرے سکتہ میں فاتحہ پڑھتے تو اس کو بھی بہت سے راوی بیان کرتے ۔اور یہ بات کسی نے بھی نقل نہیں کی کہ صحابہ دوسرے سکتہ میں امام کے پیچھے پڑھتے تھے باوجود اس کے اگر یہ مشروع ہوتا تو صحابہ سب لوگوں سے زیادہ اس بات کے حق دار تھے کہ وہ اس سکتہ کو جانتے اور اس پر عمل کرتے یعنی سکتہ میں فاتحہ پڑھتے اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا تو پتہ چلا کہ یہ سکتہ بدعت ہے ۔اسی لئے وہ صرف جہری نمازوں میں آمین کہتے تھے سرّی نمازوں میں نہیں کہتے تھے ۔

اگر مقتدی اپنی قراءت میں مشغول ہوں اور امام بھی قراءت کر رہا ہے تو گویا امام کو ایسی قوم پر قراءت کا حکم دیا گیا جو اس کی قراءت سننے کے لئے تیار نہیں ۔وہ ایسے خطیب کی طرح ہے جس کا خطبہ سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ۔جیسا کہ حدیث میں ہے ,,کہ جو امام کے خطبہ جمعہ کے وقت کلام کرتا ہے وہ گدھے کی طرح ہے جو بوجھ اٹھاتا ہے،،اسی طرح وہ ہے جو امام کی قراءت کے وقت قراءت کرتا ہے ۔

پس واضح ہوگیا مقتدی کا امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنا قرآن کی دلیل قطعی سے ثابت ہے ۔

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (فتوی نمبر ۵۵۵ وسئل عن القرائۃ خلف الامام)
جلد ۲۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الصفا (نوٹ یہ کتاب مسجد نبوی شریف کے مکتبہ باب عثمان میں موجود ہے)

جب خود اہل حدیث حضرات کے محدث اور امام ان حدیثوں کو ضعیف مانتے ہیں تو ثابت ہوگیا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ سکتوں میں پڑھنے والی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے ۔

بلکہ شیخ ابن تیمیہ نے اس سکتہ کو بدعت قرار دیا ہے اب جو اتنا طویل سکتہ کرے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکیں وہ علمائے اہل حدیث ابن تیمیہ اور ناصر الدین البانی کے نزدیک اہل حدیث نہیں بلکہ اہل بدعت ہے ۔اب دیکھتے ہیں کہ اہل حدیث حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس طویل سکتہ اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑتے ہیں یا اپنی بدعت پر قائم رہتے ہوئے کل بدعۃ ضلالۃ کے زمرۂ میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟

ابن تیمہ کہتے ہیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذَلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ .

پھر لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ان نمازوں میں قراءت سے باز رہے جن میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے جب حضور ﷺ کا یہ فرمان سن لیا۔

ابوداؤد حدیث ۸۲۶ کتاب الصلاۃ باب من کرہ القراءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام

اعتراض

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ

یہ امام زہری کا کلام ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ابن اکیمہ کا قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ زہری کا قول ہے۔

جواب

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

وهذا إذا كان من كلام الزهري فهو من أدل الدلائل على أن الصحابة لم يكونوا يقرأون في الجهر مع النبي ﷺ فإن الزهري من أعلم أهل زمانه أو أعلم أهل زمانه بالسنة

اگر یہ زہری کا بھی کلام ہے تو بہت بڑی دلیل ہے کہ صحابہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قراءت نہیں کرتے تھے کیونکہ امام زہری اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے یا اپنے زمانہ میں سنت کے بہت بڑے عالم تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیہقی نے کہا ابن اکیمہ مجہول آدمی ہے اس نے صرف یہی حدیث بیان کی ہے اور اس سے سوائے زہری کے کسی نے یہ روایت نہیں کی۔

جواب

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ليس كذلك بل قد قال أبو حاتم الرازي فيه : صحيح الحديث، حديثه مقبول وحكى عن ابى حاتم البستي أنه قال : روى عنه الزهري،وسعيد بن أبي هلال ، وابن ابيه عمر ، وسالم بن عمار ابن أكيمة بن عمر۔

اس طرح نہیں ہے۔ابو حاتم رازی نے اس کی تصحیح کی ہے اور فرمایا اس کی حدیث مقبول ہے۔اور ابی حاتم بستی سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن اکیمہ سے زہری نے روایت کیا اور سعید بن ابی ہلال نے اور ابن ابیہ عمر نے اور سالم بن عمار ابن اکیمہ بن عمر نے روایت کیا ہے۔

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (فتوی نمبر ۵۵ و سئل عن القرائۃ خلف الامام)

باب نمبر: 8

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

☆ نماز جنازہ کو نماز کہنا مجازاً ہے کیونکہ اس میں نماز کے شرائط ستر عورت اور استقبال قبلہ وغیرہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ اپنی اصل کے اعتبار سے یہ نماز نہیں بلکہ ایک مخصوص طریقہ سے میت کے لئے دعا و استغفار ہے۔ ابن قیم زادالمعاد میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہے۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت سے نقل کی گئیں کہ فاتحہ یا درود شریف کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا۔ زادالمعاد 141/1

☆ چونکہ نماز جنازہ اپنی اصل کے اعتبار سے دعا ہے۔ اور دعا کے آداب میں سے ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ اس لئے نماز جنازہ میں بھی یہی ترتیب رکھی گئی ہے۔ کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے اور پھر میت کے لئے دعا ہوتی ہے۔

☆ کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہو ابن القیم لکھتے ہیں:

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ کا حکم دیا و لا یصح اسنادہ مگر اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ زادالمعاد 141/1

☆ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عوف نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: (میں نے اسے اس لئے پڑھا) کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

بخاری حدیث: 1335 مشکوۃ: 1654 نسائی: 1961

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت نہیں جانتے تھے۔ اور نہ پڑھتے تھے اس لئے جب آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی تو صحابہ کو تعجب ہوا تب آپ نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے اسے اس لئے پڑھا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

اور آپ نے یہ نہ فرمایا کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے بلکہ سنت لغوی فرمایا کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بجائے ثناء اور دعاء کے یہ پڑھ لی جائے احناف بھی کہتے ہیں کہ یہ بہ نیت دعا یا ثناء الحمد پڑھنا جائز ہے بہ نیت تلاوت منع۔

نبی کریم ﷺ سے کہیں ثابت نہیں کہ آپ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہو۔

صحابہ کرام بھی جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔

حدیث: 307

امام مالک سعید مقبری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جنازہ کی نماز کیسے پڑھی جاتی ہے انہوں نے فرمایا: بخدا

میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔میں جنازہ کے گھر سے اس کے ساتھ ہو لیتا ہوں جب جنازہ نماز کے لئے رکھا جائے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد وثنا کرتا ہو۔رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اللھم إنہ عبدُ ك و ابن عبدِك و ابنُ اَمَتِكَ كـان يشهد أن لا إله إلا أنت و أنَّ محمدا عبدك ورسولك و أنت أعلم به اللهم إن كا ن مُحسِنًا فَزِدْ في إحْسانِه وإن كانَ مُسيئا فتجاوَزْ عن سيئاته اللهم لاتَحرِمنا أجرَه ولا تَفْتِنَّا بعدَهُ

موطاامام مالک کتاب الجنائز باب مایقول المصلی علی الجنائز حدیث479

موطاامام محمد کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی المیت والدعاءلہ حدیث :311

قال محمد وبهذا نأخذ، لا قراءة على الجنازة وهو قول أبي حنيفة

امام محمد فرماتے ہیں: کہ ہمارا اس پر عمل ہے۔جنازہ میں قراءت نہیں۔اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حدیث :308

اورامام مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

موطاامام مالک کتاب الجنائز باب مایقول المصلی علی الجنائز حدیث 479

ابن وہب کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم مثلاً (صحابہ کرام میں سے) حضرت عمر بن خطاب حضرت علی بن ابی طالب حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت فضالہ بن عبید حضرت ابو ہریرہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت واثلہ بن اسقع۔(اور تابعین میں سے) قاسم بن محمد سالم بن عبداللہ، سعید بن مسیب، عطاء بن ابی رباح یحی بن سعید رضی اللہ عنہم نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا: ہمارے شہر میں اس پر عمل نہیں نماز جنازہ صرف دعا ہے۔ میں نے اپنے شہر (مدینہ منورہ) کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

مدونہ کبریٰ 158/1

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

چونکہ باقی فرض نمازوں میں قراءت فرض ہے اور نماز جنازہ بھی فرض ہے اس لئے اس میں

بھی قراءت فرض ہے۔(المہذب مع المجموع :232/5

لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ دیگر فرض نمازوں سے اپنے ارکان کے اعتبار سے مختلف ہے۔مثلاً باقی نمازوں میں رکوع اور سجود بھی فرض ہے جبکہ اس میں رکوع سجود فرض نہیں ہے۔

امام نووی اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: (میں نے اسے اس لئے پڑھا) کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: جب صحابی کسی مسئلہ میں کہیں کہ یہ سنت ہے تو مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس مسئلہ میں دیگر دلائل سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔شرح المہذب 432/5

علامہ نووی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جس خبر واحد میں کسی مسئلہ کے مسنون ہونے کی تصریح ہو اس خبر واحد سے اس مسئلہ کی فرضیت پر استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے! جبکہ یہ امر بھی قطعی نہیں ہے کہ اس سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے یا سنت صحابہ، اور چونکہ دیگر دلائل سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے۔اس لئے یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ میں سورہ فاتحہ کو تکبیر اولیٰ کے بعد بطور دعا اور ثناء پڑھا تھا کیونکہ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس سے دعا کا مفہوم ہے اور پہلی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جاتی ہے۔اسی لئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی اعتبار سے سورہ فاتحہ پڑھی ۔اس حدیث کے علاوہ نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے سلسلے میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں ۔علامہ نووی نے بھی ,,شرح المہذب،، میں اس کا اعتراف کیا ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورالصدر روایت کو لائق استدلال قرار دیا ہے ۔

نمازہ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے والی احادیث کا ضعف

☆ابن ماجہ نے ام شریک سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز جنازہ میں فاتحۃ الکتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ابن ماجہ حدیث: 1496

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے اور ناصر الدین البانی نے بھی اس کو ابن ماجہ کی تحقیق میں ضعیف قرار دیا ہے ۔اس میں شہر بن حوشب راوی ہے اس کو بیہقی اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے

☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی۔ابن ماجہ :1495 ترمذی:1026 مشکوۃ 1673

اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان اور ابوشیبہ ہے جو انتہائی ضعیف راوی ہے ۔

☆طبرانی نے ام عفیف سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فاتحۃ الکتاب پڑھنے

کا حکم دیا۔اس کی سند میں عبدالمنعم ابوسعید نام کا ضعیف راوی ہے ۔

☆طبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز جنازہ پڑھو تو فاتحۃ الکتاب پڑھو۔اس میں معلّٰی بن حمران ہے جو کہ ضعیف ہے۔

☆طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں چار مرتبہ پڑھا الحمدللہ رب العالمین ۔اس کی سند میں ناہض بن قاسم مجہول ہے ۔

☆طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پر بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی پھر دوسری تکبیر کے بعد دعا کی۔اس حدیث کی سند میں یحیی بن یزید بن عبدالملک نوفل نام کا ضعیف راوی ہے۔

☆امام شافعی نے کتاب الام میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھیں اور پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی ۔اسی سند سے اس حدیث کو امام حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے ۔اس کی سند میں ابراہیم بن ابو یحیی ہے جو کہ متروک ہے اور عبداللہ بن محمد عقیل ہے جو انتہائی ضعیف ہے۔

نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کی ممانعت

حدیث :309

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کسی چیز کے پڑھنے کو معین نہیں فرمایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ :294/3

حدیث :310

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے تین صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں کیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ :294/3

حدیث :311

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھتے پھر دعا کرتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ :295/3

نماز جنازہ میں اگر سورہ فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی جائے تو بھی آہستہ پڑھنا سنت ہے

اوپر والے مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے اگر سورہ فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی جائے تو بھی آہستہ پڑھنا سنت ہے کیونکہ دعا میں اخفاء بہتر ہے اور نماز جنازہ بھی دعا ہے اس کو فرض پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اب بھی حرمین شریفین میں نماز جنازہ میں بلند آواز سے نہیں پڑھا جاتا۔

حدیث :312

حضرت ابی امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ (بہ نیت دعا) دل میں آہستہ پڑھے پھر (دوسری تکبیر میں) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر (تیسری تکبیر میں) خلوص دل سے میت کے لئے دعا کرے اور ان تکبیرات کے دوران قراءت نہیں پھر آہستہ سلام پھیرے۔

رواہ الشافعی رقم 581 فی صلاۃ الجنائز واحکامہا باب 23

نیل الاوطار 101/1

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقے میں احناف کا موقف

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں۔ اور ان کی فرضیت اجماع امت سے ثابت ہے اور پہلی تکبیر کے بعد ثناء، اور دوسری کے بعد درود شریف، اور تیسری

کے بعد میت کے لئے دعا کرنا مستحب ہے۔ثناء، درود شریف اور استغفار کے لئے منقولہ کلمات میں سے جو کلمات بھی پڑھ لئے جائیں، جائز ہے۔تاہم برصغیر میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ ثناء کے لئے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں جل ثناؤك کے کلمات بھی ہیں۔اور درود شریف کے لئے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں ترحَّمْتَ بھی ہے اور میت کے لئے دعا اور استغفار کے لئے یہ کلمات ہیں۔

حدیث :313

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا و شَاهِدِنَا و غَائِبِنا وصغِيْرِنا و كبيرِنا وذَكَرِنا و اُنْثَانا اَللّٰهُم مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الإسلامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإيْمانِ اَللّٰهُمَّ لا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ ولا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

ابن ماجہ :1498 مشکوۃ:1675

ہر چند یہ کلمات احادیث شریفہ سے ثابت ہیں لیکن ان کلمات کا پڑھنا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ثناء درود شریف اور دعا میت کے لئے حدیث میں متعدد طریقوں سے کلمات اور صیغے منقول ہیں۔ان میں سے جو کلمات بھی پڑھ لیے جائیں یہ امر مستحب ادا ہو جائے گا۔ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں کو یہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہوتے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر نماز جنازہ ادا نہیں ہوگی جبکہ صرف تکبیرات پڑھ لینے سے بھی نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے اور جن کلمات کے ساتھ عام نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے۔اس کے پڑھ

لینے سے بھی نماز جنازہ اپنے فرائض اور مستحبات کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔

مثلاً پہلی تکبیر کے بعد سبحانك اَللّٰهُم دوسری تکبیر کے بعد نماز والا درود ابراہیمی اَللّٰهُم صلی علی محمد اور تیسری تکبیر کے بعد ربنا اغفرلی ولوالدی

البتہ بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مروجہ مخصوص کلمات خلاف سنت اور بدعت ہیں۔ کیونکہ ان کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔

ثناء کا ثبوت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالى جدك وجل ثناء ك ولا إله غيرك

رواه ابن ابی شیبہ وابن مردویہ فی کتاب الدعاء ورواه الحافظ ابو شجاع فی کتاب الفردوس فتح القدیر 252/1

درود شریف

مروجہ نماز جنازہ میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں رحم کے الفاظ بھی ہیں اس کے ثبوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

و ارحم محمد و آل محمد كما رحمت على ابراهيم و على آل ابراهيم إنك حميد مجيد ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ منقول ہیں ۔

و ارحم محمد و آل محمد كما صليت وباركت و تَرَحَّمْتَ على ابراهيم و على آل ابراهيم إنك حميد مجيد ۔

سعادۃ الدارین علامہ نبہانی 230-231

نماز جنازہ میں بھی رفع یدین کرنا منسوخ ہے

حدیث :314

روى أن بن عباس رضي الله عنهما كان يرفع يديه في تكبيرة الاولى ثم لا يرفع بعد وروى ذلك عن ابن مسعود رضي الله عنه

حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے ۔

مصنف عبد الرزاق باب رفع الیدین فی التکبیر

نماز جنازہ میں رفع یدین کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اور وہ بھی صحاح ستہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں صرف بیہقی شریف

میں ہے اور وہ بھی اس وقت کا عمل ہے جب رفع یدین منسوخ نہیں ہوا تھا جب رفع یدین منسوخ ہو گیا تو آپ نے تمام نمازوں میں رفع یدین کرنا چھوڑ دیا جیسا کہ میں اوپر با حوالہ بیان کر چکا ہوں ۔

یہاں تک کہ خود اہل حدیثوں کے ہیڈ علامہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:

ولا يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى ۰

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں بعد میں نہیں ۔

(نزل الابرار ۱/۱۷۴)

نماز جنازہ میں رفع یدین والی احادیث ضعیف ہیں

كان يرفع يديه عند التكبير في كل صلاة وعلى الجنائز

رواہ الطبرانی ,,ضعیف جدا ,,سلسلہ احادیث الضعیفہ ناصر الدین البانی حدیث نمبر :1044

كان إذا صلى على الجنازة رفع يديه في كل تكبيرة وإذا انصرف سلم

نصب الرایہ 285/2 ,,شاذ ,,سلسلہ احادیث الضعیفہ ناصر الدین البانی حدیث نمبر :1044

نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے

حدیث :315

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تین چیزیں رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

ان میں سے ایک نماز جنازہ میں سلام ہے نماز کے سلام کی طرح۔

بیہقی 43/4

اس سے معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی نماز جنازہ میں بھی فرض نماز کی طرح دائیں بائیں سلام پھیریں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نجاشی کے فوت ہوجانے کی خبر دی پھر باہر نکل کر صف بندی کی اور چار تکبیریں کہہ کر نماز پڑھی۔

بخاری حدیث 1245

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کی روشنی میں امام شافعی اور امام احمد کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کہتے ہیں کہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا حضور ﷺ کی خصوصیت تھی اور عام مسلمانوں کے لئے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو میت شہر سے غائب ہو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ عام ازیں کہ وہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو' خواہ دونوں شہر کے

درمیان مسافت قریب ہو یا بعید لیکن نمازی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔

شرح المہذب مع المجموع 523/5

علامہ قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جو کسی شہر میں غائب ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے نمازی اس کی نیت کرے اور منہ قبلہ کی جانب کرے اور اس پر اسی طرح نماز پڑھے جس طرح حاضر پر پڑھتے ہیں، عام ازیں کہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو اور عام ازیں کہ دونوں شہروں میں مسافت کم ہو یا زیادہ۔ المغنی 195/2

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ صرف حاضر کی پڑھی جائے گی۔ بعض علماء نے حدیث نجاشی کی بناء پر کہا کہ غائب کی نماز جنازہ بھی جائز ہے اور جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا۔ بدایۃ المجتہد 176/1

حدیث نجاشی کے جوابات

شوافع اور حنابلہ حدیث نجاشی سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ فقہاء احناف اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ یا نجاشی کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے نجاشی کا تخت اٹھا لیا گیا تھا اور آپ نے اس کو دیکھ لیا

تھااور آپ کااس پر نماز جنازہ پڑھنا ایسا تھا جیسے امام کے سامنے میت ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور باقی نمازی نہ دیکھ رہے ہوں۔شیخ تقی الدین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر ثبوت نقل کے محض احتمال کی بناء پر یہ جواب صحیح نہیں ہے۔علامہ زیلعی فرماتے ہیں: کہ صحیح ابن حبان کی قسم خامس کی اکتالیسویں نوع میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے۔پس کھڑے ہو کر اس پر نماز جنازہ پڑھو۔رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں آپ نے چار تکبیریں کہیں اور ان کو یقین تھا کہ جنازہ آپ کے سامنے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ضروریات دین میں سے ہے کیونکہ نجاشی ایسی جگہ فوت ہوئے تھے کہ وہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنے والے کوئی مسلمان نہ تھا۔لہذا ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا فرض متعین ہو گیا تھا اور پہلے جواب کی تائید میں علامہ زیلعی طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔

حدیث: 316

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں تھے، آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہو گئے ہیں کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین لپیٹ دی جائے اور آپ ان پر نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں حضرت جبریل علیہ السلام نے

اپنے پروں کو زمین پر مارا اور آپ کے لئے ان کا تخت اٹھا لائے۔آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جبریل سے پوچھا ایسا کس وجہ سے ہوا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سورہ قل ہو اللہ احد سے محبت کرتا تھا اور اس کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں پڑھتا رہتا تھا۔

نصب الرایہ 283/2

اس واقعہ کو امام بیہقی سنن کبری 50/4 میں اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد 38/3 بھی ذکر کیا ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: کہ پھر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ ماسوا ان لوگوں اور نجاشی کے آپ ﷺ نے کسی اور صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ سفر میں بہت سے مسلمان فوت ہوئے تھے، جیسے حبشہ کی سرزمین میں اور بہت سے غزوات میں مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ آپ کو بئر معونہ کے قاری عزیز تھے اور ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز پڑھی ہو حالانکہ جو صحابی فوت ہو جاتے تھے۔آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت خواہشمند ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی فوت ہو مجھے اس کی اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ اس کے حق میں میری نماز رحمت ہے۔

فتح القدیر 81/2۔شرح مسلم سعیدی 806/2

بڑی عجیب بات ہے کہ یہ لوگ مرنے والے کے لئے ایصال ثواب سے انکار کرتے ہیں جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے لیکن غائبانہ نماز جنازہ پر اصرار کرتے ہیں جو کہ خلاف سنت ہے۔

شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم کا فیصلہ

صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔چونکہ نجاشی کفار کے علاقہ میں فوت ہوئے جہاں ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا لہذا نبی کریم ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ۔البتہ جس شخص کا جنازہ پڑھا جا چکا ہو اس کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔چونکہ ایک جنازہ سے فرض پورا ہو گیا ۔زادالمعاد 520/1

میت کے بعض اجزاء پر نماز جنازہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ان کو آفات ،بلیات حوادث اور مصائب سے محفوظ رکھے ۔آج کل ایسی صورتیں بکثرت پیش آتی ہیں کہ ہوائی جہاز ،ریل ،بس یا کار کے حادثہ سے مسلمان اس جان بحق ہو جاتے ہیں کہ ان کے جسم کے صرف بعض اجزاء باقی

بچتے ہیں اور باقی اجزاء حادثہ میں ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اس صورت میں ان بعض اجزاء پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

علامہ سرخسی لکھتے ہیں :امام محمد فرماتے ہیں کہ جب انسانی اجزاء مثلاً ہاتھ پاؤں میں سے کوئی عضو پایا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نماز میت کے لئے شروع کی گئی ہے اور میت مکمل بدن کو کہتے ہیں اس کے کسی عضو کو نہیں کہتے اور اس وجہ سے بھی کہ جس شخص کا کوئی عضو ملا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور اس لئے بھی کہ اگر اعضاء پر نماز جنازہ ہو تو اگر میت کے متعدد اعضاء ملیں تو ایک میت پر متعدد نمازیں پڑھی جائیں گی حالانکہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں ہے ۔لیکن اگر بدن کا اکثر حصہ ملا یا نصف حصہ ملا جس کے ساتھ سر بھی تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ اکثر اجزاء کل کے حکم میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں نماز جنازہ کی تکرار کا احتمال بھی نہیں ہے ۔

المبسوط 54/2

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب

بعض دفعہ ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جن میں نماز جنازہ کے تعدد کے جواز اور عدم جواز کا سوال پیدا ہوتا ہے ۔مثلاً کسی شہر میں کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے وہاں کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں بعد میں اس کی میت کو اس کے وطن لے جاتے ہیں وہاں لوگ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ ولی کے

پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مالکیہ کا مسلک بظاہر اس کے موافق ہے شوافع اور حنابلہ البتہ نماز جنازہ کی تکرار کو جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آجائیں اور نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی نماز بھی فرض کفایہ ہوگی۔ شرح المہذب 245/5

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کے نزدیک دفن سے ایک دن پہلے ایک شخص یا کئی اشخاص دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ المغنی :195/2

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

نماز پڑھی جانے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں تو وہ انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھیں نہ جماعت کے ساتھ۔ البتہ اگر پہلے ولی کی اجازت کے بغیر اجنبی لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو بعد میں ولی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز ہے۔ کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک نئی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کے بارے میں سوال کیا، بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے نماز پڑھانے کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ کہا گیا اسے رات میں دفن کیا گیا تھا۔ ہم نے حشرات الارض کے خوف سے آپ کو خبر نہیں دی۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ نیز جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ

کرام نے آپ کے جنازہ شریفہ پر فوج درفوج نماز پڑھی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حدیث:317

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار ان سے نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انہوں نے صرف میت کے لئے استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انہوں نے کہا کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھنے میں اگر چہ تم نے مجھ پر سبقت کر لی ہے لیکن ان کے لئے دعا میں مجھ سے پہل نہ کرنا،،

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کا حق فریق اول کے فعل سے ادا ہو جاتا ہے اب اگر فریق ثانی بھی یہ فعل کرے تو اس کے حق میں نماز جنازہ نفل ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ نفلی طور پر جائز ہوتی تو جن لوگوں کو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت عطا فرماتا ہے انہیں آپ کی قبر پر نماز جنازہ بطریق اولی پڑھی چاہیے تھی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اب بھی اپنی قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح روز اول آپ کو رکھا گیا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء کے گوشت کھانے کو حرام کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ آپ کی قبر پر کوئی مسلمان آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا اور مسلمانوں کا یہ اجتماعی ترک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ میت کے ولی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور جنازہ پڑھ لیا جائے تو وہ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز جنازہ پڑھنا اس کا حق ہے اور

دوسرا کوئی شخص اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو اس عورت کی قبر پر نماز پڑھی اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی ہیں اور ولی کے بغیر اگر نماز پڑھ لی جائے تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ صحابہ کرام نے جو فوج درفوج آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس کا بھی یہی جواب ہے کیونکہ آپ کے شرعی ولی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ معاملات کی درستگی اور فتنوں کے دبانے میں مشغول تھے۔ اس لئے ان کے پڑھنے سے پہلے صحابہ کرام نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ حالانکہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ ان کا حق تھا اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو پھر کسی شخص نے آپ کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہی نہیں اور امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے روئے زمین کو سمیٹ دیا گیا تھا اور آپ ﷺ سب سے بڑھ کر ولی ہیں اور یہ بات کسی دوسرے کے لئے متصور نہیں۔

المبسوط 67/2

قبر پر نماز جنازہ

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: امام محمد نے فرمایا: اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کردیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور میت کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا کیونکہ اس کو اللہ تعالی کے سپرد کردیا گیا اور وہ لوگوں کے پاس سے جاچکا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر

آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھنے کا حق ادا نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کا قبر پر نماز پڑھنا ثابت ہے اس لئے اس وقت تک قبر پر نماز پڑھی جاسکتی ہے جب تک یہ گمان ہو کہ اس کا جسم پھٹ نہیں گیا ہوگا کیونکہ نماز جنازہ میت پر شروع ہے اس کے اجزا پر نہیں۔

المبسوط 69/2

اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کردیا گیا یا ولی کے نماز پڑھے بغیر دفن کردیا گیا تو مدت مذکور کے لحاظ سے احناف کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا: امام مسلم نے رسول اللہ ﷺ کے کفن اور آپ کی قبر کے بارے میں احادیث ذکر کی ہیں۔ اور آپ کے غسل اور نماز جنازہ کے بارے میں احادیث ذکر نہیں کیں۔ آپ کے غسل کے بارے میں سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو غسل دیا گیا اور نماز جنازہ پڑھے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا آپ کی نماز جنازہ بالکل نہیں پڑھی گئی لوگ فرداً فرداً جا کر دعا کر کے لوٹ آتے تھے۔ اور اس کی وجہ میں پھر اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا آپ اپنی فضیلت کی وجہ سے نماز سے مستغنی تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔

بعض علماء نے کہا اس وقت کوئی امام مقرر نہیں تھا اور یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ نمازیں پڑھی جاتی

تھیں اور نماز باجماعت معطل نہیں ہوئی تھی۔اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت آپ کے دفن سے پہلے مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دفن سے پہلے مسلمانوں کے امام اور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے۔صحیح نظریہ جس پر جمہور قائم ہیں وہ یہ ہے۔کہ آپ کی نماز جنازہ فرداًفرداً پڑھی گئی۔ایک جماعت جاتی اور سب اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھتے۔پھر وہ جماعت باہر آجاتی اور دوسری جماعت چلی جاتی۔مردوں کے بعد عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں نے پڑھی۔رسول اللہ ﷺ کے دفن کو پیر سے بدھ تک مؤخر کرنے میں حکمت یہ تھی کہ بیعت مکمل ہو جائے اور مسلمانوں کا ایک امیر مقرر ہو جائے تاکہ کسی نزاع اور اختلاف کے وقت اس کی اطاعت کی جا سکے۔

شرح مسلم 312/1

حدیث :318

شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں تکبیرات ،ثناء اور درود شریف پڑھا گیا۔حدیث نمبر :379

باب نمبر:9

نماز وتر

وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ

امام مالک کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔اکمال اکمال المعلم 379/2

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔شرح المہذب :12/4

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔امام احمد نے فرمایا: جس شخص نے عمداً وتر ترک کیا وہ بُرا شخص ہے۔اس کی شہادت قبول نہیں کرنی چاہئے، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔المغنی :453/1

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے۔کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضاء پڑھنے سے ابتداء کی تھی۔اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ

ہے کہ صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضاء سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے وتر کی قضاء پڑھی جاتی ہے۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے۔ اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لئے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا ریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کردی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لیکر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔ مصنف ابن ابی شیبہ :297/2

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کردی ہے۔ اور زیادہ کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتی ہے۔ اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے۔ کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہاء نہیں ہوتی۔

حدیث :319

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے: رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔ مصنف عبدالرزاق 19/3

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس ہے اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعت تبھی ہوگی۔ جب وتر کو واجب قرار دیکر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے۔ البتہ وتر کا وجوب ظنّی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لئے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہرحال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک فرق ظاہر ہے۔ المبسوط :156/1

وجوب وتر پر احناف کے دلائل

حدیث:320

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْوِتْرُ حقٌّ علی کُلِّ مُسْلِمٍ

ہر مسلمان پر وتر لازم ہیں۔ ابوداود حدیث :1422 مشکوۃ1265

حدیث:321

اور انہی سے روایت ہے: اَلْوِتْرُ حقٌّ واجبٌ وتر حق واجب ہے۔ دار قطنی :22/2

حدیث:322

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا،اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا،اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا

وتر لازم ہیں اور جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں،وتر لازم ہیں اور جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں،وتر لازم ہیں اور جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

ابوداود حدیث :1419 مشکوۃ 1278

یعنی وتر فرض عملی اور واجب اعتقادی ہیں۔مرقاۃ

لہذا جو اس کے وجوب کا عناداً انکار کرے وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے یعنی گمراہ ہے اور جو اسے واجب جانتے ہوئے بھی نہ پڑھے وہ جماعت صالحین سے خارج ہے اور سخت گنہگار ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں،خیال رہے کہ جو مجتہد تاویل سے اس کے وجوب کا انکار کرے ان کا یہ حکم نہیں جیسا کہ تمام فرائض عملی اور واجبات کا حال ہے ہم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو سخت منع کرتے ہیں امام شافعی (سری نمازوں) واجب فرماتے ہیں مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں کہہ سکتا۔مرآۃ شرح مشکاۃ 279/2:

حدیث :323

حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی ہے۔اور ایک روایت میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے آج رات ایک نماز کو زیادہ فرمایا ہے۔جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی نماز ہے؟ فرمایا: وتر (جس کا وقت) عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک ہے

المصنف ابن ابی شیبہ 297/2 ترمذی 452 ابوداود 1418 مشکوۃ :1267

یہ حدیث خارجہ بن حذافہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی لفظوں کے تھوڑے فرق کے ساتھ مروی ہے۔حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں خارجہ کے علاوہ مندرجہ ذیل سات صحابہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

(۱) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۲) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما (۵) ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ (۶) ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ (۷) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ (نصب الرایہ 109-111/2

اس حدیث سے ہمارا استدلال دو طرح سے ہے۔ایک یہ کہ اس میں وتروں کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے آج رات ایک نماز کو زیادہ فرمایا ہے،،

کسی چیز میں زیادتی ہمیشہ اس چیز کی جنس سے ہوتی ہے اس لئے پانچ فرائض میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم ہے کہ وتر بھی فرض ہو لیکن چونکہ یہ اخبار احاد اور ظنی دلائل سے ثابت ہے اس لئے واجب قرار پائے گا۔

دوسرا استدلال اس طرح ہے کہ اس حدیث میں وتروں کے وقت کی تعیین کی گئی ہے اور اتنی اہمیت کے ساتھ وقت کی تعیین عام طور پر واجبات ہی میں کی جاتی ہے۔

حدیث: 324

حضرت ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّ الله زادكم صلاة وهي الوتر فصلوها بين صلاة العشاء إلى صلاة الصبح

لاریب اللہ تعالی نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لیکر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔ مصنف ابن ابی شیبہ :297/2

اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ امام احمد اور امام ہیثمی نے بھی بیان کیا ہے۔

اس حدیث سے اولاً استدلال اس وجہ سے ہے کہ زائد مزید علیہ کی جنس سے ہوتا ہے معلوم ہوا جیسے پہلی نمازیں لازمی تھیں یہ بھی لازمی ہے۔

اور ثانیاً اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر رہ جانے کی صورت میں اس کی قضا کا حکم دیا ہے اور یہ وتر کے واجب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت یا نفل کی نہیں ہوتی۔

حدیث: 325

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

ترمذی 465 مشکوۃ 1279:3

یعنی ان کی قضاء واجب ہے یہ امر وجوب کے لئے ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔

حدیث: 326

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا تو وہ اوّل رات وتر پڑھ لے اور جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا شوق ہو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

مسلم حدیث 755 مشکوۃ :1260

اس حدیث میں دونوں جگہ امر کے صیغے ہیں اور امر وجوب کے لئے ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین نے وتروں کو صراحۃً تو واجب نہیں کہا لیکن وجوب کی بہت سی امارات کو ان حضرات نے بھی یہاں تسلیم کیا ہے۔

ا-ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے کہ تارک وتر کی شہادت مقبول نہیں ۔۲-سب ائمہ کے نزدیک وتر کی قضاء ہوتی ہے ۔اور حدیث میں بھی قضاء کا امر ہے ۔۳-اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ وتروں پر آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں نے مواظبت کی ہے ۔

حدیث :327

روایت ہے امام مالک سے کہ انہیں خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا وتر واجب ہیں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے اور لوگوں نے وتر پڑھے تو وہ شخص بار بار آپ پر سوال کرنے لگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بار بار یہی کہتے رہے رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے اور لوگوں نے وتر پڑھے۔

موطا امام مالک ص :124 مشکوۃ :1280

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احتیاطاً صراحۃً تو وجوب کا لفظ استعمال نہیں فرمایا لیکن وجوب کی دلیل اور امارت بیان کر دی ۔مواظبت بدون الترک وجوب کی دلیل ہے ۔نبی کریم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر عمل کو صراحۃً نہ فرماتے کہ یہ فرض ہے یہ واجب ہے یہ سنت ہے علماء نے علامات سے فرضیت وغیرہ ثابت کی تاکہ امت کے لئے گنجائش رہے اور علماء کا اختلاف رحمت ہے ۔

حدیث :328

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، دو رکعت نماز چاشت کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی ۔

مسلم :721 بخاری :1981 مشکوۃ 1262

وتر کا اتنا اہتمام بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے غرضیکہ وتروں میں وجوب کی امارات سب ائمہ تسلیم کرتے ہیں ۔فرق صرف اتنا ہے کہ امام صاحب نے صراحۃً وجوب کا لفظ استعمال فرمایا ہے ۔دوسرے ائمہ نے صراحۃً واجب نہیں کہا تو اختلاف لفظی سا ہوا ۔اور اس لفظی اختلاف کی وجہ ایک دوسرا اصولی اختلاف ہے وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ فرض اور سنت کے درمیان وجوب کے مستقل درجہ کے قائل ہیں ۔فرض، واجب اور سنت تینوں الگ الگ درجے ہیں ۔اور تینوں میں فرق دلائل کے مراتب میں فرق کی وجہ سے ہوتا ہے ۔

اتنی بات پر تو سب ائمہ متفق ہیں کہ وتر کا درجہ فرض نماز سے کم ہے اور عام سنن ونوافل سے اس کی اہمیت زیادہ ہے لیکن امام صاحب چونکہ فرض اور سنت کے درمیان وجوب کے مستقل درجہ کے قائل تھے اس لئے آپ نے بڑی آسانی کے ساتھ کہہ دیا کہ وتر واجب ہیں ۔ائمہ ثلاثہ چونکہ واجب کو مستقل حیثیت نہیں دیتے اس لئے ان کے یہاں مشکل پیش آئی کہ وتروں میں تمام امارات وجوب تسلیم کرتے ہوئے اور انہیں دوسری سنن سے اہم سمجھتے ہوئے بھی صراحۃً اسے واجب نہیں کہہ سکے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

اہم دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں سواری پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور سواری پر فرض یا واجب نہیں پڑھے جاتے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ وتر نفل ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پر وتر پڑھے ۔ بخاری

اس کے دو جواب ہیں :اوّل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کسی عذر کی بناء پر آپ نے سواری پر وتر پڑھے ہوں جیسا کہ ترمذی اور ابو داود میں ہے کہ آپ نے کیچڑ کے عذر کی بناء پر فرض سواری پر پڑھے کیونکہ آپ سے ثابت ہے کہ آپ سواری سے اتر کر وتر پڑھا کرتے تھے ۔

حدیث :329

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے اور وتر اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے ۔

شرح معانی الآثار 429/1

تیسرا جواب یہ ہے

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے اور جب ایک صحابی سے یہ دونوں فعل مروی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کیا جائے جن کی رو سے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں کیونکہ اصول میں مقرر ہے کہ حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو جانب حرمت کو ترجیح ہوتی ہے ۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث انہیں بھی مفید نہیں کیونکہ شوافع کا مسلک ہے کہ وتر رسول اللہ ﷺ پر واجب تھے اور امت کے لئے سنت تھے ۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں

رسول اللہ ﷺ پر وتر واجب ہیں اگر چہ امت کے حق میں سنت ہیں ۔

شرح المہذب 20/4

حدیث :330

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے اتر کر) زمین پر وتر پڑھتے تھے ۔

مصنف عبدالرزاق :579/2

حدیث :331

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

مصنف عبدالرزاق :579/2

امام احمد نے بھی اس سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے

حدیث :332

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نوافل سواری پر پڑھتے تھے جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

احمد 4/2

حدیث :333

ابن عون کہتے ہیں میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا صحابہ کہتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زمین پر وتر پڑھتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ :303/2

حدیث :334

بکر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ :303/2

حدیث :335

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ :303/2

رکعات وتر میں مذاہب

حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ

شافعیہ کے نزدیک وتر ایک سے لے کر گیارہ تک کسی بھی طاق عدد کے مطابق پڑھے جا سکتے ہیں۔ وتر کی تیرہ رکعات ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں شافعیہ کا اختلاف ہوا ہے۔ بعض تیرہ رکعات کے بھی قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں۔ اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ وتر اور صلاۃ الیل کے متعلق اکثر روایات میں تو گیارہ رکعات ہی کا تذکرہ ہے۔ لیکن بعض روایات میں تیرہ رکعات بھی آئی ہیں۔ بعض ان تیرہ رکعتوں والی روایات کے پیش نظر تیرہ وتروں کے قائل ہو گئے ہیں۔

جن حضرات نے تیرہ کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے فجر کی دوسنتوں کو بھی ساتھ شمار کیا ہے
اصل صلاۃ اللیل گیارہ رکعات ہی تھیں۔

شافعیہ کے نزدیک اگر تین رکعت پڑھے تو بہتر یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے فصل بالسلام کے ساتھ تین رکعتیں پوری کرے اور اگر پانچ یا اس سے زیادہ پڑھنی ہوں تو ان کے ہاں دوطریقے ہیں ایک یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کر کے تشہد پڑھے اور دوسرا یہ کہ صرف آخری یا اس کے ساتھ آخری سے پہلے والی رکعت پر قعدہ کرے۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب بھی تعداد میں شافعیہ کے قریب قریب ہے تفصیلات میں کچھ فرق ہے۔

حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں

حنفیہ اس میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ اور بھی بہت سے سلف کا یہی مذہب ہے۔حضرت عمر بن عبد العزیز نے مدینہ کے فقہاء سبعہ کے مشورہ سے تین وتر رائج کئے تھے فقہاء سبعہ یہ ہیں۔
(۱) سعید بن المسیب (۲) عروہ بن الزبیر (۳) قاسم بن محمد (۴) ابوبکر بن عبدالرحمٰن (۵) خارجہ بن زید (۶) عبید اللہ بن عبداللہ (۷) سلیمان بن یسار۔

صحابہ میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس رضی اللہ عنہ، ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ

بہت سے صحابہ کا یہی مذہب تھا۔ بلکہ ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔أجمع المسلمون علی أن الوتر ثلاث لایسلم إلا فی آخرهن
مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن بصری کے زمانہ میں تین وتر کے قائلین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ حسن بصری نے اسے اجماع کہہ دیا۔معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین میں عام رواج تین وتروں ہی کا تھا بلکہ ایک وتر پڑھنے والے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

حدیث:336

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا آپ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ جبکہ وہ وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ فرمایا: بیشک وہ فقیہ ہیں۔
بخاری3765مشکوۃ:1277
یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اتنی بڑی غلطی کرتے ہیں کہ وتر تین رکعت کی بجائے ایک رکعت ہی پڑھتے ہیں آپ انہیں سمجھاتے نہیں۔فرمایا امیر معاویہ عالم ہیں فقیہ ہیں مجتہد ہیں مجتہد کو غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے۔لہذا نہ میں ان کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ تم ان پر اعتراض کرو۔

حدیث:337

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھے

ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے وہ ان کے پاس گئے اور انہیں خبر دی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔بخاری 3764 مشکوۃ:1278

یعنی اگر چہ ان کا یہ عمل غلط ہے لیکن بزرگوں خصوصاً صحابہ کی غلطی پکڑنا اور ان پر زبان طعن دراز کرنا سخت غلطی ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین کی اکثریت تین وتروں ہی کی قائل تھی۔اور صحابہ کا اس پر اجماع ہو چکا تھا۔صرف امیر معاویہ کسی غلط فہمی سے یا بے خبری سے ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خادم کو اس پر تعجب ہوا اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کی اور حیرت کا اظہار کیا کہ آپ انہیں مسئلہ کیوں نہیں بتاتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ نہ کہا کہ مسئلہ یا ان کا یہ فعل صحیح ہے بلکہ صرف یہ فرمایا کہ وہ بوجہ صحابی اور مجتہد ہونے کے ملامت کے لائق نہیں اور نہ اس بناء پر ان سے قطع تعلق کرنا جائز۔مراۃ شرح مشکاۃ:279/2

تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل

حدیث:338

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (تہجد کی آٹھ رکعات ادا کرنے کے بعد) تین

رکعت (وتر) پڑھتے۔فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔فرمایا۔اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

بخاری حدیث:1147 مسلم :738 اس حدیث کو نسائی بھی روایت کیا ہے۔

حدیث:339

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلی رکعت میں سبح الاسم ربك الاعلى پڑھتے تھے دوسری میں قل یاایها الکافرون اور تیسری میں قل ھواللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

ترمذی حدیث 463 ابو داود 1424 ابن ماجہ 1173 مشکوۃ 1269 مستدرک حاکم 305/1

حدیث:340

امام حاکم نے سعد بن ہشام کی روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

کان رسول الله ﷺ لا یسلم فی الرکعتین الاولیین

رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

مستدرک حاکم 304/1

حدیث: 341

مسند احمد نے سعد بن ہشام کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز عشاء سے فارغ ہوتے تو گھر میں تشریف لاتے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر ان کے بعد دو رکعتیں ان سے طویل پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے۔ ان کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے۔ پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے۔

احمد 156/6

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ بھی تین رکعت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں پھر ایک رکعت کے بعد دوبارہ سلام پھیرتے ہیں جبکہ احادیث میں اس کے خلاف ہے۔

حدیث: 342

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں پہلی رکعت میں سبح الاسم ربک الاعلی پڑھتے تھے دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ لا یسلم إلا فی آخرھن اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔

نسائی 175/1 مطبوعہ نور محمد کا خانہ تجارت کراچی حدیث 1700

دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے والی روایت کو علامہ نووی نے بھی صحیح قرار دیا ہے لکھتے ہیں۔

حدیث: 343

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اس کو نسائی نے سند حسن اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

شرح المہذب 17-18/4

حدیث: 344

عن الحسن قال:

أجمع المسلمون علی أن الوتر ثلاث لایسلم إلا فی آخرھن

امام حسن بصری فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

مصنف ابن ابی شیبہ 194/2

حدیث :345

عن الحسن قال:

كان ابى بن كعب يوتر بثلاث لايسلم إلا فى الثالثة مثل المغرب

امام حسن بصری فرماتے ہیں: کہ حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

مصنف عبدالرزاق 26/3

حدیث :346

عن ثابت عن انس أنه اوتر بثلاث لم يسلم إلا فى آخرهن

حضرت ثابت بیان کرتے ہیں: کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

مصنف ابن ابی شیبہ 294/2 مصنف عبدالرزاق 26/3

حدیث :347

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب وتر کی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 294/2

ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز ہے اور احناف کے نزدیک ایک رکعت وتر پڑھنا جائز نہیں۔ دلائل یہ ہیں:

حدیث:348

أن رسول الله ﷺ نهى عن البتيراء أن يصلى الرجل واحدة يوتر بها

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔

نصب الرایہ 120/2 درایہ 114/1 عمدۃ القاری 4/7

ابن الترکمانی فرماتے ہیں کہ عقیلی کے سوا متقدمین میں سے کسی نے عثمان بن محمد بن ربیعہ پر جرح نہیں کی اور ان کی جرح بھی معمولی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ان کی روایات جمع کی ہیں۔

الجوہر النقی :27/3

علامہ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ لسان المیزان 152/4

حدیث:349

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں

أن النبي ﷺ نهى عن البتيراء

کہ نبی کریم ﷺ نے دم کٹی (ایک رکعت) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

نیل الاوطار قاضی شوکانی

حدیث: 350

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال :ماأجزأت ركعة واحدة قط

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

موطا امام محمد بن حسن شیبانی حدیث 264 ص:96

ہر چند کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ یہ بات قیاس اور رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لئے یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔

حدیث: 351

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال :

الوتر ثلاث كصلاة المغرب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں مغرب کی نماز

کی طرح۔

موطا امام محمد بن حسن شیبانی حدیث 261 ص:96

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

تین رکعات نماز وتر پر ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں تین رکعات نماز وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین رکعت وتر مت پڑھو، پانچ یا سات رکعات وتر پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

دار قطنی 25/2

اس اعتراض کے تین جواب ہیں اول یہ کہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے بھی منافی ہے کیونکہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولی ہے بلکہ علامہ نووی شافعی نے ایک سلام کے ساتھ بلا فصل تین رکعت پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص تین رکعت نماز وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس میں اختلاف ہے کہ افضل طریقہ کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعت بلا فصل پڑھنا افضل ہے۔ شیخ ابو زید ابو مروزی نے کہا اس صورت میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف نہیں رہے گا کیونکہ وہ فصل کے ساتھ وتر کو صحیح قرار نہیں دیتے۔

شرح المہذب :13/4

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض اور خلاف ہے جو اس سے زیادہ ثقہ، قوی اور صحیح کتب میں موجود ہیں کیونکہ بخاری، ترمذی ابو داود، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبد الرزاق سے ہم تین رکعات وتر کے ثبوت میں ہم احادیث نقل کر چکے ہیں بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ نے تین رکعات وتر پر اجماع نقل کیا ہے لہذا سنن دار قطنی کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود سنن دار قطنی میں اس کے خلاف روایت موجود ہے

حدیث :352

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ

وتر الیل ثلاث کوتر النهار صلاة المغرب

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رات کے وتر کی تین رکعات ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی تین رکعات ہیں۔

دار قطنی 28/2

حدیث :353

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں

عن ثابت عن انس أنه اوتر بثلاث مثل المغرب

حضرت ثابت بیان کرتے ہیں: کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی مغرب کی طرح

مصنف عبد الرزاق 26/3 مصنف ابن ابی شیبہ 294/2

روایات میں فصل اور دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب ان احادیث صحیحہ اور اجماع مسلمین سے منسوخ اور متروک ہیں

ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے ایک رکعت کے ساتھ (ان رکعات کو) وتر (طاق) کرتے تھے۔

مسلم

اس مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے ائمہ ثلاثہ استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت دوگانہ سے ملی ہوئی ہوتی تھی وجہ حمل یہی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس پر دلائل گذر چکے ہیں۔

طریق التوفیق بین الاحادیث یہ ہے کہ ہم کہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رکعت پڑھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے لیکن آخری امر یہ تھا کہ وتر تین رکعت ہیں بغیر سلام کے۔

اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے

حدیث :354

ابو خالدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے یہ بتایا ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں۔ وہ رات کے وتر ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں۔

طحاوی باب الوتر 293/1

وتر میں دعائے قنوت قبل از رکوع پڑھی جائے

امام شافعی فرماتے ہیں قنوت رکوع کے بعد ہے ان کی دلیل حضرت محمد بن سیرین والی حدیث ہے لیکن وہ وتر کے قنوت کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ اس لئے اس سے استدلال درست نہیں وہ ایک ہنگامی صورت حال میں صرف ایک مہینے تک حضور اقدس ﷺ نے پڑھا پھر چھوڑ دیا جیسا کہ ابوداود حدیث: 1445 میں چھوڑنے کی تصریح ہے۔

معلوم ہوا کہ قنوت خاص حادثے کی وجہ سے تھا اور عارضی تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی حادثے کے وقت قنوت پڑھنا سنت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قنوت رکوع سے پہلے ہے اور دلائل کے لحاظ سے امام

صاحب کا قول زیادہ قوی ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قراءت ہے اور جبکہ قراءت رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا۔ امام شافعی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں۔ اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انہوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

قنوت قبل از رکوع

حدیث:355

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا قنوت ثابت ہے میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا بعد، فرمایا: رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں نے مجھے آپ کی بابت بتایا ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے؟ فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے رکوع کے بعد تو رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی ہے۔

بخاری حدیث: 1002 مسلم: 677 مشکوۃ: 1289

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث :356

حضرت عاصم کی یہ روایت کتاب المغازی میں عبد العزیز کی روایت کے مطابق ہے جس میں ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دعا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے بعد۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دعا قنوت کسی خاص وجہ سے (دعاء وغیرہ کے لئے) پڑھی جائے تو بالاتفاق رکوع کے بعد ہے اور جو قنوت عام حالات میں پڑھی جائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے کہ وہ رکوع سے پہلے ہے۔

فتح الباری 491 باب القنوت قبل الرکوع اوبعدہ

امام ترمذی فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔

ترمذی حدیث :464 باب ماجاء فی القنوت فی الوتر

حدیث :357

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 302/4

حدیث :358

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور دیگر نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 302/2

حدیث :359

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔

مصنف ابن ابی شیبہ 302/2

حدیث :360

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

ابوداود حدیث :1427

حدیث :361

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح الاسم ربك الاعلی پڑھتے تھے دوسری میں قل یاایھا الکافرون اورتیسری میں قل ھواللہ احد تھےاور رکوع سے پہلےقنوت پڑھتے۔

نسائی 1698 ابن ماجہ 1171-1182

ابن ابی شیبہ (1/41/12) ابو داودوالنسائی فی السنن الکبری(218/1-2) واحمد والطبرانی والبیہقی وابن عساکر (2/244/4) بسند صحیح

صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص88-:179

ان احادیث اورآثار کےعلاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت احادیث وآثار ہیں۔ امام شافعی اورامام احمد نے قیاس کی بنا پر ان تمام احادیث کورد کردیا اورامام مالک نے بھی وتر میں قنوت کا انکار کر کے بکثرت احادیث وآثار کو مسترد کردیا۔

وتروں کی دو رکعتوں پر بغیر سلام کے قعدہ کرنا

حافظ ابن عبدالبر الاستیعاب میں لکھتے ہیں:

حدیث :362

علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو بھیجا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر رات رہیں اور دیکھیں کہ آپ ﷺ وتر کس طرح ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات رہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے رات میں جتنا اللہ کو منظور ہوا نماز پڑھی۔ جب رات کا آخری حصہ ہوااور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا پہلی رکعت میں سبح الاسم ربك الاعلی پڑھی اوردوسری میں قل یاایھا الکافرون پھر قعدہ کیا پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہوگئے پھر آپ ﷺ تیسری رکعت میں قل ھواللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پھر دعا قنوت پڑھی جو اللہ کو منظور تھا دعائیں مانگیں پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔

استیعاب 450/4 حاشیہ اصابہ 451

دعا قنوت کی تکبیر کہتے وقت رفع یدین کر کے ہاتھ باندھنا

حدیث :363

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ أنہ کان یرفع یدیہ إذا قنت فی الوتر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت وتر کے لئے رفع یدین کیا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 27-28/2

حدیث :364

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے پھر رفع یدین کرتے تھے پس رکوع سے قبل قنوت پڑھتے ۔

امام بخاری نے اپنے "جزء رفع الیدین ص:28 میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث :365

ابو عثمان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

امام بخاری کا رسالہ رفع الیدین ص:28

حدیث :366

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قراءت سے فارغ ہو کر دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہی پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں قراءت سے فارغ ہو کر دعائے قنوت سے پہلے اور دعائے قنوت کے بعد تکبیر کہتے تھے اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ سورۃ پڑھ کر فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے اور حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام پسند کرتے تھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھیں پھر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائیں اور قنوت پڑھیں۔

قیام الیل از مروزی 229-230

حدیث:367

حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت طلحہ بن مصرف سے اور وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

سات مقام پر ہاتھ اٹھائیں جائیں ۔آغازِ نماز میں، وتروں میں تکبیرِ قنوت کے وقت، عیدین میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا اور مروہ پر مزدلفہ اور عرفات میں اور دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت ۔

طحاوی المناسک باب رفع الیدین عند رؤیۃ البیت 178/2

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے جس میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہے۔

حدیث:368

امام محمد امام ابو حنیفہ سے اور وہ حماد سے اور وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر میں قنوت واجب ہے ۔رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی۔ اور جب تم قنوت پڑھنا چاہو تو تکبیر کہو۔ اور جب قنوت کے بعد رکوع کرنا چاہو تب بھی تکبیر کہو۔

امام محمد فرماتے ہیں ہمارا عمل اسی کے مطابق ہے کہ قنوت سے پہلے کی تکبیر میں رفع یدین کرے جیسا کہ نماز کے شروع میں کیا جاتا ہے ۔پھر ہاتھوں کو رکھ لے۔ اور دعائے قنوت

پڑھے یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

کتاب الآثار 579/1 کتاب الحجہ 200/1

دعائے قنوت میں ہاتھ باندھ کر دعا کرنا

دوران نماز دعا کا اصول یہ ہے کہ جس رکن میں دعا کی جارہی ہے۔ اسی رکن کی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جاتی ہے۔ جیسے قعدہ اخیرہ کے آخر میں دعا کی جاتی ہے۔ نیز جلسہ (سجدوں کے درمیان) میں دعا کی جاتی ہے۔ اسی طرح نفل نماز کے سجدوں میں اگر دعا کی جائے تو اسی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جائے گی۔ لہذا وتروں میں رکوع سے قبل جب قنوت پڑھی جائے گی تو ہاتھ باندھے ہوئے ہی پڑھی جائے گی۔

دعائے قنوت

حدیث: 369

حضرت خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعاء قنوت سکھائی۔

اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى

عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

یہ دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے۔

سنن بیہقی باب دعاء القنوت مروزی: قیام الیل 232

اور بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ وہ دعا بھی پڑھے جو حضور ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی تھی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر کے قنوت میں پڑھا کروں۔

حدیث: 370

اَللّٰھُمَّ اهْدِنِي فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وعلى آله وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

ابوداود 1425 نسائی 1746 بہار شریعت 5/4 مشکوۃ 1273

حدیث: 371

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتروں کے آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

ابوداود 1426 بہار شریعت 5/4 مشکوۃ 1276

جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے یہ پڑھے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

یا تین بار اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا کہے بہار شریعت 4/6

دعا قنوت واجب ہے

حدیث :372

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں چھ مہینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا وہ ہمیشہ وتر میں دعا قنوت پڑھتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی سال بھر دعا قنوت پڑھتے تھے ۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وتر میں دعا قنوت واجب ہے ۔

مروزی: قیام الیل 225

حدیث:373

حضرت حماد و سفیان فرماتے ہیں کہ جو شخص وتر میں دعا قنوت پڑھنا بھول جائے تو وہ سجدہ سہو کرے ۔ مروزی: قیام الیل 242

باب نمبر:10

نماز کے بعد دعا مانگنا

میرے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک استاد نے تقریر کی اور کہا کہ دعا کے آداب میں سے ہے کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کی جائے تو میں نے سوال کیا کہ یہاں فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ کیوں نہیں اٹھائے جاتے ؟ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد دعا نہیں مانگی ۔ میں نے کہا آپ نماز کے بعد اللھم انت السلام پڑھا کرتے تھے ۔ جب لا جواب ہو گئے تو کہنے لگے یہ دعا نہیں ذکر ہے ۔ کیونکہ اگر وہ اس کو دعا تسلیم کرتے تو انہیں دعا کے بعد ہاتھ اٹھانے پڑتے تھے اور یہ بات ان کے مسلک کے خلاف تھی لہذا اس ذکر کہہ کر جان چھڑائی ۔ اور کہا کہ اگر نبی کریم ﷺ نے فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت مل جائے تو ہاتھ اٹھانے چاہئے ورنہ نہیں اب یہ لوگ سنتوں اور نوافل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں فرائض کے بعد نہیں ۔ اگر یہ دعا کریں بھی تو دعا کے بعد منہ پر ہاتھ نہیں پھیرتے

اور کہتے ہیں کہ منہ پر ہاتھ پھیرنے والی احادیث ضعیف ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کس صحیح حدیث میں یہ درج ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ کرنا اگر کوئی حدیث پیش نہ کرسکیں تو ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث کے بجائے اپنی رائے سے ایک نیا دین پیش کررہے ہیں۔ان بے چاروں کو علم ہی نہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی محدثین کی اجازت دی ہے۔ جب انہوں نے خود اجازت دی ہے تو تم کون ہوتے ہو روکنے والے اور میں اس بات کی گارنٹی دیتا ہوں کہ میری پیش کردہ احادیث میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہوگی۔ کیونکہ موضوع حدیث من گھڑت حدیث کو کہتے ہیں جس پر عمل کرنا جائز نہیں۔اب میں نیچے فرض نماز کے بعد دعا مانگنے کے ثبوت میں تقریباً 20 پیش کررہا ہوں تا کہ ان کو روز قیامت کوئی عذر باقی نہ رہے کہ ہمیں کسی نے بتایا نہیں تھا۔

ایک استاد نے کہا کے فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے اور اسی طرح اجتماعی مانگنا کہ بعض دعا مانگ رہے ہوں اور بعض آمین کہہ رہے ہوں بدعت ہے ۔میں نے کہا یہاں مکہ ومدینہ میں وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے اور رمضان اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے۔اس کے متعلق کوئی حدیث پیش کرو۔ کہنے لگے مرفوع حدیث تو کوئی نہیں بعض آثار ثابت ہیں کہ بعض صحابہ نے ہاتھ اٹھائے ہیں اور بعض نے نہیں اٹھائے ۔میں نے کہا چلو وہ آثار صحابہ ہی لاکر دکھانا آج تک نہیں لائے ۔ ان کو چاہئے کہ ثبوت پیش کریں ورنہ وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کیا کریں۔ وہ نہ معلوم وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت لائیں یا نہ لائیں لیکن میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے اور اجتماعی دعا مانگنے کا ثبوت پیش کررہا ہوں اور وہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی کی کتاب

تحفۃ الذاکرین سے۔ وما توفیقی إلا بالله سبحانه و تعالى عزشانه و تم برهانه ۔

نماز کے بعد دعاء کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے

حدیث:374

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اللهم إني اَسْاَلُكَ رِزْقاً طَيِّبًا وَعِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

اخرجہ الطبرانی فی الصغیر

تحفۃ الذاکرین ص :159 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:375

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے مانگتے تھے۔

اللهم رَبَّ جبريلَ وميكائيلَ وإسرافيلَ أَعِذْنِي مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

اخرجہ الطبرانی فی الاوسط

تحفۃ الذاکرین ص :156 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:376

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو آپ نے نماز سے فراغت کے بعد یہ دعا مانگی

اللھم اغْفِرْلِی خَطَایَایَ وَعَمْدِیْ اللھم اھْدِنِی لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ لَایَھْدِی لِصَالِحِھَا وَلَا یَصْرِفُ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ

اخرجہ البزار

تحفۃ الذاکرین ص:157 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:377

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے دایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لاالٰہ إلا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحَزَنَ

اخرجہ الطبرانی والبزار

تحفۃ الذاکرین ص:158 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:378

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان کا

ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ میں ضرور تم سے پیار کرتا ہوں انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور میں بھی بخدا آپ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو نہ چھوڑنا۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلَی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اخرجہ احمد حدیث 21614 ابوداود 1522 مشکوۃ 949

تحفۃ الذاکرین ص:157 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

نماز فجر اور مغرب کے بعد کی دعا

حدیث:379

نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد کسی سے کلام کرنے سے پہلے یہ دعا سات مرتبہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِی مِنَ النَّارِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا پڑھنے والا اگر اس دن یا رات میں مر جائے تو اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔

ابوداود 5079 مشکوۃ 2396

نماز کے بعد کے اذکار

حدیث:380

عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ :قال رسولُ الله ﷺ:

مَن سبح الله فِی دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ وَحَمِدَ اللهَ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ وَكَبَّرَ اللهَ ثَلاثًا وَثَلاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لاإِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاشَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو آدمی نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھتا ہے یہ کل ۹۹ بار ہوئے اور اس کے بعد یہ کلمہ لا إله الا اللهُ وَحْدَهُ لاشريكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ کر سو کی گنتی پور کرے تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

مسلم 597 مشکوۃ 967

اور ایک روایت میں 34 بار اللہ اکبر کہنا بھی ہے لیکن اس میں یہ چوتھا کلمہ توحید نہیں دونوں طریقے صحیح ہیں۔

حدیث:381

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نماز کے بعد کچھ ایسے اذکار ہیں جنہیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں رہتا 33 بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ مسلم حدیث 596

حدیث:382

عن علی رضی الله عنه قَالَ :قال سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ:

مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرسِی فِی دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہ روکے گی اور جو بستر پر لیٹتے وقت اسے پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر اور اردگرد کے گھروں کو امن دے گا۔

بیہقی مجمع الزوائد 102/10 مشکوۃ 974

حدیث:383

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفر اللہ کہتے اور یہ دعا مانگتے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلامُ وَمِنْكَ السَّلامُ تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلالِ وَالْاِكْرَامِ

مسلم حدیث 591 مشکوۃ 961

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں وہاں دعا مختصر مانگے اور جن کے بعد سنتیں نہ ہوں مثلا فجر

اورعصر تو ان میں دعا طویل مانگے۔

حدیث :384

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر فرض کے بعد یہ دعا کرتے تھے لا إلٰه الا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاشريكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شيءٍ قَدِيْر اَللّٰهم لامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلا مُعْطِىَ لِمَامَنَعْتَ وَلا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

الٰہی جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روک لے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور تیرے مقابل مال دار کو مال نفع نہیں دے سکتا۔

بخاری حدیث 844 مسلم 593 مشکوۃ 962

حدیث :385

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:

لا إلٰه الا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاشريكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْر لاحَوْلَ ولا قُوَّةَ إلا بِاللهِ لا إله الا اللهُ ولا نَعْبُدُ إلا إيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لا إله الا اللهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

اورانہوں نے کہا رسول اللہ ان کلمات کو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے

مسلم 594 مشکوۃ 963

یہ حدیث ذکر بالجہر پر واضح دلیل ہے۔

حدیث :386

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا اختتام تکبیر سے پہچانتا تھا۔

بخاری 842 مسلم 583 مشکوۃ 959

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھے اور جب کبھی وہ جماعت میں شریک نہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھر میں آواز پہنچ جاتی تھی۔ اور وہ سمجھ جاتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی ہے۔ بعض مشائخ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تین بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

حدیث :387

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افضل ذکر لا إله الا الله ہے اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔

ترمذی3383مشکوۃ2306

اس لئے اگر نماز کے بعد یہ کلمہ لا إلـه الا اللـه پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ افضل ذکر ہے۔

نماز کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا

حدیث :388

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمہارا رب حیاء والا کرم والا ہے اس سے حیاء فرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی لوٹا دے۔

ابوداود 1488 ترمذی3556ابن ماجہ 3865 بیہقی فی الدعوات الکبیر مشکوۃ2244

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور وہ انہیں خالی نہیں لوٹاتا۔ اس میں وقت کی کوئی قید نہیں اگر نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھائیں جائیں تو یہ اس حدیث پر عمل ہوگا۔ حدیث میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی ممانعت ثابت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کی۔

حدیث :389

محمد بن ابی یحیٰی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز مکمل کرنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا تھا جب وہ فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس حدیث کے تمام روای ثقہ ہیں۔

مجمع الزوائد 169/10

حدیث:390

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا: آخری رات کے درمیان میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

ترمذی3499مشکوۃ1231-968

یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے درمیان میں خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہے اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو، یہی وقت تہجد کے لئے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرض نماز ہے یا پوری نماز، لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنجگانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت و نوافل سے فارغ ہو کر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض ہی شمار ہوتی ہے۔

مراۃ شرح مشکوۃ:122/2

اجتماعی دعا

حدیث:391

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کچھ لوگ اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں وہ چیز ڈال دیتا ہے جو انہوں نے مانگی ہے۔

رواہ المعجم الکبیر رقم الحدیث 3843 ورجالہ رجال الصحیح

مجمع الزوائد:169/10

حدیث:392

حضرت حبیب بن سلمہ الفہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی قوم اجتماعی دعا نہیں مانگتی اس طرح کہ بعض ان میں دعا مانگتے ہیں اور بعض آمین کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔

مجمع الزوائد 170/10 الحاکم ترغیب وترہیب 196/1 حدیث:740

قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

تحفۃ الذاکرین ص:52 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:393

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف گیا۔ مسجد میں کچھ لوگ ہاتھ بلند کر کے اللہ عزوجل سے دعا مانگ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ دیکھ رہے ہو ان لوگوں کے ہاتھوں میں کیا ہے؟ میں نے پوچھا آپ ان کے ہاتھوں میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نور۔ میں نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی وہ نور دکھائے۔ حضرت انس نے کہا: آپ نے دعا کی اور میں نے وہ نور دیکھ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے انس جلدی کرو تا کہ ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں پھر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جلدی جلدی چلا پھر ہم نے بھی ہاتھ بلند کئے۔

کتاب الدعا للطبرانی ص 85 رقم الحدیث 206، التاریخ الکبیر 202/3

تفسیر تبیان القرآن 183/4

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز قرار دیا ہے۔

دلیل الطالب

غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

دعا کے آداب میں سے ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کندھوں تک بلند کرے۔

نبی کریم ﷺ نے تقریباً تمیں مقامات پر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے اور دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔ جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت بن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تحفۃ الذاکرین ص:48 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

دعا کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرنا

حدیث:394

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا میں دونوں ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک ان کو ہاتھوں کو اپنے چہرے پھیرتے نہیں تھے ان کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ ترمذی3386 مشکوۃ2245

حدیث:395

حضرت سائب بن یزید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔

ابوداود رقم الحدیث 1492 بیہقی مشکوۃ2255

تحفۃ الذاکرین ص:49 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

حدیث:396

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنی ہتھیلیوں سے مانگو ہاتھوں کی پشت سے نہ مانگو پھر جب فارغ ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیر لو۔

ابوداود1486 مشکوۃ2242

تحفۃ الذاکرین ص:52 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کیونکہ پھیلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھیر لینے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے یہ عملی سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے۔ مرقاۃ

ہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو جو ابھی تک فارغ نہ ہوئے ہو۔ مراۃ شرح مشکوۃ:298/3

نماز استخارہ

استخارہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا

حدیث:397

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام امور میں استخارہ کی تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن کی سورت کی تعلیم فرماتے تھے جب کوئی کسی کام کا قصد کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ یا کہے عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِی وَیَسِّرْهُ لِی ثُمَّ بَارِكْ لِی فِیْهِ

وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ یا کہے عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّی وَاصْرِفْنِی عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِی بِهِ اور اپنی حاجت کا ذکر کرے

بخاری 1166 مشکوۃ 1323 بہار شریعت 17/4

یا هٰذَا الْاَمْرَ پر اپنی حاجت کا نام لے یا دل میں نیت کرے۔

بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے اول آخر الحمد اور درود شریف پڑھے۔ سات بار استخارہ کرے یا تین بار بعض مشائخ سے منقول ہے کہ دعائے استخارہ پڑھ کر قبلہ ہو کر سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو برا ہے اس سے بچے۔

نماز استخارہ اور صلاۃ التسبیح سوائے مکروہ وقت کے کسی وقت بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

نماز فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نفل نماز جائز

نہیں اسی طرح زوال کے وقت نماز ممنوع ہے۔

صلاۃ التسبیح

اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے

حدیث:398

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے چچا کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو نہ دوں، کیا تمہارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اگلے پچھلے پرانے اور نئے جو بھول کر کئے اور جو قصداً کئے صغیرہ اور کبیرہ گناہ، پوشیدہ اور ظاہر گناہ اس کے صلاۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی پھر فرمایا: اگر ہو سکے تو ہر روز ایک بار پڑھو تو ایسا ہی کرو اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو ہر جمعہ کو ایک بار، اگر یہ بھی نہ کرو تو ہر مہینہ میں ایک بار، اگر یہ بھی نہ کرو تو ہر سال میں ایک بار، اگر یہ بھی نہ کرو تو عمر میں ایک بار۔ طریقہ

ہمارے ہاں اس کی ترکیب وہ ہے جو سنن ترمذی میں عبداللہ بن مبارک سے مذکور ہے۔

فرماتے ہیں: اللہ اکبر کہہ سبحانك اَللّٰهُم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك پڑھے پھر سبحان الله والحمد لله ولاإله إلا اللهُ والله اكبر پندرہ بار پڑھے پھر اعوذ بالله اور بسم اللہ اور الحمد اور سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع میں دس بار پھر رکوع سے سر اٹھائے اور بعد تسمیع وتحمید کے دس بار کہے، پھر سجدہ کو جائے اور اس میں دس بار کہے، پھر سجدہ سے سر

اٹھا کردس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اوراس میں دس بار کہے۔یونہی چار رکعات پڑھے ہر رکعت میں 75بار تسبیح اور چاروں میں تین سو ہوئیں اور رکوع وسجود میں سبحان ربي العظيم سبحان ربي الاعلى کے بعد کہے۔

ترمذی482 ابوداود 1297مشکوۃ 1328 بہار شریعت 18/4

صلاۃ الحاجہ

حدیث :399

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہوتو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھ لے پھر اللہ کی حمد وثنا کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر یہ دعا مانگے: لا إلٰه إلا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الحمدُ للهِ رب العالمينَ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ ولا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ترمذی حدیث 479ابن ماجہ 1384مشکوۃ1326

خیال رہے کہ حقیقتاً حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض حاجتیں براہ راست اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعہ سے اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا

ہوتے ہیں اور انہیں مجازی حاجت روا جان کر مشکل کشائی کے لئے ان کے پاس جانا شرک نہیں۔مرقاۃ نے یہاں فرمایا: کہ حاجت سے مراد تمام دینی ودنیاوی ساری حاجتیں ہیں۔

مراۃ304/2

شارح مسلم امام نووی شافعی نے کتاب الاذکار میں یہ دونوں حدیثیں عبداللہ بن اوفی والی اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم والی باب اذکار فی صلاۃ الحاجہ ص :166 میں ایک ساتھ ذکر کی ہیں جس سے ثابت ہوگیا کہ امام نووی کا یہ عقیدہ تھا کہ اب بھی نبی کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے۔

صلاۃ الحاجہ اور نبی کے وسیلہ سے دعا

حدیث:400

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آرام دے۔فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کردوں اور چاہے تو صبر کر اور یہ صبر تیرے لئے اچھا ہے وہ بولا حضور رب سے دعا کردیں راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے اور یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يا مُحَمَّدُ إِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّیْ فِی حَاجَتِی هَذِهِ لِتُقْضَى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف

رحمت والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یارسول اللہ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کرے الٰہی میرے بارے ان کی شفاعت قبول فرما۔ راوی کہتے ہیں فدعا بھذ الدعا فقام و قد أبصر اس نے یہ دعا کی جب وہ کھڑا ہوا تو اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

ابن ماجہ:1385 ترمذی:3578 حاکم 707/1 ابن خزیمہ 1219 مشکوۃ 2495 رواہ البخاری فی التاریخ 2192 ص 209/6

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بیماریوں کی شکایات حضور ﷺ سے کرتے تھے تاکہ الفاظ کے ساتھ زبان کی برکت وتاثیر بھی حاصل ہو یہ ہے توسل کا عقیدہ رب کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی۔

صحابی کا مطلب یہ تھا کہ حضور مجھے آنکھیں بھی مل جائیں اور آخرت کی بھلائی بھی آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

یا یہ مطلب تھا کہ حضور کے صدقہ مجھے آخرت کی نیکیاں تو مل ہی گئی ہیں کہ مجھے رب نے ایمان بخشا آپ کی صحابیت نصیب کی میری یہ ضرورت بھی پوری ہو جائے صحابی نے اس آیت پر عمل کیا ربنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار اس موقعہ پر سرکار نے انہیں خود دعا نہ دی بلکہ دعا اور اپنے وسیلے کے الفاظ انہیں سکھائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر سرکار خود ہی دعا فرما دیتے تو بعد

والے لوگ یہ فیض کیسے پاتے۔

غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ کا وسیلہ اختیار کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اس اعتقاد کے ساتھ کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے وہی عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے

تحفۃ الذاکرین ص:50 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولیٰ 1408ھ

ولی کے وسیلہ سے دعا

غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں

صالحین اولیاء کرام کے وسیلہ کا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگی۔

حدیث:401

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے۔ اور یہ کہتے: اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لے کر

آتے تو ہمیں سیراب کرتا اوراب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کرآئے ہیں ہم پر مینہ برسا تو مینہ برستا۔

بخاری حدیث:1010 کتاب الاستقاء مشکوۃ:1509

تحفۃ الذاکرین ص:50 مطبوعہ بیروت لبنان الطبعۃ الاولی 1408ھ

اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی اور غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالح اور دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طلب کرنا مستحب ہے۔ انتہی

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

یعنی تیرے نبی کی ظاہری حیات میں ہم اس طرح ان کا وسیلہ لیتے تھے کہ ان سے بارش کی دعا کراتے تھے کہ انکے ساتھ جا کر نماز استقاء پڑھتے ان کے چہرۂ انور کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ مولیٰ اس نورانی چہرہ کی برکت سے بارش بھیج

شعر وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان۔

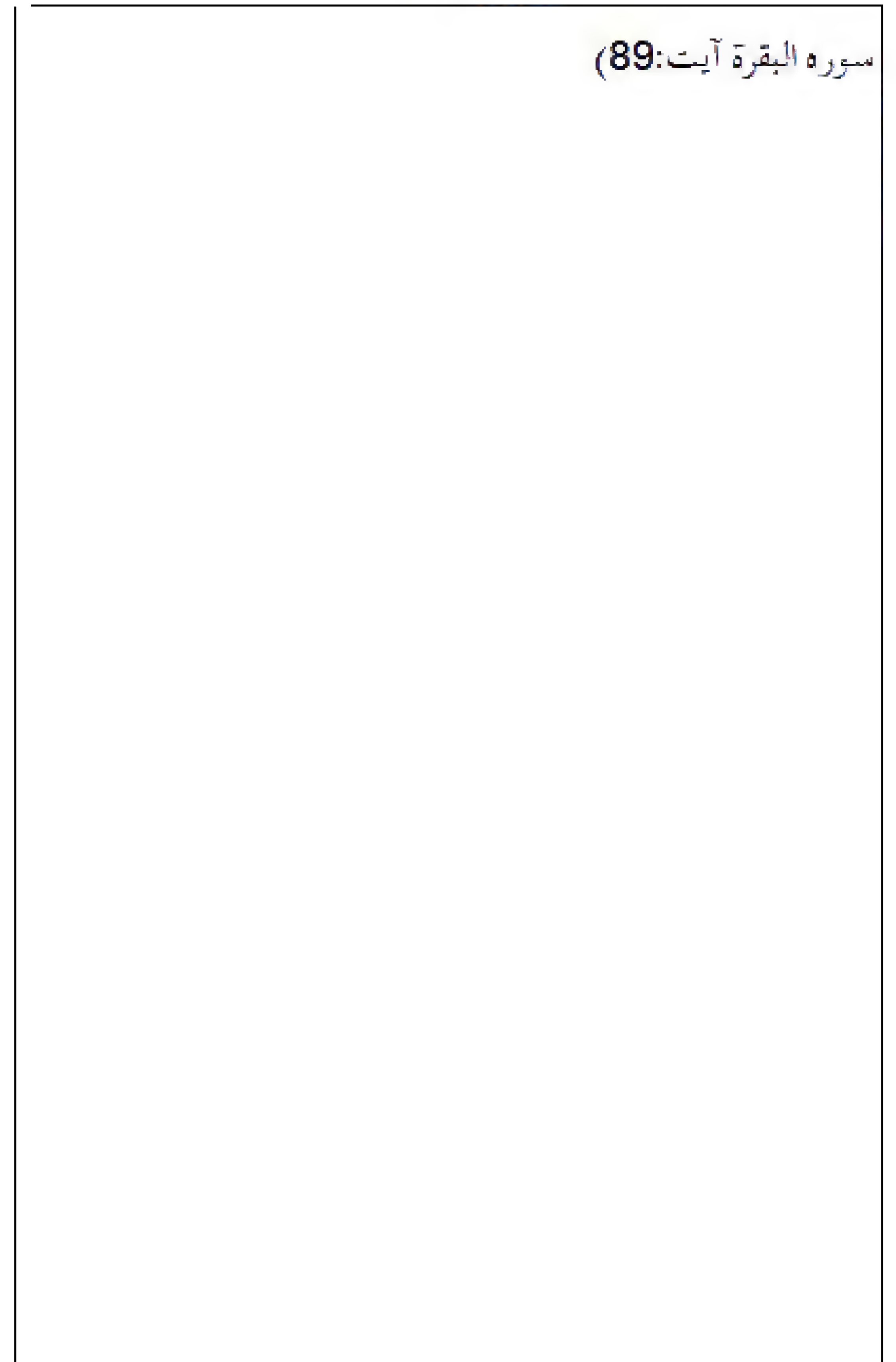
تَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں چین پاتے ہیں۔

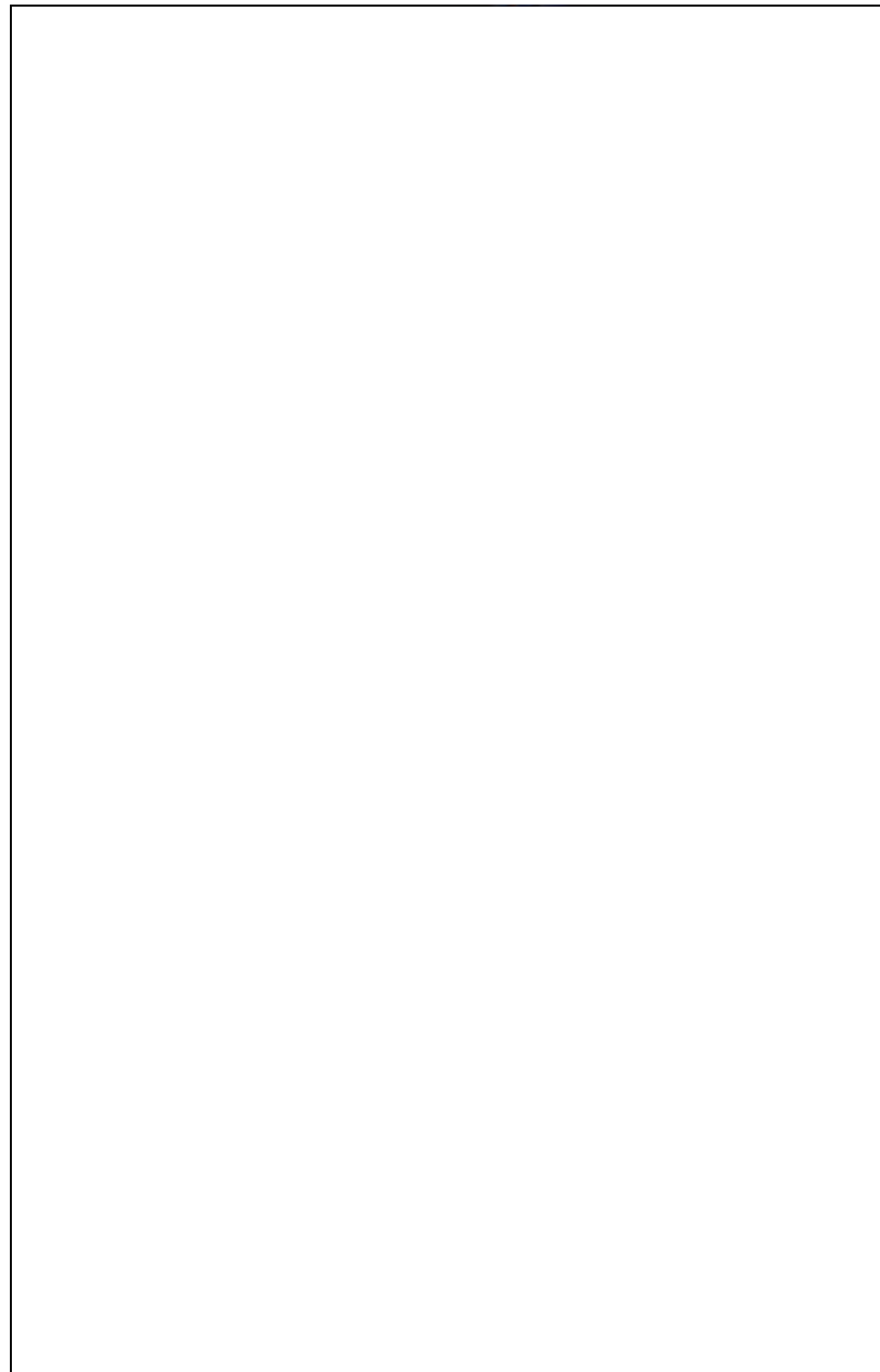
اب ان کی باطنی حیات شریف کی برکت سے یہ اشارہ والا، یہ نمازوں والا وسیلہ ناممکن ہوگیا تو اب ان کے چچا کے وسیلہ سے بارش بھیج ۔خیال رہے کہ حضرت عمر نے حضور ﷺ کی نسبت کا وسیلہ لیا اس لئے عرض کیا کہ اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جس کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا وسیلہ درست ہے۔

اس حدیث کی بنا پر بعض بے عقل عالموں نے کہا کہ زندہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ہے مردوں کا ناجائز جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ چھوڑ دیا مگر یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ اس حدیث میں چھوڑنے کا ایک لفظ بھی نہیں آتا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ اب ہم نے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا (یا اب حضور ﷺ کا وسیلہ ناجائز ہے) دوسرے یہ کہ اگر حدیث کا مطلب یہ ہو تو یہ حدیث قرآنی آیات کے بھی خلاف ہوگی اور دوسری احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (سورہ الکھف آیت :82) آٹھویں بزرگ دادا کی برکت سے ان پوتوں پر اللہ کی رحمت ہوئی کہ ان کی ٹوٹی ہوئی دیوار بنانے کے واسطے دو نبی بھیجے گئے ۔حضرت موسیٰ وہارون کے نعلین وعمامہ کے وسیلہ سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح پا گئے تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے(وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون)سورہ البقرہ آیت:248)

حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اہل کتاب آپ کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح پاتے تھے ۔رب تعالیٰ فرماتا ہے (و كانو من قبل يستفتحون على الذين كفروا



سوره البقرة آیت:89)



یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ وہ اشاروں والا اور حضور ﷺ کے پیچھے نماز استسقاء پڑھنے والا وسیلہ جاتا رہا یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانوں وسیلہ اولیاء بھی درست ہے۔ مرآۃ شرح مشکوۃ 397/2

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تمام صحابہ کرام کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہوگیا۔

اس پر غیر مقلدین اور توسل کے منکرین یہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں توسل سے مراد دعا کی درخواست ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کی تھی۔

دوسری روایات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ لوگ صرف بخاری ہی کی روایت پر ایمان لاتے تو ایسی بے تکی بات نہ کرتے --- بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں ''اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لے کر آتے تو ہمیں سیراب کرتا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں ہم پر مینہ برسا،، یہ عرض اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نہیں اس میں صاف تصریح ہے ''ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں ہم پر مینہ برسا،، یہ عرض اللہ کی بارگاہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ

ہے۔ پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے۔ دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مذکور ہیں ان میں تقریبا یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ کہہ دیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے مردے کا شرک اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ دنیوی جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں تو یوں حضور ﷺ سے توسل درست ہوا۔ اور یہ کہنا کہ اگر حضور اقدس ﷺ سے توسل اب بھی درست ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا۔ یہ پہلی سے بھی بڑی جہالت ہے۔ اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں خصوصاً جبکہ اختیار کردہ طریقہ میں کوئی خاص فائدہ ہو۔ یہاں بجائے حضور ﷺ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل میں ایک اہم افادہ مقصود تھا۔ حضور ﷺ سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا۔ ہو سکتا ہے کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر بتا دیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے انبیاء کرام سے۔

نزہۃ القاری 613/2

اہل بیت کرام کا بعد از وصال کے بعد نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا

حدیث :402

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ اپنا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطاء ہوئی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف میں سلام عرض نہیں کیا۔کیا معلوم اس کے بعد دوبارہ حاضری نصیب ہو یا نہ اس لئے وہ روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کامیابی کے لئے دعا کریں ہر دو نے روضہ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:

: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ بهذا النبي المصطفى و الرسول المجتبى الذي توسل به آدم فاجيبت دعوته وغفرت خطيئته ألا سهلت على عبد الله بن قرط طريقه وطويت له البعيد وأيدت أصحاب نبيك بالنصر إنك سميع الدعا

یا اللہ ہم اس نبی مصطفیٰ و رسول مجتبیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء قبول ہوئی اور ان کی خطاء معاف ہوگئی کہ تو عبداللہ پر اس کا رستہ آسان کر دے اور بعید نزدیک کر دے اور اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کی مدد فتح سے کر دے بیشک تو دعا کا سننے والا ہے اس کے بعد حضرت علی نے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ اب جائیے۔اللہ تعالیٰ حضرات عمر، و عباس، علی و حسن و حسین اور ازواج رسول اللہ ﷺ کی دعا رد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔

فتوح الشام للواقدی ذکر وقعۃ الیرموک ص 109/1 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت کمپیوٹر CD126-178/1

سیرت رسول عربی علامہ توکلی ص822

بعد از وصال وسیلہ کا ثبوت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں نبی ﷺ کے وسیلہ کا ثبوت

حدیث :403

قال الحافظ ابوبكر البيهقي : أخبرنا أبو نصر بن قتادة و أبو بكر الفارسي قالا: حدثنا إبراهيم بن على الذهلي حدثنا يحي بن يحي

حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالحعن مالك الدار رضى الله عنه و كان خازنُ عُمَرَ على الطعام قال:أصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ رضى الله عنه فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ الله! اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْ فَأَتَاهُ رسولُ الله ﷺ فِي الْمَنَامِ فقال: ائْتِ عُمَرَ فَاقْرَئْهُ مِنِّي السَّلاَمَ وَ أَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ مُسْقَوْنَ.

وهذا إسناده صحيح

قال الحافظ ابن حجر: وروى ابن شيبة بإسناد صحيح وقد سيف فى الفتوح : أن الذى راى فى المنام المذكور هو بلال بن حارث المزنى أحد الصحابة قال ابن حجر إسناده صحيح

فتح الباری جلد۲ ص۴۱۵ صحیح البخاری کتاب الاستقاء

حافظ ابوبکر بیہقی چند واسطوں سے فرماتے ہیں کہ حضرت مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ ﷺ کی قبر پر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ !اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُن کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب

دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی تھے رضی اللہ عنہ

فتح الباری جلد۲ ص۴۱۵ صحیح البخاری کتاب الاستقاء

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۱ص۹۱ حوادث عام ثمانیۃ عشر

المفاہیم مترجم از سید علوی مالکی ص۱۵۲

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخورِ اعتناء ہے۔

حدیث:404

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں نبی ﷺ کے وسیلہ کا ثبوت

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے آپ سے اس بات کی شکایت کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم وضو خانہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّه بِكَ

إِلَى رَبِّكَ رَبِّىْ جَلَّ وَعَزَّ فَيَقْضِى لِى حَاجَتِى الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے آپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری کرے۔اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا ، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، دربان نے اس کے لئے دروازہ کھولا اور اس کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کام کیا ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کا وہ کام کر دیا۔اور فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے راستہ

دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔یہ حدیث صحیح ہے

حافظ منذری نے ترغیب وترہیب فی صلاۃ الحاجۃ حدیث :1018 اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد 279/2 میں اس حدیث کو بیان کرکے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن تیمیہ سے حدیث کی تصحیح

امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر 30/9 میں روایت کرکے کہا اس حدیث کو شعبہ ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس روایت کرنے میں متفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے)

ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر متفرد نہیں ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔فتاویٰ ابن تیمیہ 273/1

حدیث:405

حافظ ابو بکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور کہو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی الرحمہ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد ﷺ میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لئے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں، اے اللہ میرے حق میں میری شفاعت قبول کر اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما۔ ،، وإن كانت حاجة فافعل مثل ذلك فرد الله عليه بصره
اور اگر تمہیں کوئی کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔ فتاوی ابن تیمیہ 275/1 مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل سعود

اس روایت پر ابن تیمیہ نے یہ اعتراض کیا ہے ''اور اگر تمہیں کوئی کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا،، یہ عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں نبی ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز ناجائز ہونے میں ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنا

حدیث: 406

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو جب رسول اللہ ﷺ ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وهو حَيٌّ لايَمُوْتُ اغْفِرْ لأُمِّي فاطمةَ بنتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهُ بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

اللہ ہی جلاتا اور وہی مارتا ہے اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی۔ اے اللہ تو اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کو حجت القا فرما ان کی قبر کو وسیع کر بلاشبہ تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ ﷺ نے اور حضرت عباس اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے انہیں قبر میں اتارا۔

اس حدیث میں ایک راوی روح بن صلاح ہے امام ابن حبان اور حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

طبرانی نے اس کو کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے

مجمع الزوائد 256/9 وفاء الوفاء 899/3

بعض لوگ وسیلے کو شرک و بدعت کہتے ہیں شاید ان کو یہ علم نہیں کہ ہمارا فتویٰ کہاں

تک پہنچے گا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وسیلہ والا عقیدہ صرف اہل سنت کا ہے لیکن انہیں کیا معلوم کہ ان کے اس فتویٰ کی زد میں حضرات صحابہ کرام بھی آتے ہیں بلکہ ان کا یہ فتویٰ انبیاء کرام تک پہنچتا ہے۔ اگر ان کے فتاویٰ کو صحیح مان لیا جائے تو قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رہتا اور قرآن وحدیث پر ایمان رکھنا ہے تو وہابیت کا انکار کرنا پڑے گا دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے دس نواقض الاسلام لکھے ہیں اُن میں دوسرا یہ ہے:

کہ جس نے اللہ اور اپنے درمیان کسی کو وسیلہ بنایا یا اُن سے شفاعت طلب کی وہ کافر ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کا یہ فتویٰ خود ان پر لوٹے گا کیونکہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ قرآن نے خود وسیلہ کا حکم دیا ہے۔

باب نمبر: 11

مرد اور عورت کی نماز میں فرق

غیر مقلدین کے نزدیک مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے

لیکن مرد اور عورت کی نماز میں یہ تفریق خود حضور ﷺ سے منقول ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ پہلے مردوں کے متعلق احادیث بیان کی جاتی ہیں پھر عورتوں کے متعلق بیان کی جائیں گی۔

حدیث: 407

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

مسلم 495 بخاری 390 مشکوۃ 891

مراد یہ ہے کہ بازوؤں کو کروٹ سے دور رکھتے اتنا کہ بغل کی سپیدی نظر آجاتی اگر چادر اوڑھے نماز پڑھتے تو چادر کچھ سرک جاتی اور بغل نظر آجاتی اور اگر قمیص میں نماز پڑھتے تو بغل کی سفیدی کی جگہ نظر آجاتی اس طرح کہ اگر کپڑا نہ ہوتا تو بغل دیکھ لی جاتی۔ ابو نعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ بغل کی سپیدی آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

حدیث: 408

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِعْتَدِلُوا فِی السُّجُوْدِ سجدہ اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیوں کو (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھائے۔

مسلم 493 بخاری 822 مشکوۃ 888

سجدے میں اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ نہ بہت پھیلو نہ بہت سکڑو دونوں کی درمیانی حالت میں رہو۔ اور سجدے میں صرف ہتھیلیاں زمین پر لگیں۔ کلائی کہنی وغیرہ سب اٹھی رہیں یہی سنت ہے کہنیاں بچھانا مکروہ۔ یہ حکم مردوں کے لئے خاص ہے جیسا کہ مذکر کے صیغہ سے ظاہر ہے اگر عورتیں اس حکم میں شامل ہوتی تو ارشاد فرمایا جاتا اعتــــدلــن

عورتوں کو حضور ﷺ نے سجدہ کا خاص طریقہ ارشاد فرمایا کہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں۔

حدیث :409

یزید بن ابی حبیب سے مرسلا روایت ہے

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ: إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الأَرْضِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ

کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے۔ جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیوں کہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں۔

مراسیل ابی داود ص ۸

حدیث :410

حضرت ابن عمر نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

إِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُونُ لَهَا

عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ رانوں سے چپکا لے ایسے طور پر کہ اس کے لئے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔

کنز العمال 117/4 مطبوعہ حیدرآباد دکن میں بیہقی اور ابن عدی کے حوالے سے۔

رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات سے جہاں عورت کے سجدہ کا مسنون طریقہ معلوم ہوا کہ اسے بالکل سمٹ کر اور زمین سے چپک کر سجدہ کرنا چاہئے۔ وہاں دو اہم ترین اصول بھی معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نماز کے تمام کے احکام اوّل سے آخر تک مردوں اور عورتوں کے یکساں نہیں بلکہ بعض احکام مردوں کے لئے الگ ہیں اور عورتوں کے لئے الگ۔ ہر صنف کو ان احکام کی پابندی لازم ہے۔ جو اس سے متعلق ہوں۔

مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت کی اجازت نہیں۔

دوسرا اہم اصول یہ معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے نماز کی وہ ہیئت مسنون ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ستر ہو۔ چونکہ مرد و عورت کی نماز میں یہ تفریق رسول اللہ ﷺ نے خود فرما کر اس کے لئے ایک اصولی قاعدہ ارشاد فرمایا اس لئے امت کا تعامل متوارث اسی کے مطابق چلا آتا ہے۔

حدیث :411

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا

ترجمہ: جب عورت سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنی رانوں کو ملالیا کرے۔

کنز العمال :232/4

حضرات فقہاء جب عورتوں کے ان مسائل کا ذکر کرتے ہیں تو اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے

والمرأۃُ تَنْخَفِضُ فِی سُجُودِها وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَیْهَا لأنَّ ذٰلِكَ اسْتَرُ لَهَا

ترجمہ:اورعورت اپنے سجدہ میں سمٹ جائے۔اوراپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملالے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کی چیز ہے۔

یہ قریب قریب وہی الفاظ ہیں جو اوپر والی حدیث میں منقول ہے اور قعدہ کی ہیئت کو ذکر کرتے ہوئے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

فَإن كَانَتِ امْرأةٌ جَلَسَتْ عَلَى اِلْيَتِهَا الْيُسْرَى وَاَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا إلَى الْجَانِبِ الأيْمَنِ لأنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا

ترجمہ:اگرعورت ہوتو اپنے سرین پر بیٹھ جائے اور پاؤں دائیں جانب نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کی چیز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کےاس ارشادفرمودہ اصول کی رعایت صرف فقہائے احناف نے ہی نہیں کی بلکہ قریب قریب تمام ائمہ اورفقہاءامت نے اس اصول کوملحوظ رکھا ہے۔

عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

نماز کی حالت میں سترعورت فرض ہے،مرد کا ستر ناف سے لے کرگھٹنوں تک ہے اورعورت کا ستر تمام جسم ہے،صرف چہرہ،ہاتھوں اورپیروں کا استثناء ہے۔

مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو قمیص،شلواراورعمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے،غیر مقلدین حضرات حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے باوجوداورکپڑوں کے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سرکھلارکھتے ہیں قمیص،شلوار،شیروانی وغیرہ سب پہنتے ہیں صرف سرنہ ڈھانپنے کے لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بہانہ بناتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھا کریں قمیص اتارلیں اورتہہ بند باندھ کرنماز پڑھیں اورپڑھایا کریں

۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عمل بیان جواز کے لئے تھا جب کسی نے ان کوایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو تعجب کرتے ہوئےسوال کیا تو فرمایا: نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دوکپڑے تھے یعنی اگرایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو اس غریبی کے زمانہ میں ہم میں سے کسی کی نماز نہ ہوتی یعنی میرا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے ورنہ سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیص تہہ بندیا شلواراورٹوپی اورعمامہ

ہمیں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جس وضع اورہیئت میں ہم دنیا دارمعززلوگوں کے سامنے جانا خلاف ادب گردانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے

ہونے سے اجتناب کرنا چاہئے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھاپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ﴾ سورہ الاعراف 31

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ بدبودار کپڑے اور بدبودار منہ لے کر مسجد میں نہ آئے ایسے ہی ننگا مسجد میں داخل نہ ہو۔

اور سنت یہ ہے کہ آدمی بہتر ہیئت کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہو کیونکہ نماز رب سے مناجات ہے تو اس کے لئے زینت کرنا عطر لگانا مستحب جیسا کہ ستر طہارت واجب ہے۔

تفسیر نور العرفان وخزائن العرفان

حدیث: 412

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے فرمایا: اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔

سنن کبریٰ 236/2

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، تہبند اور عمامہ۔

بدائع الصنائع 219/1

اور رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اور جو تمہیں رسول عطا کریں لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ﴾ سورہ الحشر آیت ۷

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ باندھنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے گویا عمامہ باندھنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔

حدیث: 413

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلاۃُ فِی الْعَمَامَۃِ تَعْدِلُ بِعَشَرِ الافِ حَسَنَۃٍ ۔

عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

المسند الفردوس للدیلمی ۲/۴۰۶

(جامع الاحادیث از امام احمد رضا)

حدیث: 414

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم عمامے اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے اور انہیں اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ 4371

ہمیشہ یا نماز کے وقت عمامہ باندھا کرو۔عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔مگر عمامہ سنت کے مطابق چاہئے کہ ٹوپی پر باندھا جائے مع شملہ کے ہو عام دنوں میں سات ہاتھ (ساڑھے تین گز) جو جمعہ کی نماز میں بارہ ہاتھ (چھ گز) شملہ آدھی پیٹھ تک ہو۔

حضور ﷺ عمامہ پشت کے پیچھے لٹکاتے تھے کبھی داہنی جانب سینہ پر بھی ہوتا تھا دونوں طریقے سنت ہیں۔مراۃ شرح مشکوۃ 121/6

"مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات،، میں ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کا عمامہ شریف عام حالات میں سات ہاتھ تھا اور اور جمعہ اور عیدین میں بارہ ہاتھ تھا۔

حدیث: 415

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔

ترمذی 1736 مشکوۃ 4338

یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارکہ جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں عذبہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ پر یا سینہ پر مگر

سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے۔مرقات اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا ممنوع ہے مسلمان کا عمامہ ٹوپی اور شملہ سے ہوتا ہے۔

حدیث: 416

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

ترمذی حدیث 1784 ابو داود 4078 مشکوۃ: 4340

حدیث: 417

حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادتی بھی ہے۔

عمامہ کا ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس کے بدلے میں قیامت کے دن نور عطا کیا جائے گا۔الباوردی

یعنی بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا طریقہ مشرکین ہے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا طریقہ مومنین ہے۔

مراۃ 105/6

حدیث: 418

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دو رکعتیں عمامہ کے ساتھ بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔اخرجہ الدیلمی

حدیث :419

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نفل اور فرض نماز عمامہ کے ساتھ بلا عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بلا عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ اخرجہ ابن عساکر

حدیث :420

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے عمامہ باندھا تو اسے میرے آگے اور میرے پیچھے لٹکا دیا۔

ابوداود 4079 مشکوۃ 4339

اور عمدۃ القاری میں ہے اس کا شملہ چار انگل کی مقدار پیچھے لٹکایا۔ 306/16

یعنی میرے سر پر خود اپنے دست مبارک سے عمامہ لپیٹا۔ آج کل فارغ التحصیل طلباء کے سروں پر علماء عمامے لپیٹتے ہیں جسے دستار بندی کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ بعض لوگ آخری شملہ اونچا رکھتے ہیں جسے طرہ کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے

عمامہ کا پہلا شملہ تو سینہ پر ڈالا اور آخری شملہ پیٹھ پر ڈالا یہ ہی سنت ہے یہاں مرقات میں فرمایا گیا کہ یہ دوسرا شملہ کبھی رکھا گیا ہے کبھی نہیں۔ انتہی شملہ کم از کم چار انگل ہو زیادہ سے زیادہ آدھی پیٹھ تک اس سے زیادہ ممنوع ہے۔ شملہ پشت پر رہے یا داہنے ہاتھ کی طرف سینہ پر بائیں ہاتھ کی طرف سنت کے خلاف ہے کھڑے ہو کر باندھنا سنت

ہے مسجد میں باندھے یا کہیں اور۔ مراۃ شرح مشکوۃ 105/6

حدیث :421

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

رواہ الطبرانی مجمع الزوائد 51/2

امام شعرانی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

کشف الغمہ 87/1

حدیث :422

حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عمامہ باندھو تمہارا حلم زیادہ ہوگا۔ اور عمامے عرب کا تاج ہیں۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر وابن عدی والبیہقی

حدیث :423

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عمامے عرب کا تاج ہیں اور جب وہ عمامے اتار دینگے تو اپنی عزت اتار دینگے۔

(اخرجہ الدیلمی فی الفردوس)

سیاہ رنگ کا عمامہ شریف

حدیث :424

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بدر کے دن ملائکہ کی نشانی سیاہ عمامے تھے اور احد کے دن سرخ۔

اخرجہ الطبرانی فی الاوسط

حدیث :425

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

مسلم حدیث 1359 مشکوۃ :1410

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا تھا اور عمامہ کے ساتھ نماز بغیر عمامہ کی نماز سے افضل ہے اور رسول پاک ﷺ کی سنت ہے اور سنت پر عمل کرنے والے اہل سنت ہیں اور اہل سنت ہی اہل

محبت ہیں اور اہل محبت ہی اہل جنت ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حدیث:426

جس نے میری سنت سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا اور جس نے مجھ سے پیار کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ترمذی 2678 مشکوۃ 175

سرخ ،سفید، سیاہ اور سبز عمامہ شریف کا جواز

اہل جنت کا لباس بھی سبز ہوگا اور رسول کو بھی سبز رنگ بہت پسند تھا۔ جیسا کہ تفسیر مظہری 33/2 میں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

وہ اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز کپڑے کریب اور قنادیز کے پہنیں گے ۔سورۃ الکہف آیت: 31

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ رب کو سبز رنگ بہت پسند ہے، اسی لئے جنت کی زمین سبز، شہداء کی روحوں کا رنگ سبز، حضور ﷺ کے روضہ کا رنگ سبز وغیرہ۔ تفسیر نور العرفان

حدیث:427

سلیمان بن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے مہاجرین اولین کو سوتی کپڑے کے سیاہ، سفید، سرخ اور سبز عمامے باندھے دیکھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ 241/8

حدیث :428

عن أبي رمثة رضى الله عنه قال : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ الله ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ آپ پر دو سبز کپڑے تھے

نسائی 204/8 حدیث 5334 ترمذی 2812 ابوداود احمد 7075/2 مشکوۃ 4359

(سبز عمامہ اور دعوت اسلامی از ابوکلیم محمد صدیق)

غیر مقلدین کا نماز میں ٹانگیں چوڑی کر کے پہلوانوں کی طرح کھڑے ہونا

حدیث :429

حضرت انس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اپنی صفیں سیدھی کرو میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے سے اور اپنے قدم اس کے قدم سے

ملائے رکھتا۔

بخاری :725

مفتی شریف الحق امجدی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غیر مقلدین اس سے استدلال کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ہر نمازی اپنے پاؤں کے ٹخنے اپنے برابر والے کے ٹخنوں سے چپکا کر کھڑا ہو۔ اسی وجہ سے یہ نماز میں ٹانگوں کو اس طرح پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ کشتی کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔ اسی لئے جیسے پہلوان کشتی سے پہلے سینے پر دونوں ہاتھ باندھتے ہیں یہ بھی سینے پر ہی باندھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ عمل پوری امت کے تعامل کے خلاف ہے۔ پوری امت نے يلزق منكبه بمنكب صاحبه و قدمه بقدمه کے معنی یہ مراد لئے ہیں کہ خوب مل کر کھڑے ہوں اور یہ اتصال صفوف میں مبالغہ پر محمول ہے انسان کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ مونڈھوں سے مونڈھے اچھی طرح ملانے کے بعد بھی ٹخنوں سے ٹخنے ملانے میں کافی تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اور کھڑے ہونے کی ہیئت بھی انتہائی بھونڈی ہو جاتی ہے۔ تکلف اور مشقت کی وجہ سے خشوع وخضوع میں بھی خلل واقع ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے قدم کو قدم سے ملانے کا حکم دیا ہو اور اس حدیث میں جو ہے یہ اصل میں راوی نے اتصال کا جو منظر دیکھا تھا اس کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا۔

علاوہ ازیں با کبھی اتصال مجازی بمعنی قرب مکانی کے لئے بھی آتا ہے جیسے مررت بزید میں ہے اس تقدیر پر اتصال کا مطلب یہ ہوتا ہے اتنا قریب ہوا کہ جسے عرف

میں اتصال کہہ سکیں۔ بالکل چپکنا مراد نہیں ہوتا ہے تو اب لزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کے ٹخنے دوسرے سے اتنے قریب ہوتے جو نمازی کے حال کے مناسب ہے جسے عرف میں اتصال کہہ سکیں۔

یہاں یہ خاص بات قابل لحاظ ہے کہ تعامل سلف ایسی اہم چیز ہے کہ اس سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا امام ترمذی کتنی جگہ فرماتے ہیں حدیث حسن صحیح ہے مگر عمل اس پر نہیں کتنی جگہ فرمایا: یہ حدیث ضعیف ہے مگر عمل اس پر ہے۔

اسی طرح یہاں تعامل امت اس پر ہے کہ وہ مونڈھوں کو مونڈوں سے خوب ملا کر کھڑے ہوتے ہیں مگر قدم کو قدم سے بالکل چپکاتے نہیں۔ بلا تکلف فطری ہیئتوں پر قدموں میں جتنا فاصلہ ہونا چاہئے اختیار کرتے ہیں۔

نزہۃ القاری شرح بخاری 376/2

تشہد میں انگلی کھڑی کرنا

حدیث: 430

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں دائیں پر اور شہادت کے وقت ترپن کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

مسلم 580 مشکوۃ 906

امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سبابہ (انگشت شہادت) کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور سبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپن کا عقد کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اشهد أن لا إله إلا الله میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تا کہ نفی کے ساتھ رفع اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔

امام محمد تحریر کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔

امام محمد فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

موطا امام محمد

حدیث: 431

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلی اٹھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے اس سے اشارہ کرتے تھے۔

ابو داود 957 مشکوۃ 911

یعنی ہلانے سے مراد انگلی کا اٹھانا اور گرانا ہے کیونکہ اس سے بھی انگلی کو حرکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ آپ انگلی نہیں ہلاتے تھے یہ

حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں۔

حدیث :432

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے مگر اسے ہلاتے نہ تھے۔

ابوداود 990 مشکوۃ 912

احناف کے نزدیک دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ جس حدیث میں تحریک کا اثبات ہے وہاں اشارہ کرنے کے لئے اٹھانے اور پست کرنے کی حرکت مقصود ہے اور جس حدیث میں تحریک کی نفی ہے وہاں اشارہ والی حرکت کے علاوہ مزید حرکت کی نفی کرنا مقصود ہے لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔

امام بیہقی حدیث وائل کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں۔

فیحتمل أن یکون المراد بالتحریك الاشارة بها لاتکریر تحریکها

فیکون موافقا لروایة ابن الزبیر

السنن الکبری للبیہقی 132/2

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت وائل کی حدیث میں تحریک سے مراد اشارہ ہے نہ یہ کہ اس کو ہلاتے ہی رہنا اس طرح وہ حدیث بھی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہوجائے گی۔

شرائط نماز آٹھ ہیں

نماز کے فرائض دو قسم پر ہیں

۱-وہ فرائض جن کو نماز سے قبل کیا جاتا ہے ان کو شرائط کہتے ہیں

۲-وہ فرائض جن کو نماز میں ادا کیا جاتا ہے ان کو ارکان کہتے ہیں

صحت نماز کی آٹھ شرطیں ہیں کہ جن کے بغیر نماز نہیں ہوگی

اَلْـوَقْتُ وَطَهَارَةُ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ وَالْمَكان وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَالنِّيَةُ وَتَكْبِيْرَةُ الاولی

۱- وقت کا ہونا ۔۲-طہارت یعنی جسم کا پاک ہونا۔۳ کپڑوں کا پاک ہونا۔۴ جگہ کا پاک ہونا ۔۵-ستر عورت یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے ۔۶ -قبلہ کو منہ کرنا ۔۷-نیت کرنا ۔۸-تکبیر تحریمہ۔

(خلاصہ کیدانی)

بہار شریعت میں شرائط نماز چھ بیان کئے گئے ہیں اس میں طہارت البدن والثوب والمکان کو ایک شمار کیا گیا ہے۔

ستر عورت

نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔

نیت کرنا۔

نیت دل کے پکے ارادے کو کہتے ہیں محض جاننا نیت نہیں تاوقتیکہ ارادہ نہ ہو۔نیت میں زبان کا اعتبار نہیں یعنی اگر دل میں مثلاً ظہر کا قصد کیا اور زبان سے لفظ عصر نکلا ظہر کی نماز ہوگئی ۔

نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی پوچھے کون سی نماز پڑھتا ہے تو فوراً بلا تامل بتادے اگر حالت ایسی ہے کہ سوچ کر بتائے گا تو نماز نہ ہوگی ۔زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اور اس میں عربی کی کچھ تخصیص نہیں فارسی اردو وغیرہ میں بھی ہوسکتی ہے اور تلفظ میں ماضی کا صیغہ ہو مثلاً نویت یا نیت کی میں نے ۔درمختار۔بہارشریعت 32/3

تکبیر تحریمہ۔

تحریمہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو چیزیں مباح تھیں وہ بھی حرام ہو جاتی ہیں مثلاً کلام اور کھانا پینا وغیرہ

نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ رکن ہے باقی نمازوں میں شرط (درمختار)

فرائض یا ارکان نماز چھ ہیں

١ – التحریمة ٢ –والقیام ٣ – والقراءة ولو آیة ٤ – والرکوع
٥–والسجود ٦ – والقعدة الاخیرة قدر التشهد

١-تکبیر تحریمہ۔٢-قیام ۔٣-قراءت اگرچہ ایک آیت ہو۔٤-رکوع۔٥-سجود۔٦ تشہد کی مقدار آخری قعدہ۔

ترتیب

قیام و رکوع وسجود وقعدہ اخیرہ میں ترتیب فرض ہے۔اگر قیام سے پہلے رکوع کرلیا پھر قیام کیا تو وہ رکوع جاتا رہا اگر بعد قیام پھر رکوع کرے گا نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں یونہی رکوع سے پہلے سجدہ کرنے کے بعد اگر رکوع پھر سجدہ کرلیا ہوگئی ورنہ نہیں ۔درمختار بہارشریعت

(خلاصہ کیدانی وبہارشریعت)

١-تکبیر تحریمہ

حقیقۃً یہ شرائط نماز سے ہے مگر چونکہ افعال نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے اس وجہ سے فرائض نماز میں اس کا شمار ہوا۔جن نمازوں میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تحریمہ کے لئے قیام فرض ہے تو اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا پھر کھڑا ہوگیا نماز شروع ہی نہ ہوئی ۔(درمختار عالمگیری)

امام کو رکوع میں پایا اور تکبیر تحریمہ کہتا ہوا رکوع میں گیا یعنی تکبیر اس وقت ختم کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے تک پہنچ جائے نماز نہ ہوئی ۔

نماز میں ہر فرض کی ادائیگی ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی فرض عمداً یا بھول کر چھوڑ دیا تو نماز جائز نہ ہوگی اس وقت نماز دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا اگر کوئی فرض رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز مکمل نہیں ہوگی بلکہ اس وقت نماز دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

واجبات نماز

نماز میں 21 چیزیں واجب ہیں اگر ان میں سے کوئی واجب عمداً چھوڑ دیا جائے تو نماز لوٹانا پڑے گی اور اگر بھول سے کوئی واجب رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

١-قراءة سورة الفاتحة ٢ – وضم سورة أو ثلاث آيات قصيرة او آية طويلة معها ٣– تقديم الفاتحة على السورة ٤ –وتعيين القراءة فى الأوليين من الفرائض ٥– و القعدة الاولى ٦– والتشهد فى القعدتين ٧–و الطمانينة فى الركوع والسجود ٨– والقومة ٩– والجلسة 10 – وقنوت الوتر 11 – وتكبير القنوت 12-وتكبيرات العيدين الزوائد 13– وتكبير ركوعهما 14۔ وجهر الإمام بالقراءة فى الصلاة الجهرية مثلاً فى الفجر والجمعة و العيدين والتراويح والوتر فى رمضان وفى اولى العشاء ين ۔ 15– وإسرار الإمام بالقراءة فى الصلاة السرية فى الظهر والعصر و فيما بعد أولى العشاء ين 16۔ إنصات المقتدى وقت قراءة الإمام 17۔ومتابعة الإمام على أى حال وجده سوى القراءة ۔18 وإتيان كل فرض فى مواضعه وإتيان كل واجب كذلك 19-والخروج بلفظ السلام 20 وسجدة التلاوة على الإمام و المنفرد 21 وسجدة السهو على الإمام و المنفرد بتركه واجبا من الواجبات۔

ترجمہ:

١-سورہ فاتحہ پڑھنا۔٢-اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا یا تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت پڑھنا۔سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی ہر رکعت میں واجب ہے ٣-فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔٤-فرضوں کی پہلی دو رکعتوں کو قراءت کے لئے مقرر کرنا۔٥ دو رکعتوں کے بعد پہلا قعدہ ٦ -دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا۔٧-تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجود اطمینان کے ساتھ ادا کرنا ٨-قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔٩-جلسہ دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔١٠-وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا۔ 11-تکبیر قنوت ۔12 - دونوں عیدوں میں چھ تکبریں کہنا۔ 13-عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع۔ 14-امام کا جہری نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرنا مثلاً نماز فجر، جمعہ دونوں عیدوں، نماز تراویح رمضان کے وتروں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں۔ 15- امام کا سری نمازوں میں آہستہ قراءت کرنا مثلاً ظہر، عصر اور مغرب وعشاء کی آخری رکعتوں میں۔ 16 امام جب قراءت کرے بلند آواز سے خواہ آہستہ اس وقت مقتدی کا خاموش رہنا۔ 17- سوائے قراءت کے تمام واجبات میں امام کی متابعت کرنا۔ 18-ہر واجب وفرض کا اس کی جگہ پر ہونا 19 -لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا 20-آیت سجدہ پڑھی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا۔ 21 سہو ہوا ہو تو سجدہ سہو کرنا۔۔

(بہار شریعت وقدوری)

سجدہ سہو کا طریقہ

نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کے ترک کرنے سے، یا فرض کی تاخیر سے (کہ درحقیقت وہ بھی ترکِ واجب ہے) نماز میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مثلاً نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے رہ گئی یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا رہ گیا یا قعدہ اولی رہ گیا یا تین رکعات کے بعد بیٹھ کر چوتھی رکعت میں کھڑا ہوا اور اس طرح فرض میں تاخیر ہوگئی ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کر لے اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے۔

سجدہ سہو میں ائمہ کے مسالک حسب ذیل ہیں:

حنفیہ: سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

شافعیہ: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے

مالکیہ: نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ سہو کرے۔

حنابلہ: جن صورتوں میں رسول اللہ ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعض میں سجدہ کرے۔

سجدہ سہو میں ائمہ کا اختلاف اولویت میں ہے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

ہر مجتہد اپنے ذوق اجتہادی اور قرائن سے ایک جانب کو ترجیح دی ہے حنفیہ کے نزدیک قبل السلام والی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں اور بعد السلام والی بیان اولویت پر۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا صریح قول ہے کہ "سلام کے بعد دو سجدے کرے"، شوافع جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان میں حضور ﷺ کا فعل ذکر ہے کہ آپ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا اور یہ احادیث ان احادیث سے معارض ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ نے سلام کے بعد سجدہ کیا، رہا یہ کہ بعض احادیث میں آپ ﷺ کا قول ہے کہ "سلام سے پہلے سجدہ کرو، تو ان روایات کی اسانید میں ضعف ہے مثلاً حضرت ابوسعید کی روایت مسلم میں متصل ہے (571) لیکن امام مسلم اس کے اتصال میں منفرد ہیں امام مالک اس کو مرسلا روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو نسائی میں ہے اس کی سند میں یوسف ہے اس کے بارے میں نسائی کہتے ہیں غیر مشہور راوی ہے۔ اس کے برخلاف صحیح روایات میں آپ ﷺ کا قول ہے کہ سلام کے بعد سجدہ کرو۔ مثلاً عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے۔

حدیث: 433

ان رسول اللہ ﷺ قال:

من شك فی صلاته فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم

جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ صحیح ابن خزیمہ 125/1

حدیث :435

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لکل سھو سجدتان بعد ما یسلم ہر سہو میں سلام کے بعد دو سجدے ہیں ۔ابو داود:1038 سنن کبری 337/2

امام مالک نے ایک مرتبہ ہارون رشید کے سامنے بیان کیا کہ اگر نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ سہو کرے ۔امام ابو یوسف نے اعتراض کیا کہ اگر کسی شخص سے نماز میں کمی بھی ہو اور زیادتی بھی ہو تو وہ کیا کرے؟ امام مالک سے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں بن سکا امام احمد بن حنبل کے مذہب پر بھی یہ اعتراض بعینہ وارد ہوتا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں

سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے یا بعد میں؟ اس میں تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا جائے ان حضرات کی دلیل حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھا آپ دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے اور قعدہ بھول گئے ۔آپ نے نماز جاری رکھی اور نماز کے آخر میں سلام سے قبل دو سجدے کئے ۔

طحاوی 438/1 بخاری 829 مسلم 570 مشکوۃ 1018

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر نماز میں کمی کے باعث سجدہ سہو لازم ہوا تو وہ سلام

سے پہلے ہوگا اور اگر اضافے کی وجہ سے ہوا تو سلام کے بعد ہوگا---ان حضرات کی دلیل حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والا واقعہ ہے تو حضور ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نماز میں سہو کسی صورت میں ہو سجدہ سہو سلام کے بعد ہوگا احناف کا موقف یہی ہے۔

ان کی دلیل

حدیث :436

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ سے سہو ہو گیا آپ دو رکعتوں کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے ہم نے متوجہ کرنے کے لئے تسبیح کہی لیکن آپ نے نماز جاری رکھی جب نماز مکمل کر چکے تو سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے۔

طحاوی 439/1

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بھولنے سے کمی واقعہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں موجود تھے اور وہاں نماز میں اضافہ کے باعث سجدہ سہو کیا گیا جو سلام سے پہلے تھا لیکن بعد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز میں سہو سے

اضافے کے باعث بھی سلام کے بعد سجدہ کیا۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مضمون کی روایت مروی ہیں اور قیاس بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ سجدہ سہو بھولنے کے فوراً بعد نہیں ہوتا جبکہ سجدہ تلاوت واجب ہونے کے بعد فوراً ادا کیا جاتا ہے۔اب اس بارے میں تو اتفاق ہے کہ سجدہ سہو نماز کے آخر میں کیا جائے گا لیکن اختلاف یہ ہے کہ سلام سے پہلے ہوگا یا بعد میں۔تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب تمام نماز سجدہ سہو سے پہلے ہو تو سلام بھی پہلے ہونا چاہئے۔

حدیث :437

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر پانچ رکعت پڑھ لی آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا نماز میں زیادتی کی گئی ہے؟ فرمایا کیا بات ہے۔عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعات پڑھ لیں ہیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کر لئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔

بخاری 401 مسلم 572 مشکوۃ:1016

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی چونکہ اس سوال جواب کے باوجود نماز باقی تھی لہذا سجدہ سہو کر لیا اب ایسا نہیں ہوسکتا۔

خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو کسی سے کلام کرنے سے قبل فوراً سجدہ سہو میں گر جائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے پہلا سلام سہو کا ہو جائے گا دوسرا نماز کا۔مراۃ 146/2

سجدہ سہو کے بعد تشہد

حدیث:438

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی کچھ بھول ہوگئی تو دو سجدے کئے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا

ترمذی 395 ابوداود:1039 مشکوۃ باب السہو حدیث 1019

اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے۔

حدیث:439

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھول یہ ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھ جائے یا (تین چار رکعت والی نماز میں) دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے۔تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

طحاوی 441/1

نماز کی رکعات میں شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار

اگر کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے شک ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کتنی رکعات پڑھی ہیں تو اسے کیا کرنا چاہئے۔؟

پہلا قول یہ ہے کہ وہ دو سجدے کر کے آخر میں سلام پھیر دے اس کے علاوہ اس پر کچھ لازم نہیں ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آئے اور اس پر اس کی نماز مشتبہ کر دے اور اسے پتہ نہ چلے کہ کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ قعدے کی حالت میں سجدہ کر لے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ کم تعداد رکعات پر بنیاد رکھتے ہوئے اتنی نماز پڑھے کہ اسے نماز مکمل ہونے کا یقین ہو جائے ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نماز کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مذاکرہ کر رہا تھا تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، سنائیں انہوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو نماز پڑھنے میں شک ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے حتیٰ کہ زیادہ ہونے کا شک ہو جائے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں نمازی اپنی غالب رائے کا اعتبار کر کے اس پر عمل کرے پھر سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرے اور اگر کوئی رائے قائم نہ ہو سکے تو کم رکعات کا اعتبار کرے حتیٰ کہ اسے یقین ہو جائے کہ جتنی نماز اس پر فرض تھی وہ پڑھ چکا ہے حضرت امام ابو حنیفہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے

حدیث:440

ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بھول جائے تو سوچ وبچار کرے اور دو سجدے کر لے۔

تمام روایات پر اسی صورت میں عمل ہو سکتا ہے جب تیسرا قول اپنایا جائے، کیونکہ اس حدیث سے پہلے دو قسم کی احادیث کی نفی نہیں ہوتی جبکہ ان میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے اس حدیث کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ قیاس بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ جس چیز کو یقین کے ساتھ شروع کیا جائے اس سے باہر آنے کے لئے بھی یقین چاہئے مثلاً شعبان کی تیس تاریخ یوم شک ہو تو ہم روزہ نہیں رکھتے بلکہ جب چاند کا یقین ہو جائے تب رکھتے ہیں پھر تیس رمضان مبارک کو بھی محض شک کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑتے بلکہ چاند کا یقین ہو جائے تب روزہ ترک کرتے ہیں اسی طرح جب نماز کو یقین کے ساتھ شروع کیا تو اس سے باہر آنے کے لئے بھی یقین کی ضرورت ہے۔

طحاوی باب الرجل یشک فی صلاتہ 431/1

نماز میں کلام کرنا

آغازِ اسلام میں دورانِ نماز ضرورت کی بات چیت جائز تھی لیکن بعد میں اس کی اجازت نہ رہی۔ لہذا سجدہ سہو کی جن روایات میں نماز اور سجدہ سہو کے مابین بات چیت کا ذکر ملتا ہے۔ وہ ابتدائی دور کے متعلق ہیں۔ اب اس کی بجائے صرف سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنے سے پہلے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور دوبارہ نماز ادا کرنا ہوگی جیسے کہ دوران نماز بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر پانچ رکعت پڑھ لی آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی ہے؟ فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا آپ نے پانچ پڑھ لیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کر لئے۔

گویا اس وقت دوران نماز گفتگو جائز تھی لیکن پھر آپ نے فرمایا: کہ اگر امام بھول جائے تو مقتدی سبحان اللہ کہیں تا کہ امام کو اصل کیفیت یاد آ جائے گویا اب مقتدی پہلے کی طرح خاموش نہیں رہیں گے کہ سلام کے بعد امام کو بتادیا جائے۔ چونکہ اب نماز میں گفتگو کی ممانعت ہے البتہ ایسے موقع پر دورانِ نماز سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔

حدیث: 441

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں ہم نبی اکرم ﷺ کو نماز

میں سلام عرض کرتے تھے تو آپ اس کا جواب دیتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور فرمایا کہ نماز میں اللہ کی طرف دھیان ہوتا ہے۔

بخاری باب ما ینہی من الکلام فی الصلاۃ حدیث 1199 مسلم 538 مشکوۃ: 979

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بعض حضرات کے نزدیک نماز میں گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی چاہے مقتدی امام سے گفتگو کرے یا مقتدی اپنے طور پر اور امام اپنے طور پر بھول کر گفتگو کرے۔

جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک نماز میں گفتگو جائز نہیں۔ نماز میں صرف تکبیر، تہلیل اور قرآن پاک کی قراءت کی جاسکتی ہے۔

پہلے گروہ کی دلیل حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز میں تین رکعات پڑھائیں پھر سلام پھیر کر تشریف لے گئے۔ حضرت خرباق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تین رکعات پڑھائی ہیں چنانچہ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے ایک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے اور آخر میں سلام پھیر دیا۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت

ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ! کیا آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ نماز کم ہوئی اور نہ میں بھولا ہوں۔ چنانچہ صحابہ کرام کی جانب سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تصدیق ہونے پر ایک رکعت پڑھائی۔

اس حدیث کی روشنی میں پہلے گروہ کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے گفتگو کے بعد پہلی نماز پر بناء کی۔ اگر کلام کرنے سے نماز ٹوٹتی تو رسول اللہ ﷺ نئے سرے سے نماز پڑھاتے۔

دوسرا گروہ جن میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد بھی شامل ہیں کی دلیل

حدیث :442

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی میں نے یرحمك الله کہا تو صحابہ کرام مجھے گھورنے لگے۔ میں نے کہا تمہیں کیا ہوا کہ مجھے (یوں) دیکھ رہے ہو۔ صحابہ نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے۔ میں نے دیکھا تو وہ مجھے خاموش کرا رہے تھے نبی کریم ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: انَّ هَـذِهِ الصـلاةَ لايَصْلُحُ فيهاشيءٌ مِنْ كلامِ الناس إنما هو التسبيحُ، و التكبير، و قرائة القرآن ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۔

مسلم 937 مشکوۃ 978

پھر آپ نے صحابہ کرام کو یہ بھی بتایا کہ اگر نماز میں کوئی بات پیش آجائے تو کیا کریں فرمایا: عورتوں کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا اور مردوں کے لئے تسبیح کہنا ہے۔

معلوم ہوا کہ پہلے گروہ کی پیش کردہ حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ نماز میں کلام کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والے واقعہ میں موجود تھے لیکن بعد میں نماز پڑھتے ہوئے ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے اس کے خلاف عمل کیا یعنی شروع سے نماز پڑھی۔

اگر کہا جائے کہ یہ واقعہ نسخ کلام سے پہلے کا نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ صرف تین سال رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اس حدیث کے راوی ہیں لیکن وہ اس واقعہ میں شریک نہیں تھے ان کا یہ واقعہ بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسے حضرت طاؤس نے فرمایا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ نے سبزیوں میں سے کچھ بھی نہ لیا، حالانکہ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ وہ عہد رسالت میں یمن سے آئے تھے اور اس وقت حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی تو ان کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے شہر میں تشریف لائے۔

پھر قیاس بھی احناف کی تائید کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حج،

عمرے یا اعتکاف میں جان بوجھ کر یا بھول کر جماع کرے بہر صورت یہ اعمال ٹوٹ جاتے ہیں تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

طحاوی 1/443-452

الغرض آج کل کے بعض لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اگر نماز میں بھول ہو جائے تو سلام پھیرنے کے بعد اسی موضوع پر گفتگو کر کے سجدہ سہو کر لینا کافی ہے اور اس گفتگو سے نماز نہیں ٹوٹے گی چونکہ یہ نماز کی اصلاح کے لئے ہے۔

خود غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ہر قسم کی گفتگو سے نماز فاسد ہو جاتی ہے گو کہ اس کا تعلق نماز سے ہو

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۔

مسلم 937 مشکوۃ 978

اس میں ''شیء،، نکرہ تحت النفی ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ نماز میں کسی قسم کے کلام الناس کی اجازت نہیں پھر إنـما کلمہ حصر لا کر بتا دیا کہ نماز منحصر ہے ذکر اللہ اور قراءت قرآن میں اس کے علاوہ اس میں کسی اور کلام کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس حدیث کے تحت نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی

ہے کہ دورانِ نماز گفتگو کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے چاہے وہ گفتگو نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ مسلک الختام 1/309

مشہور غیر مقلد مترجم وحید الزماں بھی یہی لکھتے ہیں:

جس شخص کے ذمہ سجدہ سہو ہو اور وہ سجدہ کئے بغیر مسجد سے نکل جائے یا جان بوجھ کر کوئی بات کرے یا کچھ کھائے پئے یا بے وضو ہو جائے تو اب اس کو پوری نماز لوٹانی ہوگی۔ صرف سجدہ سہو کر لینا کافی نہیں۔ نزل الابرار 1/139

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا

ایک جماعت کے نزدیک نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک نفل پڑھنے والا، فرض پڑھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے لیکن نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔

پہلے گروہ کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر بنو سلمہ قبیلے میں اپنی قوم کے پاس لوٹتے اور انہیں نماز پڑھاتے ---- ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن جریج حضرت عمرو سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کرتے ہیں اور اس میں

یہ الفاظ ہیں کہ یہ نماز ان کے لئے نفل اور قوم کے لئے فرض ہوتی۔

احناف کی طرف سے ان کو یوں جواب دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ”کہ یہ نماز ان کے لئے نفل اور قوم کے لئے فرض ہوتی“ کے بارے میں وضاحت نہیں کہ کس کا قول ہے ہو سکتا ہے حضرت ابن جریج کا قول ہو، ممکن ہے حضرت عمرو کا اور شاید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہو، ان میں سے کسی کا بھی قول ہوا سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فعل پر دلالت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ثابت ہو جائے تو بھی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے یہ عمل سرکار دو عالم ﷺ کے حکم سے کیا اور نہ یہ کہ انہوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اسے برقرار رکھا۔ لہذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں۔

بلکہ رسول اکرم ﷺ سے اس کے خلاف مروی ہے۔

حدیث: 443

حضرت معاذ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو سلمہ کا ایک شخص مسمی سلیم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔ شام کو گھر آ کر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور نماز کے لئے اذان ہوتی ہے اور وہ ہمیں طویل نماز پڑھاتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ لوگوں کو فتنہ میں نہ ڈالو یا میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز

پڑھاؤ یعنی میرے ساتھ نہ پڑھو

طحاوی باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعا 408-412/1

چونکہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہی ارشاد گرامی ہے لہذا یہ حجت ہے۔

اور اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایسا کرتے تھے تو گویا وہ دونوں جگہ فرض نماز پڑھتے تھے اور یہ آغازِ اسلام کی بات ہے کیونکہ اس وقت اس کی ممانعت نہیں تھی بہر حال اس حدیث میں کئی احتمال ہونے کی وجہ سے استدلال صحیح نہیں۔

قیاس بھی احناف کی تائید کرتا ہے وہ یوں کہ امام کی نماز، مقتدیوں کی نماز پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کی صحت سے ان کی نماز صحیح اور اس کے فساد سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ امام کے سہو سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ جبکہ مقتدی کے بھولنے سے امام اور مقتدی کسی پر بھی سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ لہذا مقتدی کی نماز امام کی نماز کے خلاف نہیں ہونی چاہئے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنا صحیح ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل کا سبب، فرض کے سبب کا بعض ہے مثلاً مطلق نماز کی نیت سے نفل شروع کر سکتا ہے فرض نہیں پڑھ سکتا اور جب فرض نماز کی نیت کرے تو فرض نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں دو باتیں ہیں ایک وہ جو نفل نماز کا سبب ہے یعنی مطلق نماز کی نیت اور دوسری فرض کی نیت، پس فرض پڑھنے والا امام، نفل پڑھنے والے مقتدی کی نماز کو بھی اپنی نماز میں شریک کر سکتا ہے۔

طحاوی باب الرجل یصلی الفریضة خلف من یصلی تطوعا 408-412/1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر اپنی مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے۔

مسلم حدیث 465

امام شافعی نے اس حدیث کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو جائز ہے، اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں۔

الفقہ علی مذاہب الاربعہ 418/1

امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل یہ ہے

حدیث :444

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

امام کو اس لئے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہذا امام سے اختلاف نہ کرو

بخاری حدیث 722 مسلم 414

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لئے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں بھی نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہو گیا۔ اس

کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

حدیث:445

دوسری دلیل یہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

:امام ضامن ہے۔ترمذی 207 ابوداود 517 مشکوۃ 663

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفترض کی اقتداء میں متنفل کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معاذ سے متنفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس صحیح حدیث کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں۔جمہور نے حدیث معاذ کے چند جوابات دیئے ہیں۔

ا۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ ﷺ کی

اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے خود بیان نہیں کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے، اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور ﷺ کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لئے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جب مخالف احتمال زیادہ قوی ہو کیونکہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گذر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

۱-علامہ زیلعی لکھتے ہیں کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے۔ بعد میں یہ عمل منسوخ ہوگیا اور نسخ پر امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے ''ایک نماز ایک دن میں دوبارہ نہ پڑھی جائے،،

۲-چونکہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا اس لئے اس حدیث کی معاذ کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کی بات ہے جب زیادہ امام میسر نہ تھے اس لئے بامر مجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یا رسول اللہ

ﷺ کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ ہوگیا۔

۳-امام شافعی کے نزدیک متنفل کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرائض میں احتیاط لازم ہے اس لئے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ متنفل کی اقتداء میں فرض ادا نہ کئے جائیں۔

۴-حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے علی سبیل التنزل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوگی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵-اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے جب نماز خوف پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ ﷺ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ ﷺ اس کو دوسری رکعات پڑھاتے، پھر دونوں جماعتیں باقی ایک ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا یعنی ایک مرتبہ بطور فرض اور پھر دوسری مرتبہ بطور نفل پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب رسول اللہ ﷺ نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھائے تو پھر کسی اور کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے۔

نصب الرایہ 54/2 مطبوعہ مجلس علمی ہند۔شرح مسلم سعیدی 1256/1

دونمازیں جمع کرنا

امام محمد فرماتے ہیں:

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھے بتلائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے سوا جمع بین الصلا تین جائز ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: عرفات اور مزدلفہ کے سوا دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔

المبسوط 47/1

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھے بتلائیں کہ کیا بیمار شخص دونمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے فرمایا: ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دونمازیں نہ پڑھے۔

المبسوط 224/1

امام ابو حنیفہ کے موقف کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔

حدیث :446

حسن اور محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں: ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوا اس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور

عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔۔

مصنف ابن ابی شیبہ 459/2

علامہ طحاوی کے موقف کا خلاصہ

کیا دو وقت کی نمازیں ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے؟

بعض حضرات کے نزدیک ظہر وعصر کا وقت ایک ہے اسی طرح مغرب اور عشاء کا وقت بھی ایک ہے ان حضرات کی دلیل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں دونمازیں اکٹھی ادا فرماتے تھے۔یعنی جمع صوری جمع حقیقی کے خلاف آپ سے روایت مسلم میں موجود ہے۔حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابن عباس، جابر بن عبد اللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی روایات مروی ہیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔

دوسرا گروہ جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی شامل ہیں کے نزدیک ہر نماز کا الگ وقت مقرر ہے۔جس میں اس کی ادائیگی ضروری ہے۔لہذا ممکن ہے۔سرکار دو عالم ﷺ کا ظہر وعصر کی نمازوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہو کہ نماز ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو اس کے اول وقت میں ادا فرماتے۔

مغرب وعشاء کی نمازوں کا بھی یہی طریقہ اختیار فرماتے۔

حدیث :447

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ظہر کی نماز کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم فرماتے مغرب میں تاخیر کرتے اور عشاء کی نماز (مستحب وقت سے)مقدم کرتے۔

حدیث :448

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو شفق غائب ہونے پر مغرب اور عشاء کو جمع کرتے دوسری روایت میں ہے کہ جب شفق غائب ہونے لگی تو آپ نے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع فرمایا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں جلدی کی صورت میں اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

ابوداود حدیث 1212

گویا جب شفق غائب ہونے کے قریب ہوتی تو آپ مغرب کی نماز ادا کرتے اس سے فارغ ہوتے تو شفق غائب ہو جاتی اور عشاء کا وقت داخل ہو جاتا چنانچہ آپ عشاء کی نماز پڑھتے۔

قیاس بھی اسی موقف کی تائید کرتا ہے کیونکہ صبح کی نماز میں اتفاق ہے کہ اسے وقت سے مقدم ومؤخر کرنا جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ دوسری نمازوں کا بھی یہی حکم ہے عرفات اور مزدلفہ میں حج کے موقعہ پر ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھا جاتا ہے لیکن یہ اس دن

اور اس مقام کے ساتھ خاص ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر امام عرفات میں ظہر وعصر کو اپنے اپنے وقت پر پڑھے اور اسی طرح مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو اپنے اپنے وقت پر پڑھے تو گناہ گار ہوگا حالانکہ باقی دنوں یا باقی مقامات پر ایسا نہیں لہذا عرفات اور مزدلفہ میں پڑھی جانے والی نمازوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

طحاوی 160/1 باب الجمع بین صلاتین، کیف ہو

احناف کے دلائل

حدیث:449

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے دیکھا ہے، ماسوا مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے، آپ نے ان دونوں نمازوں کو جمع کرکے پڑھا اور ماسوا مزدلفہ میں صبح کی نماز کے، آپ ﷺ نے یہ نماز اس کے (معروف)وقت سے پہلے پڑھی۔

مسلم 1289 بخاری 1682 مشکوۃ 2608

احناف کی تائید

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تمام روایات سے امام ابوحنیفہ کی تائید ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کو اس دن کے علاوہ مؤخر کرکے پڑھنا مستحب ہے، اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح کی نماز کو

اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ شرح مسلم نووی عربی 413/3

علامہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ علامہ نووی کی تصریح کے مطابق ان حضرات کا نظریہ اس حدیث اور اسفار پر دلالت کرنے والی دوسری احادیث کے خلاف ہے اور صرف احناف کا مذہب ہی احادیث کے مطابق ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا سوائے مزدلفہ اور عرفات کے اور کہیں جائز نہیں ہے کیونکہ نسائی میں ہے

حدیث :450

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز اس کے وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔ نسائی حدیث نمبر 3010 جلد 254/5 باب الجمع بین الظہر والعصر۔

پس اس حدیث کا منطوق صریح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی کا تسامح

سخت حیرت ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے جو احناف کے ہاں معتبر نہیں اور ہر چند کہ مفہوم مخالف ہمارے ہاں معتبر ہوتا ہے لیکن اس کا اگر منطوق ظاہری سے تعارض آجائے تو پھر نہیں ہوتا اور چونکہ احادیث صریحہ کا منطوق جمع بین الصلاتین ہے اس لئے یہ حدیث معتبر نہیں ہے۔

علامہ نووی نے یہ بہت حیرت انگیز بات لکھی ہے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلاتین کی نفی اس حدیث کا منطوق صریح ہے اور مفہوم مخالف نہیں جیسا کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ اور جن احادیث سے علامہ نووی نے اس حدیث کا تعارض بیان کیا ہے ان میں جمع صوری کا ذکر ہے اس لئے یہاں تعارض ہے نہ دفع تعارض کی ضرورت ہے۔ شرح مسلم سعیدی 522/3

احناف جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں اور عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا

لاریب مسلمانوں پر نماز اوقات مقررہ پر فرض ہے۔ سورہ النساء آیت :103

قرآن کریم کی یہ آیت اس مقصد میں صریح ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز شرعاً دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جاسکتی اور قرآن کریم کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں اخبار آحاد اگر غیر مؤول بھی ہوتیں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ وہ

مؤول ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا وقت متعین فرمایا ہے۔اس لئے قبل از وقت نماز نہیں ہوتی اور بعد از وقت قضاء شمار ہوتی ہے حتیٰ کہ میدان جنگ میں عین لڑائی کے وقت نماز خوف پڑھنے کا حکم ہے نہ یہ کہ نمازوں کو باہم جمع کر کے پڑھا جائے اور اگر لڑائی سخت ہو اور نماز میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ اس کا وقت ہی جاتا رہے تو وہ نماز قضاء شمار ہوگی اس کو جمع تاخیر کا عنوان نہیں دیا جاسکتا۔اس لئے جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی نمازوں میں تاخیر ہوگئی تو آپ نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا اگر اس کو جمع تاخیر کا عنوان دینا ممکن ہوتا تو آپ ﷺ کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔

حدیث :451

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا:انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول کردیا اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھردے۔

مسلم 627 مشکوۃ 633

حسب ذیل حدیث صحیحہ بھی احناف کی دلیل ہیں۔

حدیث :452

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: کان رسول الله ﷺ یصلی

الصلاۃ لوقتها إلا بجمع و عرفات۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز اس کے وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔نسائی حدیث نمبر 3010 جلد 254/5 باب الجمع بین الظہر والعصر۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا رسول اللہ ﷺ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کرتے تھے۔

حدیث :453

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔مسلم 681 مشکوۃ :604

اس سے معلوم ہوا کہ ایک فرض نماز کو دوسری فرض نماز تک مؤخر کرنا قصور اور کوتاہی ہے۔

حدیث :454

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

مصنف عبدالرزاق :552/2

حدیث: 455

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ تین گناہ بہت بڑے ہیں: بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا میدان جنگ سے بھاگنا اور کسی کی چیز چھیننا۔

بیہقی ذکر الاثر فی ان الجمع من غیر عذر 169/3

عذر سے مراد عذر شرعی مثلاً نیند اور نسیان ہے۔

حدیث: 456

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 459/2

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمع حقیقی یعنی ایک فرض کے وقت میں دوسرا فرض پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث: 457

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے۔

طحاوی 164/1

حدیث: 458

حضرت عبد اللہ بن واقد بیان کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے کہا، نماز! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا چلو چلو! حتیٰ کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (سواری سے) اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر شفق غائب ہونے کا انتظار کیا اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تھا تو اسی طرح کرتے تھے پھر اس دن اور رات بھر سفر کرتے رہے۔

طحاوی 162/1 ابو داود حدیث 1212

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں اگر دو نمازیں جمع کرتے تو صورۃً جمع کرتے تھے۔ لہذا جن احادیث میں بظاہر یہ تصریح نہیں ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہیں۔ اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

بعض دفعہ آپ ﷺ نے خوف اور سفر کے عذر کے بغیر بھی جمع ظاہری پر عمل کر لیا کہ ایک نماز کو آخری وقت میں اور دوسری کو ابتدائی وقت میں پڑھ لیا تاکہ امت کو اگر ضرورت پڑے تو وہ مشقت میں مبتلا نہ ہو۔

مشہور غیر مقلد محقق مبارک پوری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے متعلق فتاوی نذیریہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمع بین الصلاتین سے مراد جمع صوری ہے۔ اس جواب کو علامہ قرطبی نے پسند کیا ہے اور امام الحرمین نے اس کو ترجیح دی ہے اور قدماء میں سے ابن الماجشون اور علامہ

طحاوی نے اس کے ساتھ جزم کیا ہے اور ابن سید الناس نے اس کو قوی بتایا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث کے راوی ابوالشعثاء کا بھی یہی خیال ہے کہ اس حدیث میں جمع سے مراد جمع صوری ہے قاضی شوکانی نے نیل میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونا متعین ہے۔ محمد نذیر حسین دہلوی فتاوی نذیریہ 465/1

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

ائمہ ثلاثہ حضرت معاذ بن جبل کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ سفر تبوک میں رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اگر آپ کے کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو مؤخر کر لیتے جب عصر کے لئے پڑاؤ ڈالتے تو دونوں نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے مغرب میں بھی یہی معمول تھا۔ابو داود 1220 ترمذی 553 مشکوۃ 1344

یہ حدیث کسی حد تک جمع حقیقی کے بارے میں صریح ہے۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے بہت سے محدثین نے اس پر کلام کی ہے دیکھئے معارف السنن وبذل المجہود ابوداود فرماتے ہیں ھذہ حدیث منکر ولیس فی جمع التقدیم حدیث قائم نیل الاوطار

اس مسئلہ کی مکمل بحث اور غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دھلوی کی قدم قدم پر ٹھوکریں دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت کا رسالہ حاجز البحرین کا مطالعہ کریں جو فتاوی رضویہ کی

جلد دوم ص 414-281 میں مطبوع ہے اس کے مطالعہ سے حق پسندوں کی آنکھیں روشن ہوں گی دل مطمئن ہوں گے۔احناف کے عمل بالحدیث کا اذعان کامل ہوگا۔

باب نمبر: 11

مسافت قصر میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ابو سلیمان داؤد بن علی اور ان کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک قصر کے لئے مسافت متعین نہیں ہے حتی کہ انہوں نے کہا کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر کسی باغ میں نماز پڑھے تو وہ بھی قصر کرے گا۔شرح مسلم نووی

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا (السراج الوہاج 277/1)

امام مالک کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے۔بدایۃ المجتہد

امام شافعی کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔المہذب 322/4

امام احمد کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے ۔المغنی 47/2

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے تین دن کی مسافت ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا: اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر شروع کردے۔میں نے پوچھا: تین دن کے تعین کی

کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔

المبسوط 265/1

حدیث:459

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ بخاری حدیث 1086 مسلم 1338

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرعی احکام لاگو ہونے کی مدت تین دن کا سفر ہے

علامہ نووی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جن میں دو بلکہ ایک دن کے بلا محرم سفر سے بھی عورت کو منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مضطرب السند اور مضطرب المتن ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ضعیف السند بھی ہیں اس لئے ان احادیث کو معارضہ کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دو دن کی روایت کی سند یہ ہے عن عبد الملك بن عمير عن قزعة اس حدیث کی سند میں عبدالملک بن عمیر نام کا راوی ہے علامہ ابن حجر اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام احمد کہتے ہیں کہ عبدالملک بہت زیادہ مضطرب الحدیث ہے۔ میں نے اس کی پانچ سو احادیث دیکھی ہیں جن میں سے اکثر میں اس نے غلطی کی ہے۔ ابن قطیبہ نے کہا مرنے سے پہلے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا علامہ ابن حجر نے اس کو مدلس قرار دیا ہے۔ تہذیب التہذیب

411-412/6

علاوہ ازیں یہ حدیث غریب بھی ہے کیونکہ قزعہ کا اس متن کے ساتھ کوئی متابع نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث مضطرب المتن بھی ہے کیونکہ امام مسلم نے سہم بن منجاب اور قتادہ دو ثقہ راویوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان میں تین دن کی مسافت کا ذکر ہے۔

حدیث:460

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ مسلم 1338

دوسرا معارضہ بخاری کی اس روایت سے ہے حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعيد المقبري عن ابی هريرة بخاری :1088 امام مسلم نے بھی اس حدیث کو تین اسانید کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی مضطرب السند اور مضطرب المتن ہے۔ فتح الباری 568/2

اور اسی طرح متن میں بھی اضطراب ہے امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دن والی روایت ذکر کی ہے۔

امام ابو حنیفہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ مسافر کے لئے موزوں پر مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ سفر شرعی جس پر احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں تین دن رات ہے لہذا قصر کے لئے بھی سفر کی مدت تین دن رات

ہوگی۔

حدیث :461

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تین دن راتیں مسافر کے لئے اور ایک دن رات مقیم کے لئے مشروع فرمائی ہے۔ مسلم 276 مشکوۃ 517

امام طحاوی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات۔ طحاوی 79/1

امام ابوحنیفہ کی تیسری دلیل یہ ہے۔

حدیث :462

محمد، سعید بن عبید الطائی، علی بن ربیعہ الوالبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے گی فرمایا: کیا تم نے سویدا (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔ کتاب الاثار ص 39

شرح مسلم سعیدی 363/2

علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مسافت سفر میں یہ مراد نہیں ہے کہ دن رات سفر کرتے رہیں کیونکہ دن سفر اور رات آرام کے لئے ہے اگر مسافر ایسے راستے پر چلے جو تین دن کی مسافت کا ہو خواہ کسی اور راستہ سے اس مسافت کو ایک دن میں طے کرنا ممکن ہو قصر کرے۔ پھر تین دن کی مسافت کا فرسخ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے اکیس فرسخ اندازہ کیا، بعض نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے۔

عمدۃ القاری 119/7

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل وکلومیٹر

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے ۔متاخرین فقہاء نے مسلمانوں کی سہولت کے لئے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائے گی مفتی بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔ کفایہ مع فتح القدیر 5/2

بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی بدلتے گئے اور پھر مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلومیٹر سے ناپا جانے لگا لہذا عہد حاضر کے علماء نے مسافت قصر کا اندازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل، چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک ہاتھ) کا ہوتا ہے۔ اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے لہذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا۔ لہذا اٹھارہ فرسخ چون میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اس اعتبار سے مفتی بہ قول پر سفر شرعی اور قصر کے احکام اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز یا اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کی مسافت کے بعد شروع ہونگے۔

علماء ہندوستان نے اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دے دیا ہے اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جو دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک۔ عمدۃ القاری 531/3

لیکن یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے نہ کہ بارہ میل انگریزی کا۔ تفصیل دیکھو شرح مسلم سعیدی 370/2

قصر کی ابتداء اور انتہاء

چاروں ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا قصد کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا

اس کے لئے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہوگی۔

مدت قصر

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مدت قصر چار روز تک ہے اگر کوئی شخص چار روز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنا ہوگی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن تک ہے اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنا ہوگی۔ المبسوط 266/1

حدیث سے دس دن تک سفر میں قصر ثابت ہے اور دس دن تک اقامت ثابت نہیں ہے۔

حدیث: 463

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے ابن اسحاق نے پوچھا تم نے مکہ میں کتنی مدت قیام کیا؟ کہا دس دن۔ بخاری حدیث 1081

یہ حدیث صراحۃً ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے۔

امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام محمد فرماتے ہیں:

میں نے امام صاحب سے پوچھا اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لئے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ امام صاحب نے فرمایا: اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتہ نہ ہو کہ وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے گا۔ میں نے پوچھا: آپ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کئے ہیں؟ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے۔

المبسوط 266/1

حدیث :464

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے۔ مصنف عبدالرزاق 534/2

مصنف ابن ابی شیبہ 455/2

حدیث :465

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ کو پندرہ دن کے لئے وطن بنا لو تو نماز پوری پڑھنا۔ کتاب الاثار 38

احناف نے آثار صحابہ کی روشنی میں پندرہ دن حد قصر بیان کی ہے۔ اس پر ان احادیث سے معارضہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں انیس دن قیام کیا اور قصر نماز پڑھتے رہے لہذا ہم جب انیس دن قیام کریں تو قصر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ قیام کریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔ بخاری 1080

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں سترہ دن قیام کیا اور قصر نماز پڑھی حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا جو شخص سترہ دن قیام کرے تو وہ نماز قصر کرے اور جو اس سے زیادہ قیام کرے تو وہ پوری نماز پڑھے۔

ابوداود حدیث 1230

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں پندرہ دن قیام کیا اور قصر نماز پڑھی۔ ابوداود 1231 یہ حدیث منکر ہے۔

ان احادیث کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتح مکہ کے موقع پر قیام کی تین احادیث مروی ہیں اور تینوں متعارض اور مضطرب ہیں اور مضطرب روایت لائق استدلال ہوتی ہیں نہ قابل معارضہ،

دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات ہمیں تب مضر ہوتیں جب ان میں تصریح ہوتی کہ آپ نے پندرہ، سترہ یا انیس دن قیام کی نیت کی تھی اور پھر آپ قصر کرتے رہے۔ کیونکہ اگر پندرہ دن قیام کی نیت نہ ہو پھر قیام خواہ پندرہ سے زائد ہو جائے پھر قصر پڑھی جاتی ہے۔

شرح مسلم سعیدی 376/2

وجوب قصر میں مذاہب

مسافر پر قصر لازم ہے یا پوری نماز پڑھ سکتا ہے؟

اس سلسلے میں دو مسلک ہیں ایک یہ کہ قصر ضروری نہیں چار رکعات بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ یہ گروہ قرآن پاک کی ایک آیت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتا ہے قرآن میں ہے: تم پر نماز قصر کرنے کے سلسلے میں کوئی حرج نہیں اگر تمہیں کفار کی طرف سے فتنے کا ڈر ہو۔ ان حضرات کا کہنا ہے آیت مذکورہ بالا کے مطابق قصر لازم نہیں بلکہ اس کی رخصت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اگر تم قصر کرو تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے حالت سفر میں نماز قصر بھی کی ہے اور پوری بھی پڑھی ہے۔

دوسرے گروہ کے نزدیک قصر ضروری ہے احناف کا یہی موقف ہے

حدیث :466

حضرت مسروق، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں: شروع شروع میں دو رکعتیں فرض تھیں رسول اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کے ساتھ اس کی مثل ملا دی۔ نماز مغرب دن کے وتر کو اور نماز فجر کو طول قراءت کی وجہ سے اسی طرح چھوڑ دیا اور جب آپ سفر فرماتے تو پہلی نماز کی طرف لوٹ آتے۔ (دو دو رکعات پڑھتے)

رسول اللہ ﷺ خود بھی سفر میں دو دو رکعات پڑھتے تھے اس ضمن میں تواتر کے ساتھ روایات مروی ہیں حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت انس بن مالک اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مضمون کی روایات مروی ہیں صحابہ کرام کا بھی یہی عمل تھا۔

پہلے گروہ کی پیش کردہ آیت کا جواب یہ ہے کہ لیس علیکم جناح یہاں محض جواز کے لئے نہیں بلکہ وجوب کے لئے ہے جیسا کہ حج اور عمرہ کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے۔ پس جو شخص حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ ان دونوں (صفا مروہ) پر چکر لگائے۔ یہاں بھی لا جناح کے الفاظ ہیں لیکن تمام علماء کے نزدیک سعی واجب ہے۔

اور جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا تعلق ہے تو خود ان ہی سے مروی ہے کہ شروع شروع میں نماز دو دو رکعتیں تھیں پھر اضافہ ہوا اور سفر کی نماز پہلی حالت پر رہی۔ گویا ان سے مروی روایات میں تضاد کی وجہ سے ان سے استدلال نہیں ہوگا۔

البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ سفر میں مکمل نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منیٰ میں دو رکعات پڑھنے کے بارے میں مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں یہ تاویل زیادہ مناسب ہے کہ آپ وہاں اقامت کی نیت کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت زہری سے مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک وہ شخص قصر کر سکتا ہے جو کسی شہر میں نہ ٹھہرے بلکہ اپنا زاد راہ اٹھائے پھرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

بہرصورت صحابہ کرام کی اکثریت سفر میں قصر کو لازم اور ضروری سمجھتی تھی اور یہی ان کا عمل تھا۔جن حضرات کے نزدیک گناہ کے سفر یا کسی شہر میں نہ ٹھہرنے کی وجہ سے قصر نہیں ہوتی تو ان کا موقف قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ قصرِ نماز کی بنیاد سفر ہے جس طرح مکمل نماز پڑھنے کی بنیاد اقامت ہے۔اور مقیم نیکوکار ہو یا بدکار،شہر میں رہتا ہو یا دیہات میں چار رکعات پڑھتا ہے تو مسافر بھی ان قیود سے ہٹ کر محض سفر کی بنیاد پر دو رکعتیں پڑھے گا۔

حدیث :467

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر گھر میں چار اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں اور خوف (جہاد) میں ایک رکعت۔

مسلم 687 طحاوی باب صلاۃ المسافر 415/1

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سفر کے موقعہ پر کہیں اتمام کرنا ثابت نہیں۔اگر اتمام جائز ہوتا تو کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ ضرور بیان جواز کے لئے رسول اللہ ﷺ اتمام فرماتے۔

حدیث :468

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے قصر کے متعلق سوال کیا کہ آیت قصر سے تو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصر صرف حالت خوف میں ہونا چاہئے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے (سفر میں تخفیف نماز کا) صدقہ کیا ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ کا صدقہ قبول کرو۔

مسلم 686 مشکوۃ 1335

اس میں اول تو قصر کو حق تعالیٰ کی طرف سے صدقہ وعطیہ کہا گیا ہے حق تعالیٰ کا صدقہ مسترد کرنا سخت توہین ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قصر واجب ہے پھر صیغہ امر کے ساتھ صدقہ قبول کرنے کا حکم دیا ہے امر کا اصل مقتضا وجوب ہے۔معلوم ہوا قصر واجب ہے۔

منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصر نہ کرنے کی وجہ

ائمہ ثلاثہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں شادی کرلی تھی اور جو شخص جس جگہ شادی کرلے وہ بھی اس کا وطن ہوجاتا ہے اور وہاں اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے مکہ میں آکر شادی کرلی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس شخص نے کسی شہر میں شادی کی وہاں پوری نماز پڑھے۔

احمد 62/1

امام بیہقی نے کہا اس کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم ضعیف ہے ابن قیم اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ابوالبرکات ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وجہ ضعف بیان کئے بغیر ضعف کا اعتبار نہیں کیونکہ امام

بخاری نے عکرمہ بن ابراہیم کا اپنی تاریخ میں خلاف عادت بغیر کسی طعن کے ذکر کیا ہے۔ زاد المعاد علی ہامش الزرقانی 26/2

بعض روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی منیٰ میں پوری نماز پڑھتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اقامت کی نیت کر لی تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مسافر مقیم کی اقتداء کرتا ہے تو پوری نماز پڑھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کی وجہ سفر نہیں ہے بلکہ مقیم کی اقتداء ہے اور دو رکعت زائد نفل ہیں لیکن نفل شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔

وطن کی اقسام

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وطن کی تین اقسام ہیں۔ وطن اصلی جس کو وطن قرار بھی کہتے ہیں، وطن مستعار اور وطن سکنی۔ وطن اصلی وہ شہر ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا جس شہر میں اس نے شادی کی۔ وطن مستعار وہ شہر ہے جہاں وہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن سکنی وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔

وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے مثلاً اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں رہائش اختیار کر لے، اور وطن مستعار، وطن اصلی اور مستعار دونوں سے باطل ہو جاتا ہے مثلاً وطن مستعار سے سفر کر کے وطن اصلی چلا جائے یا کسی اور جگہ پندرہ دن قیام

کے لئے چلا جائے پھر سابق وطن مستعار میں پندرہ دن سے کم رہائش کے لئے ٹھہرے تو قصر کرے گا وطن اصلی اور وطن مستعار میں نماز پوری پڑھے گا اور وطن سکنی میں قصر کرے گا۔ فتح القدیر 19/2

سنن کا حکم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنن مؤکدہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ المغنی 68/2

اور احناف کے نزدیک روانگی اور سفر کی حالت میں نہ پڑھے اور رخصت پر عمل کرے البتہ صبح کی سنتیں پڑھ لے کیونکہ وہ واجب کے قریب ہیں اور جب حالت قیام میں ہو جیسے چند روز کے لئے کسی جگہ ٹھہرے تو سنن مؤکدات پڑھ لے۔ ردالمحتار 732/1

حدیث :469

حضرت حفص بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے راستے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا آپ نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنی منزل میں آئے اور بیٹھے تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نفل پڑھ رہے ہیں۔فرمایا اگر میں نفل پڑھتا تو اپنی نماز ہی پوری کر لیتا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا تو آپ سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے اور ابو بکر،عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بھی ایسے ہی دیکھا۔

مسلم 689 بخاری 1101 مشکوۃ 1338

غالباً یہ سفر حج کا تھا،کسی منزل پر سب نے جمع ہو کر با جماعت نماز پڑھی پھر اپنے اپنے خیموں میں آئے وہاں آپ نے لوگوں کو اہتمام کے ساتھ با قاعدہ کھڑے ہو کر اپنے ڈیروں پر نماز پڑھتے دیکھا سفر میں جلدی تھی یہ نوافل سواری پر بھی پڑھے جا سکتے تھے۔ان حضرات کی وجہ سے منزل کھوٹی ہو رہی تھی تب آپ نے ناراض ہو کر یہ فرمایا۔یعنی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر،عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سفر میں اتر کر اہتمام سے اور سفر روک کر صرف دو فرض ہی پڑھتے تھے نوافل کے لئے اتنا اہتمام کرنا ہوتا تو فرض ہی پورے کیوں نہ پڑھے جاتے اگر یہ معنی کئے جائیں کہ سفر میں نفل مطلقاً جائز نہیں تو یہ درست نہیں کیونکہ بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہم میں انہی ابن عمر سے سفر میں نوافل کی بہت سی احادیث نقل کی ہیں بعض عقلمندوں نے اس حدیث کی بنا پر سفر میں نفل بلکہ سنن و واجبات کو بھی منع کیا یہ سخت غلطی ہے۔مراۃ شرح مشکوۃ 310/2

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اکثر احوال میں سنن و نوافل نہیں پڑھتے تھے ورنہ حضور ﷺ نے نماز چاشت فتح مکہ کے موقع پر سفر کی حالت میں پڑھی ہے۔یا یہ مراد ہے کہ فرائض کے ساتھ زمین پر نہیں پڑھتے تھے سواری پر پڑھتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ،مؤکدہ نہیں رہتیں۔نزہۃ القاری 664/2

حدیث :470

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی آپ ﷺ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور عصر دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب سفر و حضر میں برابر تین رکعتیں ہی پڑھیں نہ حضر میں کم کیں نہ سفر میں یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

ترمذی حدیث 552 مشکوۃ 1343

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں صرف فرض میں قصر ہوگا سنتوں میں قصر نہیں یہ حدیث گذشتہ حدیث ابن عمر کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں نفل نماز پڑھنے والوں پر ناراض ہوئے۔

نفی والی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد سنتیں پڑھنے کی نفی کرنا

مقصود نہیں بلکہ تاکید کی نفی مقصود ہے یعنی سفر میں ان کی تاکید نہیں رہتی ۔یا نفی حالت سیر میں ہے اور اثبات حالت اقامت میں ۔بہتر یہی ہے کہ اگر امن اور قرار کی حالت ہو تو پڑھ لینی چاہئے ۔لیکن فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنن کا تاکد بہر حال ختم ہو جاتا ہے۔

سفر میں سواری پر نفل ادا کرنا جائز ہے چاہے سواری کا منہ کسی طرف بھی ہو

حدیث :471

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔مسلم حدیث 700

امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سفر شرعی میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو البتہ ابتداء میں سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو مستحسن ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا مجھے بتلایئے کہ جب اثناء سفر میں مسافر چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ پڑھ سکتا ہے؟

امام صاحب نے فرمایا: وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نفل پڑھے اور سجدہ میں رکوع کی نسبت زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔میں نے پوچھا خواہ کسی قسم کی سواری ہو وہ نفل پڑھ سکتا ہے! فرمایا:ہاں ۔المبسوط 295/1

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر قسم کی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں۔ بعض لوگ بغیر شرعی سفر کے اپنے شہر میں ہی سواری پر نفل پڑھتے ہیں وہ خلاف سنت ہیں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں۔واللہ اعلم بالصواب

بحری جہاز پر نماز

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بحری جہاز میں فرض نماز باوجود قیام پر قدرت کے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے،اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اگر بعد میں جہاز قبلہ رخ سے بدلے تو وہ بھی اپنا رخ بدل لے۔

حدیث:472

یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز پر بنو سیرین کی طرف گیا،حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی ۔مصنف ابن ابی شیبہ 266/2 مطبوعہ دار القرآن کراچی

حدیث:473

عطاء بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے سوائے اس کے کہ انہیں غرق ہونے کا خوف ہو۔پھر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور جیسے کشتی قبلہ سے ہٹتی وہ بھی ہٹتے رہتے

۔مصنف عبدالرزاق 581/2

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ظاہر قیاس پر مبنی ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول استحسان پر مبنی ہے ۔وجہ استحسان یہ ہے کہ جو شخص کشتی میں کھڑا ہوتا ہے عام طور پر اس کے سر میں چکر آتا ہے اور حکم عام احوال کے مطابق لاگو کیا جاتا ہے ۔شاذ و نادر احوال پر حکم نہیں لگایا جاتا جیسے کہ لیٹے ہوئے شخص کی نیند کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔اسی طرح کنواری لڑکی کے سکوت کو حیاء کے باعث رضا قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے اگرچہ بعض جزئیات اس کے خلاف بھی ہوتی ہیں۔

شرح مسلم سعیدی 396/2

ریل میں نماز

فقہاء اور ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ چوپایہ پر نفل جائز ہیں اور فرض جائز نہیں اور کشتی پر فرض کے جواز میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ریل کشتی کے حکم میں ہے یا چوپایہ کے ۔چوپایہ اور ریل میں ایک واضح اور بنیادی فرق یہ ہے کہ چوپایہ ذی روح اور ذی اختیار و ارادہ ہے جبکہ ریل غیر ذی روح اور غیر ذی اختیار و ارادہ ہے اس لحاظ سے ریل کشتی کے مشابہ ہے ۔اور بحری جہاز

اور ریل میں یہ امور مشترک ہیں کہ دونوں تیل اور سٹیم سے چلتے ہیں ۔دونوں کا چلانے والا ڈرائیور ہے یعنی چوپایہ کی طرح ان کا از خود چلنا متصور نہیں ہے ۔فقہاء نے کشتی میں نماز کے جواز کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ کشتی میں کمرہ یا مکان کی طرح موضع قرار حاصل ہے اور چوپایہ میں موضع قرار حاصل نہیں ۔المبسوط 2/2

اور کشتی کے چلنے سے کشتی میں سوار شخص کا عرفاً مکان اور جگہ تبدیل نہیں ہوتی ۔ ریل میں بھی یہ دونوں وجہیں مشترک ہیں پھر ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ریل کو کشتی پر قیاس نہ کیا جائے اور ریل میں فرائض نماز کے جواز کا حکم نہ عائد کیا جائے ۔

چلتی ہوئی ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں جان اور مال دونوں کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے ۔بعض اوقات ٹرین مسلسل دو گھنٹہ تک دوڑتی رہتی ہے اور اس دوران بعض نمازوں کا وقت آ کر نکل جاتا ہے کیونکہ فجر اور مغرب کا وقت بالعموم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک ہوتا ہے اور ان کا وقت کسی بھی موسم میں ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور احناف کے مذہب پر عصر کا وقت بھی بالعموم ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا ۔اور اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے ۔

لہذا یہ مسئلہ علماء کے لئے غور طلب ہے کہ ایسی صورت میں ریل کو کشتی پر قیاس کر کے فرض نماز کی اجازت دیں یا ریل کو چوپایہ پر قیاس کر کے ریل میں فرض نماز کو نا جائز اور پڑھنے کے بعد واجب الاعادہ قرار دیں یا جان و مال کی ہلاکت کے عذر کے پیش نظر فرض نماز کو جائز قرار دیں اور اعادہ لازم نہ کریں ۔

اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان و مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس

پر فرض نماز جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے کیونکہ جس وقت ٹرین ایک سو کلومیٹر کی رفتار سے دوڑ رہی ہے اور نماز کے پورے وقت میں نہیں رکتی ایسے وقت میں ٹرین سے نماز پڑھنے کے لئے اترنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے یہ بہت بڑا عذر ہے جبکہ اس سے بہت کم درجہ کے عذر میں فقہاء نے چوپایہ پر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے اور اعادہ لازم نہیں کیا۔اس مسئلہ کو فقہاء نے اس حدیث شریف سے مستنبط کیا ہے۔

حدیث :474

یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سفر میں تھے نماز کا وقت ہوگیا آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے سواریوں پر تھے۔آپ ﷺ نے سواری پر انہیں اشارہ سے نماز پڑھائی اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔

ترمذی ص 86 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اس سے ثابت ہوگیا کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کریں تب بھی ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک ریل پر فرض نماز جائز ہوگی کیونکہ ہلاکت کا عذر بہر حال کیچڑ اور بیماری سے زیادہ قوی ہے۔جن اعذار کی وجہ سے چوپایہ پر نماز جائز ہے۔شرح مسلم سعیدی 399/2

امام محمد فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلایئے کہ اگر کوئی شخص چوپایہ پر فرض

پڑھے۔فرمایا جائز نہیں اور اس پر اعادہ لازم ہے۔میں نے کہا اگر وہ بیمار ہو اور خود سے نہ اتر سکتا ہو یا زمین پر نماز پڑھنے سے اس کو درندوں یا کسی اور سے جان کا خطرہ ہو۔امام صاحب نے فرمایا: اس کے لئے نماز جائز ہے۔

المبسوط 295/1

جب چوپایہ سے اترنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو تو چوپایہ پر فرض پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہیں اور چلتی ریل میں اترنے کی صورت میں ہلاکت کا یقین ہے تو اس صورت میں فرض نماز بطریق اولی جائز ہوگی اور اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

جب ٹرین میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھنی چاہئے اور اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہیں رکتی تو ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک فرض کا ترک اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔مسافروں کو ٹرین میں سفر کے وقت قبلہ نما (جو آسانی سے مل جاتا ہے) رکھنا چاہئے اور اس سے قبلہ کی سمت متعین کریں ورنہ دن میں سورج کو دیکھ کر بھی قبلہ کی سمت معلوم ہو جاتی ہے اور قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔اکثر لوگوں کو دیکھا ہے وہ برتھ پر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کئے بغیر نماز پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے اور اکثر علماء اور دیندار لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس شبہ سے ٹرین میں فرض کو ترک کر دیتے ہیں کہ ٹرین میں نماز نہیں ہوتی یا ناجائز ہے۔

شرح مسلم سعیدی 397-407/2

ہوائی جہاز میں نماز

جن دلائل سے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے انہی دلائل سے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ ہوائی جہاز میں وجہ جواز زیادہ قوی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کی پرواز کے دوران نماز کے وقت اترنا قطعاً غیر متصور ہے بعض پروازوں میں بارہ گھنٹے بلکہ اس سے بھی زیادہ جہاز پرواز کرتا رہتا ہے بہر حال جب نماز کے پورے وقت کے دوران جہاز پرواز کرتا رہے تو نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔ ہوائی جہاز پر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اشاروں سے رکوع سجود کرے اور سجود میں رکوع کی نسبت زیادہ جھکے اور فرض نماز کو ترک نہ کرے۔

شرح مسلم سعیدی-2/-397

نماز میں بیٹھنے کا طریقہ کیا ہے

نماز میں کیسے بیٹھا جائے؟ اس ضمن میں تین قول ہیں۔

ا- تمام نماز میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد دایاں پاؤں کھڑا کرے بائیں کو ٹیڑھا کرے اور زمین پر بیٹھے۔

۲- آخری قعدہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے پہلے قول کے قائلین کا خیال ہے لیکن پہلے قعدے

میں بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

۳- دونوں قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

پہلا گروہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے استدلال کرتا ہے کہ ان کے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو بچھاؤ۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمانا کہ یہ نماز کی سنت ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کا عمل ہے کیونکہ صحابہ کرام کے افعال پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پہلی روایت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں زمین پر بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ جب کہ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کا طریقہ یوں بیان کیا ہے کہ آپ پہلے قعدے میں بائیں پاؤں پر اور آخری قعدہ میں سرین کی بائیں جانب بیٹھتے۔ بخاری حدیث 828 مشکوۃ 792

تیسرے گروہ کا استدلال

حدیث: 475

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھتے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا

جہاں تک ابوحمید رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے ۔تو محدثین کرام اس قسم کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیوں کہ وہ محمد بن عمرو سے غیر متصل مروی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ وہ ابوحمید اور ابوقتادہ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اس سے ایک عرصہ پہلے انتقال فرما چکے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ شہید ہوئے اور آپ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت بوحمید رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے وہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق ہے لہذا یہ تیسرا قول ثابت ہوا۔

طحاوی باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ 257/1

حدیث :476

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے اور قراءت الحمد للہ سے شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچا لیکن اس کے درمیان اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور اپنا پاؤں بچھاتے تھے اور دیاں پاؤں کھڑا کرتے تھے

۔مسلم حدیث 498 مشکوۃ 791

یعنی حضور ﷺ دونوں قعدوں میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ ہر التحیات میں یونہی بیٹھے تھے جن احادیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ آخری التحیات میں پاؤں شریف داہنی جانب

نکال دیتے تھے اور زمین پر بیٹھتے تھے ۔بخاری 828 وہ بڑھاپے یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۔

مراۃ شرح مشکوۃ 14/2 شرح مسلم سعیدی 1309/1

حدیث :477

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چار زانوں بیٹھتے تھے ۔فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بھی ایسے ہی بیٹھا ۔اس وقت میں نوعمر تھا تو مجھے میرے والد نے منع فرمایا :اور فرمایا :نماز کی سنت یہ ہے کہ تم داہنا پاؤں کھڑا کرو اور بایاں پاؤں بچھاؤ میں نے کہا کہ آپ تو یہ کرتے ہیں یعنی چار زانو بیٹھتے ہیں فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے (یعنی معذوری ہے)۔

بخاری حدیث 827

خیال رہے کہ عورت دونوں التحیات میں زمین پر سرین رکھ کر دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بیٹھے اور مرد دونوں التحیات میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔

جمعہ کی سنتیں

جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ہیں اور جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہیں بایں طور کہ چار رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو رکعت سنت پڑھی جائیں

حدیث :478

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے اور ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے

مصنف عبدالرزاق 247/3

ترمذی حدیث 521 شرح مسلم سعیدی 444/2

حدیث :479

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر اس کے بعد چار پڑھیں۔ترمذی تعلیق علی الحدیث 523 مشکوۃ 1187

خطبہ جمعہ کے وقت نماز پڑھنا

جو شخص اس وقت مسجد میں آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا وہ دو رکعتیں پڑھ سکتا ہے؟

اس مسئلے میں دو موقف ہیں ایک یہ کہ وہ دو مختصر رکعتیں پڑھے جب کہ دوسرا موقف اس کے خلاف ہے۔

پہلا گروہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتا ہے کہ حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آئے تو رسول کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے دو رکعتیں پڑھ لی ہیں عرض کیا نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: اٹھ کر دو رکعتیں پڑھو۔

دوسرے گروہ کی دلیل وہ متواتر روایات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حدیث:480

جس شخص نے جمعہ کے دن خطبہء امام کے دوران اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو تو اس نے لغو کام کیا بخاری 934 مسلم 851 مشکوۃ 1385

جہاں تک پہلے گروہ کی پیش کردہ روایات کا تعلق ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب نماز میں گفتگو کرنا جائز تھا پھر جب نماز میں گفتگو کی ممانعت ہوگئی تو خطبہ میں بھی کلام کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہو کیونکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ جو شخص پہلے سے مسجد میں ہو وہ خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھ سکتا تو باہر سے آنے والے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔ تو اس شخص کو جوابا کہا جائے گا کہ یہ اس وقت کے بارے میں ہے جب نماز پڑھنا جائز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت دوپہر کو یا غروب آفتاب کے وقت مسجد میں آئے اس کے لئے دو رکعتیں پڑھنا جائز نہیں۔ احناف بھی اسی دوسرے مسلک کے قائل ہیں۔

طحاوی شریف 365/1 باب الرجل یدخل المسجد یوم الجمعۃ والامام یخطب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اختصار کے ساتھ دو رکعت پڑھ لے۔

مسلم 875 مشکوۃ 1411 کتاب الجمعہ باب الخطبۃ والصلاۃ

امام شافعی، امام احمد اور بعض تابعین کا نظریہ ہے کہ جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے، اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور صحابہ اور تابعین کا نظریہ یہ ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد نہ پڑھی جائے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔ شرح مسلم نووی عربی (471/2)

امام اعظم ابو حنیفہ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح ابن خزیمہ اور جامع ترمذی میں فرمان رسالت ہے: جس شخص نے جمعہ کے دن خطبہ امام کے دوران اپنے

ساتھی سے کہا خاموش رہو تو اس نے لغو کام کیا۔

بخاری 934 مسلم 851 مشکوۃ 1385

خطبہ کے دوران بولنا حرام (ظنی) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ جمعہ) کی طرف دوڑو۔ سورۃ الجمعہ

جب جمعہ کے دن خطبہ جمعہ کے لئے دوڑنا فرض ہوا تو اس سے اعراض حرام ہوا اور دوران خطبہ بات کرنے میں خطبہ سننے سے اعراض ہے اس لئے دوران خطبہ بات کرنا حرام ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ بات کرنے والے کو چپ کرنے کے امر سے بھی منع فرما دیا ہے حالانکہ حرام کام سے روکنا اور امر بالمعروف کرنا فرض ہے لیکن جب کسی فرض کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہو تو وہ بھی ممنوع ہے لہذا خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کی ادائیگی جو کہ ایک امر مستحب ہے بطریق اولی ممنوع قرار پائے گی۔

دوسرا استدلال اس طرح ہے کہ جو کام خطبہ سننے سے مانع ہو وہ ممنوع ہے اور تحیۃ المسجد کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہے اس لئے دوران خطبہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی ممنوع ہے۔

تیسرا استدلال اس طرح ہے کہ خطبہ جمعہ نماز کے قائم مقام ہے اور نماز کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں اس لئے دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ یہ اس زمانہ پر محمول ہے جب نماز میں بات کرنا مباح تھا اور جب نماز کے دوران بات کرنا مباح تھا تو دوران خطبہ بات

کرنا بھی مباح ہوا اور دوران خطبہ نماز پڑھنا بھی مباح ہوا اس لئے آپ ﷺ نے اس وقت کے اعتبار سے خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تھا لیکن جب آپ ﷺ نے نماز کی طرح خطبہ کے دوران کلام سے منع فرمادیا تو پچھلا حکم منسوخ ہو گیا اور اب دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہ رہا یہی وجہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے دوران خطبہ نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اگر یہ حکم منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ کرام سے یہ کس طرح متصور تھا کہ وہ اس کام سے منع کریں جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہو۔ آثار صحابہ حسب ذیل ہیں:

حدیث: 481

ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا جب امام جمعہ کے دن (خطبہ دینے) جاتا تو ہم نماز ترک کر دیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 111/2 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

حدیث: 482

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے خروج کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 111/2 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

طحاوی 370/1

حدیث: 483

ہشام کہتے ہیں کہ عروہ کہتے تھے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ 111/2 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

حدیث: 484

امام بخاری کے استاد امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کے لئے) آجائے تو کوئی شخص نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ امام (خطبہ سے) فارغ ہو جائے)

مصنف ابن ابی شیبہ 111/2 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

حدیث: 485

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب حضرت عمر آکر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز منقطع کر دیتے جب مؤذن اذان دے چکتا تو حضرت عمر خطبہ دیتے اور اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتا تھا جب تک آپ خطبہ سے فارغ نہ ہو جاتے۔ نصب الرایہ 204/2

حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ الدرایہ 132/1

حدیث: 486

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے جب امام منبر پر ہو۔طحاوی 370/1

حدیث :487

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے نکلے یا خطبہ دے رہا ہو،اس وقت ہم بات کرسکتے ہیں؟ کہا نہیں ۔

طحاوی 370/1

(خیال رہے کہ خطبہ وہ ہے جو دوسری اذان کے بعد عربی میں دیا جاتا ہے دوسری اذان سے پہلے جو اردو یا انگریزی میں تقریر کی جاتی ہے وہ اس میں شامل نہیں اس وقت نوافل پڑھے جاسکتے ہیں)

مغرب سے قبل نفل پڑھنا

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے احناف کے نزدیک مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں ہماری دلیل یہ ہے۔

حدیث :488

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از مغرب دو رکعت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ان دو رکعتوں کو پڑھتا ہو۔

ابوداود باب الصلاۃ قبل المغرب

حدیث:489

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے انہوں نے کہا نہیں البتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:ایک دن میرے پاس آپ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا: میں عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گیا تھا ان کو اب پڑھا ہے۔

نصب الرایہ 141/2

نماز عصر یا ظہر کی سنتوں کی قضا کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

حدیث:490

حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی

اللہ عنہما مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

نصب الرایہ 141/2

اور یہ کہنا کہ بخاری کی روایت کو ان روایت پر ترجیح ہے۔ درست نہیں۔ جیسا کہ علماء نے خصوصاً امام ابن ہمام نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اگر بخاری میں مروی حضرت انس کی یہ حدیث صحیح ہوتی کہ اذان ہوتے ہی لوگ تیزی سے ستونوں کی طرف بڑھتے۔ اتنی کثرت سے لوگ نماز پڑھتے کہ ایک اجنبی یہ خیال کرتا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ تو حضرت ابن عمر اور عامہ صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات سے یہ بات پوشیدہ رہتی-- اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اس پر عمل نہ کرتے بلکہ عام صحابہ اسے چھوڑ بیٹھے۔

بخاری کی حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بعض صحابہ پڑھتے تھے بعض نہیں پڑھتے تھے اس کا حاصل یہ ہوا کہ صحابہ کرام میں سے کچھ نے سوچا ہوگا کہ بیکار رہنے سے بہتر ہے کہ جب تک حضور ﷺ تشریف نہ لائیں نماز ہی پڑھیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نماز منجانب شرع مقرر نہیں تھی۔ ورنہ تمام صحابہ پڑھتے۔ جو لوگ پڑھتے تھے وہ وقت کو اہم عبادت میں مصروف کرنے کے لئے پڑھتے تھے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس وقت نفل مشروع نہیں اگر کوئی مختصر پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے۔

نزہۃ القاری 700/2

فجر کی جماعت کھڑی ہو تو سنتوں کا کیا حکم ہے

جب کوئی مسجد میں آئے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو تو کیا وہ سنتیں پڑھ سکتا ہے؟

ایک گروہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں نیز ان کا استدلال اس روایت سے بھی ہے۔ کہ فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو ایک شخص فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو تین بار فرمایا: کیا تم چار رکعتیں پڑھتے ہو۔ علاوہ ازیں ایک شخص آیا اور اس نے جماعت نے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوا سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! کیا اسے نماز شمار کرتے ہو جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے یا اسے جو تنہا ادا کی ہے۔

دوسرے گروہ کا موقف ہے کہ اگر کسی شخص نے سنتیں ادا نہ کی ہوں اور وہ سمجھتا ہو کہ سنتیں ادا کر کے میں جماعت میں شریک ہو سکوں گا تو وہ پہلے سنتیں پڑھے۔

حدیث: 491

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام نماز پڑھ رہا تھا تو آپ نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) ادا کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے مسجد کے ایک ستون کے پاس سنتیں ادا کیں پھر نماز میں

شامل ہوگئے۔

حدیث :492

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ نماز فجر ادا کر رہے تھے تو انہوں نے ایک کونہ میں دو رکعتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوگئے۔

حدیث :493

امام نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز فجر کے لئے نیند سے بیدار کیا اور نماز کھڑی ہو چکی تھی وہ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں۔

پہلے گروہ نے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی ہے وہ ان کا اپنا قول ہے مرفوع حدیث نہیں دیگر روایات میں جو ممانعت ہے وہ جماعت کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے سے متعلق ہے اگر مسجد کے بالکل آخر میں یا کسی کونے میں پڑھنے کے بعد جماعت میں شامل ہو تو کوئی حرج نہیں علاوہ ازیں فجر کی سنتوں کی بہت زیادہ تاکید وارد ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی (دوسرا) مسلک ہے۔

طحاوی 371-377/1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب فرض نماز کی اقامت کہی جائے تو سوائے اس فرض کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

مسلم حدیث 710 مشکوۃ 1058

اگر کوئی شخص پہلے سے مثلاً چار سنتیں پڑھ رہا ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے تو سنت کا ایک دوگانہ مکمل کر کے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور دو رکعت سنت بعد میں قضا کرے۔ سنتوں میں اصل یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائیں رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا احادیث میں چونکہ صبح کی سنتوں کی بہت تاکید ہے۔ اس لئے فقہاء نے اقامت فجر کے وقت بھی سنتیں پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا فجر کی سنتیں اس حالت میں جماعت سے دور ہو کر پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ اسے دوسری رکعت ملنے کی امید ہو۔ لیکن یہ انتہائی غلط طریقہ ہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور لوگ جماعت کی صفوں سے متصل کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ گھر میں سنتیں پڑھ کر آیا کریں۔ یا جماعت سے دور کھڑے ہو کر سنتیں ادا کریں۔

سنتوں کی قضا میں مذاہب

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک صبح اور دیگر نمازوں کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے امام احمد کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے اور باقی فرائض کی سنن مؤکدات کی قضا پڑھنا مباح ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مسلک ہے کہ کسی سنت کی قضا نہ پڑھے البتہ احناف میں سے امام محمد فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی سنتوں کی قضا زوال سے پہلے پڑھ سکتا ہے وہ اس مسئلہ کو حدیث لیلۃ التعریس سے مستنبط کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کی سنتیں نہیں پڑھیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ان کو پڑھے۔

ترمذی

لیلۃ التعریس والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس کی قضا فرض کے ساتھ ہے بحث ان سنتوں کی قضا میں ہے جن میں صرف سنتیں فوت ہوئی ہوں ان کی قضا مشروع نہیں ہے کیونکہ سنن فرائض کے تابع ہیں ان کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر صرف سنتوں کی جائے تو وہ تابع نہیں رہیں گی بلکہ اصل کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

ثانیاً سنن نوافل کے حکم میں ہیں اگر انکی قضا مشروع ہے تو وہ حکماً فرض یا واجب ہو جائیں گی کیونکہ قضا اسی چیز کی مشروع ہوتی ہے جس کا کرنا لازم ہو۔

اور حدیث ترمذی کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس سے سنتوں کی قضا کا جواز ثابت ہوتا ہے اور احناف کی حدیث (جس کو ہم بعد میں پیش کریں گے انشاء اللہ) سے عدم جواز ثابت ہوتا اور یہ اصول ہے کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوتی ہے لہذا یہ روایت مرجوح ہے۔

ثانیاً یہ روایت منکر ہے اس لئے لائق استدلال نہیں۔

احناف کی دلیل

حدیث: 494

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے گھر میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے (اس وقت) وہ نماز پڑھی ہے جو آپ پہلے نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس مال آیا تھا جس میں مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا ان کو میں نے اب پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم سے یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی ان کو قضا کریں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

مسند احمد 315/6

شرح مسلم سعیدی 347/2

مقام مصطفیٰ ﷺ

مولانا غلام رسول رضوی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا دل بیدار رہتا ہے اگر چہ آنکھیں سو جائیں تو اس وادی میں آپ ﷺ سے صبح کی نماز کیسے فوت ہو گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں آپ کی نماز کا فوت ہو جانا نیند کی حالت میں آپ ﷺ کو نسیان ہونے کے باعث تھا جیسے بیداری کی حالت میں نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جاتی ہے۔ تفہیم البخاری 365/1

اس کے جواب میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

یہ جواب سراسر غیر معقول ہے۔علمی اصطلاح میں نسیان کا استعمال کبھی نیند کے لئے نہیں ہوتا،نسیان ذہن کی توجہ اور استحضار کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔بعض علماء نے کہا کہ صورت علمیہ حافظہ سے نکل جائے تو نسیان ہے اور حافظہ میں ہو اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو سہو ہے۔اور یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوگی جب انسان جاگ رہا ہو۔نیند کی حالت میں ذہن کی توجہ یا عدم توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور قلب کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجلیات الہیہ کی جلوہ گاہ بنا رہتا ہے یا نیند کی حالت میں جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

البتہ اس بات کی تصحیح اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حالت نیند میں بھی آپ کا دل یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔پھر ایسے میں طلوع فجر کی طرف توجہ کیسے ہوتی اور نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا نام ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ آپ اس وقت بھی نماز ہی کی حالت میں تھے۔لطف کی بات یہ ہے کہ ہم جب نماز ادا کرتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور سرکار مدینہ ﷺ کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی آپ کا دل اس وقت بھی حضرت احدیت میں موجود اور مستغرق تھا جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا!

شرح مسلم 346/2

جلسہ استراحت

پہلی رکعت میں دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر پھر دوسری رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے چونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اسلاف امت کا اجماع اس پر ہے کہ جلسہ استراحت نہ کرے۔

حدیث:495

حضرت سہل کے صاحبزادے سعد ساعدی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

ابوداود باب ذکر التورک فی الرابعۃ

عمل صحابہ

حدیث:496

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت میں بیٹھتے نہ تھے، بلکہ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔بیہقی من قال یرجع علی صدور قدمیہ

نیز حضرت عمر،حضرت علی،حضرت ابن عباس،حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل تھا کہ آپ بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جوہر النقی 125/2

شارح بخاری ابن حجر نقل کرتے ہیں:

حدیث: 497

حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اٹھتے تو بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور یہی منقول ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم۔ نصب الرایہ 389/1

اجماع امت

امام شافعی کے سوا تمام اسلاف امت کا اجماع واتفاق اس بات پر ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بیٹھے بغیر سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے۔ جوہر النقی 126/2

جلسہ استراحت کوئی مسنون عمل نہیں ذخیرہ احادیث میں جن صحابہ نے حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ان میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلسہ استراحت فرماتے تھے جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے۔

امام طحاوی اس مضمون کی تمام احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں ”کہ جب دونوں حدیثوں میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی خاص ذاتی کیفیت کی وجہ سے یہ جلسہ فرمایا ہوگا نہ اس لئے کہ یہ نماز کی سنت ہے اور اگر یہ جلسہ نماز میں مطلوب ہوتا تو خاص طور پر اس کا علیحدہ تذکرہ ضرور ہوتا،،۔

امام طحاوی کے اس فرمان کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے خود یہ فرمایا ہے کہ بڑھاپے کے سبب ”اب میں جسیم ہو گیا ہوں،، لہذا اسی دور میں اس خاص کیفیت کے پیش نظر پہلے بیٹھ کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔

ابن قیم اس جملہ کی روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں

اگر رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ ہمیشہ جلسہ استراحت کی ہوتی تو یقیناً ہر وہ شخص اس کا ذکر کرتا جس نے آپ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اور فقط آپ ﷺ کا یہ عمل کر لینا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ نماز کی سنت ہے۔ الا یہ کہ جب معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے یہ عمل بطور سنت کیا ہے تا کہ لوگ بھی ایسا کریں۔ البتہ جب یہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے یہ عمل کسی ذاتی ضرورت کے پیش نظر کیا ہے تو پھر اس سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نمازوں کی سنت میں سے ہے۔

ملخص زاد المعاد 240/1

نمازعیدین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔ اور فرماتا ہے: اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہی پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور عیدین میں نہ پڑھا تو نماز ہو گی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز۔ اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا مگر نماز ہو گئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا اعادہ بھی نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت صرف دو بار اتنا کہنے کی اجازت ہے الصلاۃ جامعۃ۔ (درمختار) بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی اور بدعت ہے۔

نماز کا طریقہ

دو رکعت واجب عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے ثناء پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لے اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں

ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں۔

پھر امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد و سورت پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہیں تین پہلی میں قراءت سے پہلے اور تین دوسری میں قراءت کے بعد۔ اور تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی مقدار سکتہ کرے۔ پہلی رکعت میں امام کے تکبیر کہنے کے بعد مقتدی شامل ہوا تو اسی وقت تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قراءت شروع کر دی اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں اور امام رکوع میں چلا گیا تو امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں تکبیریں کہہ لے اور اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اس وقت تکبیریں کہے۔

نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لاإله إلا الله و الله اكبر الله اكبر و لله الحمد۔ بہار شریعت 63-65/4

حدیث:498

ابو داود نے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

اورحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی کتنی تکبیریں کہتے تھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ چار تکبیریں کہتے تھے جنازہ کی چار تکبیروں کی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی ۔حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں خود بھی جب بصرہ کا گورنر تھا تو ایسے ہی کرتا تھا۔

ابوداود التکبیر فی العیدین طحاوی 346/4 مشکوۃ 1443

حدیث :499

ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز عید پڑھائی تو آپ ﷺ نے چار چار تکبیریں پڑھیں پھر نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مت بھولو (عید کی تکبیریں) نماز جنازہ کی تکبیروں کی طرح ہیں۔اور اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور اپنے انگوٹھے کو پکڑا۔

طحاوی 345/4

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔سلسلہ احادیث الصحیحہ حدیث 2997

حدیث :500

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہما کے پیچھے نماز عید ادا کی ۔تو انہوں نے چار تکبیریں کہیں پھر قراءت کی پھر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر رکوع کیا۔

طحاوی 347/4

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا کہ چار، پانچ ہیں یا سات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرات صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ: تمہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور کسی مسئلہ میں اختلاف یا اتفاق پر بعد میں آنے والوں کا اتفاق یا اختلاف مرتب ہوگا ۔اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ کی یہ رائے بڑی اچھی ہے، اس مسئلہ پر آپ اپنی رائے دیں۔آپ نے فرمایا: بلکہ تم اپنی رائے بتلاؤ یقیناً میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں ہتو صحابہ کرام نے باہمی غور وخوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی طرح اور اس پر سب کا اتفاق ہوا

طحاوی باب التکبیر علی الجنائز کم ہو

پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں اور دوسری میں چار کل نو تکبیریں ہوئیں

پہلی تکبیر تحریمہ کی اس کے بعد تین تکبیریں اور پانچویں تکبیر رکوع کی ۔دوسری رکعت میں تین تکبیریں زائد اور چوتھی تکبیر رکوع کی ۔پانچ اور چار نو تکبیریں۔

حدیث:501

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں تو تکبیریں یوں ہیں کہ پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں قراءت کے بعد رکوع کی تکبیر سمیت اور نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

ترمذی حدیث 536

باب نمبر:13

نماز تراویح

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ بمعنی ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے تسلیمہ بمعنی ایک دفعہ سلام کرنا اور رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس مناسبت سے کہ ابتداءً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق اس امر پر ہوگیا تو وہ ہر دو سلاموں کے بعد (چار رکعات کے بعد) کچھ آرام کرتے تھے۔

فتح الباری کتاب صلاۃ التراویح

واضح رہے کہ خود تراویح کا صیغہ بتلا رہا ہے کہ تراویح کی رکعات آٹھ سے زائد ہیں چونکہ

چار رکعت، ایک ترویحہ اور آٹھ رکعت، تَرْوِیْحَتَیْن بارہ اور اس سے زائد رکعات تراویح ۔

کیونکہ عربی کی جمع تین سے شروع ہوتی ہے اگر آٹھ رکعت تراویح ہوتی تو پھر اسے تراویح کہنا درست نہ تھا بلکہ تَرْوِیْحَتَیْن کہنا چاہئے تھا۔

بیس رکعات تراویح سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ ہے اور آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

حدیث:502

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 394/2

ہر چند بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لئے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے

غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بخاری 1147 مسلم 738 ترمذی 439

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اس نماز کے بارے میں بتلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لئے غیر مقلدین کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تراویح آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔ اگر بیس رکعت پڑھتے تو کل رکعات تئیس ۲۳ ہوتیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث سے تین وتر بھی ثابت ہو رہے ہیں تب ہی تو گیارہ رکعات ہوئی غیر مقلدین بتائیں کہ وہ ایک وتر کیوں پڑھتے ہیں کیا بعض حدیث پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں تہجد کا ذکر فرما رہی ہیں تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں نہیں پڑھی جاتیں اسی لئے امام بخاری اور امام ترمذی اس

حدیث کو کتاب التہجد میں لائے ہیں اور صلاۃ التراویح کے لئے علیحدہ باب باندھا۔

اہل حدیثوں کو چاہئے کہ بارہ مہینے تراویح پڑھا کریں کیونکہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے۔ تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتی تہجد پڑھی جاتی ہے۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ وہ سونے کے بعد تراویح پڑھا کریں۔

اگر اس نماز سے مراد تراویح ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا کیا خلفاء راشدین بدعت سیئہ کا حکم دے سکتے ہیں اور تمام صحابہ نے یہ حکم کیوں قبول کیا ان میں کوئی بھی متبع سنت اور حق گو نہیں تھا آج اتنے عرصہ کے بعد تم حق گو بھی پیدا ہوئے اور متبع سنت بھی اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سب کچھ دیکھ کر کیوں اعلان نہ کیا کہ تم یہ کام خلاف سنت کر رہے ہو۔ وہ خاموش کیوں رہیں کیا ان پر تبلیغ حق فرض نہ تھی کیا تم ام المؤمنین سے افضل ہو۔

اگر بیس رکعات تراویح بدعت سیئہ ہے اور آٹھ رکعات تراویح سنت اور تم بہادروں نے چودہ سو سال بعد یہ سنت جاری کی تو بتاؤ حرمین شریفین کے تمام مسلمان بدعتی اور گمراہ ہیں تم آج نجدیوں کو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے جہاں آج بھی بیس رکعات تراویح پڑھی جا رہی ہیں۔

اس حدیث میں ایسی نماز کا ذکر ہے جو تنہا ہوتی تھی اور وہ تہجد ہے جبکہ تراویح تو با جماعت ہوتی ہے۔ اہل حدیثوں کو چاہئے کہ آج سے وہ تنہا تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔

اس روایت میں چار چار رکعات نماز کا ذکر ہے اور تراویح تو بالاتفاق دو دو کر کے پڑھی جاتی ہیں ۔اہل حدیثوں کو چاہئے کہ آج سے وہ چار چار رکعات تراویح پڑھنا شروع کر دیں ۔

مفسر قرآن علامہ الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشریعہ جامعہ ام القری بمکہ المکرمہ لکھتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا مشاہدہ بیان فرما رہی ہیں اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ اس سے زیادہ نماز پڑھتے ہوں کیونکہ آپ نو ازواج میں سے ایک تھیں اور ہر رات حضور ﷺ ان کے ہاں نہیں گذارتے تھے حتیٰ کہ آٹھ رکعات پر قطعی حکم لگایا جائے وہ تو اپنے مشاہدہ کی خبر دے رہی ہیں ۔اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں مسلم حدیث 718

حالانکہ چاشت کی نماز حضور ﷺ سے ثابت ہے حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی مسلم 721 بخاری 1981 اور اس کتاب میں یہ حدیث گذر چکی ہے دیکھو حدیث نمبر 329

اور فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آٹھ رکعات نماز چاشت ادا کی ۔بخاری و مسلم 720

کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز چاشت کا انکار کریں صرف اس وجہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ۔اسی طرح

حضور ﷺ سے گیارہ رکعات سے زیادہ کی نفی نہیں ہو سکتی ۔اس لئے کہ حضور ﷺ سے تہجد کی نماز تیرہ رکعات بھی ثابت ہے ۔کتاب صلاۃ التراویح ص 118-111

عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح

حدیث: 503

عن يزيد بن رومان رضي الله عنه أنه قال كا ن الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث و عشرين ركعة ۔

امام مالک حضرت یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے ۔

موطا باب ما جاء فی قیام رمضان ص 115/1

امام مالک نے تراویح کے لئے دو روایتیں ذکر کی ہیں ایک گیارہ والی السائب بن یزید سے اور دوسری بیس رکعت والی یزید بن رومان سے

امام بیہقی دونوں روایتیں اپنی سنن کبری میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق کی جا سکتی ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے ۔سنن کبری 496/2

حدیث: 504

بیہقی نے کتاب المعرفہ میں نقل کیا کہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں لوگ بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

اسنادہ صحیح ۔نصب الرایۃ 154/2

امام مالک کے علاوہ دیگر محدثین نے اسی سند سے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے مثلاً امام عبد الرزاق نے محمد بن یوسف سائب بن یزید سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے

حدیث :505

محمد بن یوسف سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

مصنف عبد الرزاق 262/4

اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات کی روایت معلوم، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔

امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً خلفاء راشدین حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

حدیث :506

سائب بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تئیس رکعات پڑھتے تھے۔

مصنف عبد الرزاق 262/4

حدیث :507

یحیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ

عہد عثمانی میں بیس رکعات تراویح

حدیث :508

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی آیات پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدتِ قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

حافظ ابو بکر بن علی السنن الکبریٰ 496/2 عدد رکعات القیام فی رمضان

عہد علی میں بیس رکعات تراویح

حدیث:509

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ

حدیث:510

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر

السنن الکبریٰ 496/2 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

حدیث:511

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔

السنن الکبریٰ 496/2 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

حدیث:512

حافظ ابوعمر بن عبدالبر یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعات پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

التمہید 15/8 مکتبہ قدوسیہ لاہور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

رسول اللہ ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حدیث:513

حضرت الاعمش فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا۔

مروزی قیام الیل ص 157

حدیث:514

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے

تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ

حدیث :515

ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ

حدیث :516

حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعات پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ

حدیث :517

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تیئس رکعت پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ 293/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی 1406ھ

جمہور صحابہ اور اہل مکہ کا عمل

امام ترمذی فرماتے ہیں:

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: اسی طرح میں نے اپنے شہر مکہ میں پایا کہ وہ بیس رکعات پڑھتے تھے۔

ترمذی باب ما جاء فی قیام رمضان حدیث 806

غیر مقلدین سے گذارش

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں

غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور سالہا سال سے وہ اس موضوع پر اہل سنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کوئی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؟ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایت میں صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا۔

اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے۔اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر،حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کئے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعات بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔

بیس رکعات تراویح پر مقالات سعیدی میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔وہ اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

شرح مسلم سعیدی 502/2

آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کا سہارا بالآخر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو کہ علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں آٹھ تراویح پڑھائیں۔

ابن خزیمہ ابن حبان

یہ روایت اس قدر ضعیف و منکر ہے کہ اس سے استدلال ہی نہیں کیا جا سکتا چونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کی بابت ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابوداود کہتے ہیں اس کے

پاس منکر روایتیں ہیں۔ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔تہذیب التہذیب۔حرف العین

لہذا اس طرح کی منکرہ موضوعہ کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صرف تین دن نماز تراویح با جماعت مسجد میں ادا کی

حدیث:518

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتداء میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے،پھر تیسری یا چوتھی رات کو صحابہ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہ لائے صبح کو ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

مسلم 761 بخاری 1129

اور ایک روایت میں ہے:اے لوگو اپنے گھر میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں بہتر ہے۔بخاری حدیث:7290 مسلم 781 مشکوۃ 1295

حضور ﷺ اپنی امت پر رحیم و کریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے لگا تار پورا مہینہ تراویح نہ پڑھائیں اب تراویح سنت مؤکدہ ہے لیکن تراویح کی جماعت سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔حضور ﷺ کو یہ علم بھی تھا کہ اگر میں اسی طرح تروایح پڑھاتا رہا تو تراویح پانچ وقتہ نماز

کی طرح فرض ہو جائے گی اور اگر فرض ہوگئی تو میری امت اس فرض کی پابندی نہ کر سکے گی ۔اس سے حضور ﷺ کا علم بھی ثابت ہو رہا ہے اور رحمت بھی ۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح دو الگ عبادتیں ہیں ایک نہیں ۔جیسا کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ تہجد یا قیام اللیل اور تراویح ایک ہی عبادت کے دو نام ہیں ۔یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ تراویح میں تو تمام صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے یہ امر کسی پر مخفی نہ رہا لہذا تراویح کے متعلق تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو سب صحابہ جانتے تھے کیونکہ نماز تراویح گھر میں نہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف وہ وہی سوال کیا گیا جو صحابہ پر مخفی تھا جسے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بتا سکتی تھیں اور وہ تہجد یا قیام اللیل ہے ۔اگر تراویح کے متعلق سوال ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں مجھ سے کیا پوچھتے ہو کیا تم اس نماز میں شریک نہیں تھے ۔

غیر مقلدین کو بھی چاہئے کہ صرف تین دن نماز تراویح پڑھیں اور تین دن جماعت کرائیں باقی دن جماعت کرانا خلاف سنت ہے اور مسجد میں صرف تین دن نماز پڑھیں باقی دن اپنے اپنے گھروں میں تراویح ادا کریں ۔اگر وہ کہیں کہ پورا مہینہ جماعت کے ساتھ مسجد میں تراویح ادا کرنا کہ خلفاء راشدین کی سنت ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ اگر یہ تمام سنتیں تمہیں قبول ہیں تو پھر بیس تراویح بھی خلفاء راشدین کی سنت ہے اس سے انکار کیوں ہے ۔تراویح کے متعلق خلفاء راشدین کی باقی تمام سنتوں کو قبول کر رہے ہو صرف بیس تراویح سے ہی دشمنی ہے ۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ نے سکوت فرمایا۔ اس لئے بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے بھی بیس رکعت تراویح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کر سکیں ۔کوئی اہلحدیث یہ بات ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا ہو کہ یا امیر المومنین تم نبی ﷺ کی سنت تبدیل کر رہے ہو تراویح تو آٹھ رکعات ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خلفاء راشدین سے اختلاف ثابت نہیں تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیس تراویح ہی پڑھتی رہیں اور آٹھ رکعت والا مسئلہ تہجد کے متعلق ہے ۔

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ کا مفہوم

حدیث:519

عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو لوگ متفرق الگ الگ تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا اور انہیں ابی بن کعب پر جمع کر دیا پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔

بخاری 2010 مشکوۃ 1301

یعنی نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہوں جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں۔

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ ''یہ بڑی اچھی بدعت ہے،، یعنی تراویح کی جماعت اور ہمیشہ اہتمام سے قائم کرنا میری ایجاد ہے اور بدعت حسنہ ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس پر ہمیشگی باجماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعاً بدعت ہیں اگرچہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے۔ اسی حضور ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین لہٰذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بُری نہیں بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مثلاً قرآن کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہیں مگر فرض۔ چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی دھوم دھام فاروق اعظم کی یادگار ہے۔ مراۃ 292/2

مفتی شریف الحق امجدی فرماتے ہیں

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور ﷺ نے تراویح باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی پابندی کردی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام وگناہ وبدعت سیئہ نہیں جیسے ہمیں حضور ﷺ کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت ک ساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلاۃ وسلام کا حکم ہے پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہوکر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام وگناہ وبدعت سیئہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

نزہۃ القاری شرح بخاری 411/3

اہل حدیث منکر حدیث عبد اللہ چکڑالوی کے نقش قدم پر

غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ نمازیں ہیں۔ ان کو ایک سمجھنا منکر حدیث عبد اللہ چکڑالوی کا مذہب ہے جب شروع میں

اس نے یہ دعوی کیا تو ثناء اللہ امرتسری نے اس کا رد لکھا۔لیکن اب اہل حدیث بھی اسی کی بولی بول رہے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث ترقی کرتے کرتے عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کا مذہب قبول کر چکے ہیں اگر اسی طرح ترقی جاری رہی تو شاید وہ وقت بھی آ جائے کہ شیعوں کی پیروی میں منکر قرآن بھی بن جائیں۔

چنانچہ محمد اقبال کیلانی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: رمضان میں نماز تراویح یا قیام رمضان باقی مہینوں میں تہجد یا قیام اللیل ہی کا دوسرا نام ہے۔

(کتاب الصلاۃ ص ۱۵۱ مسئلہ نمبر 403

غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری عبداللہ چکڑالوی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں۔یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے۔

(اہل حدیث کا مذہب ص 92-93)

دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد کی نماز بھی پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاوی ثنائیہ کے دو سوال و جواب ملاحظہ ہوں:-

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔اول شب تہجد نہیں ہوتی۔

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

جواب: اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ ثناء اللہ امرتسری: فتاوی ثنائیہ 654-682/1

معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔شروع رات کی عبادت کو تہجد کے قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔

بالفرض اگر کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھے تو صرف وہ تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔امرتسری صاحب قائم مقام کی تشریح کرتے ہیں: اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آنا چاہیے کہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے لیکن دونوں ایک نہیں۔(اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳)

معلوم ہو گیا کہ تراویح اور ہے اور تہجد اور ہے دونوں کو ایک قرار دینا منکرین حدیث کا مذہب ہے۔

مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس قاضی شیخ عطیہ سالم کی تحقیق

سعودی عرب نامور عالم مسجد نبوی شریف کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے قاضی شیخ عطیہ سالم نے نمازتراویح کی چودہ سوسالہ تاریخ پرایک مستقبل کتاب ''التراویح'' لکھی اور بتایا کہ ہر دور میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی رہیں اس تحقیق کے بعد دوسوال کرتے ہیں ۔

سوال نمبرا

کیاایک ہزار سال سے زائداس طویل عرصہ میں کسی موقعہ پر بھی ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے چودہ سوسالہ دور میں بیس یا بیس سے زائد تراویح ہی پڑھی جاتی تھی ۔

سوال نمبر۲

دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی عالم نے بھی یہ فتوٰی دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اوراس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کواس فتوٰی کی بنیاد بنایا ہو؟

الغرض جب پورے چودہ سوسالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہ فتوی دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں 'اور نہ ہی ثابت ہوا کہ مسجد نبوی میں باجماعت صرف آٹھ تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مصر ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں ہم ان سے صرف اتنا عرض کردیتے ہیں کہ خلفاء

راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا ان کی مخالفت سے بہتر ہے خصوصا اس شخص کے لئے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے۔

کتاب التراویح: 108-109

تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے

عہد قریب کے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والا وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو باجماعت وتر پڑھنے سے نہ قرآن نے منع کیا ہے نہ حدیث نے ،نہ اجماع سے اس کا عدم جواز ثابت ہے نہ قیاس سے تو پھر محض عہد قریب کے بعض علماء کے اس کو ناجائز کہنے سے یہ ناجائز کیسے ہوجائے گا۔

شرح مسلم سعیدی 502/2

باب نمبر 14

مقتدی اور امام کے احکام

حدیث :520

مقتدی کو امام سے پہلے رکوع سجود کرنا جائز نہیں

عن آنس رضی الله عنه قَالَ:

صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِي بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْإِنْصِرَافِ فَإِنِّي أَرَاكُمْ أَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالُوْا وَمَا رَأَيْتَ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارِ.

مسلم حدیث ۴۲۶ کتاب الصلاۃ باب تحریم سبق الامام ،نسائی حدیث: ۱۳۶۲ کتاب السہو ،مشکوۃ حدیث ۱۱۳۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں تم رکوع ،سجود وقیام اور نماز کے اختتام میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو بلکہ لاریب وشک میں تمہیں سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس

کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا میں نے جنت ودوزخ کو دیکھا۔

مسلم حدیث ۴۲۶ کتاب الصلاۃ باب تحریم سبق الامام ،نسائی حدیث: ۱۳۶۲ کتاب السہو ،مشکوۃ حدیث ۱۱۳۷ کتاب الصلاۃ باب ماعلی الماموم

معلوم ہوا کہ امام سے پہلے رکوع سجود کرنا اور امام سے پہلے نماز شروع کرنا اور اس سے پہلے نماز ختم کرنا جائز نہیں جب امام تکبیر کہہ چکے پھر تکبیر کہی جائے جب امام رکوع میں چلا جائے اس وقت رکوع کیا جائے اور جب وہ سجدہ میں جا چکے پھر سجدہ کیا جائے اور جب وہ دونوں طرف سلام پھیر لے پھر سلام پھیرا جائے

حدیث :521

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور تم تکبیر نہ کہو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہے (یعنی اس کی تکبیر سے پہلے تکبیر نہ کہو) اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور تم رکوع نہ کرو یہاں تک کہ وہ رکوع کرے اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور تم سجدہ نہ کرو یہاں تک کہ وہ سجدہ کرے۔ ابوداود 603 بلوغ المرام 429 باب صلاۃ الجماعۃ

حدیث :522

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت پیٹھ نہ جھکاتا جب تک نبی کریم ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے۔

بخاری حدیث 811 مسلم 474 مشکوۃ 1136

یعنی رسول اللہ ﷺ کے سجدہ شروع کر دینے پر ہم قومہ سے جھکنا شروع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام سے اتنا پیچھے رہنا سنت ہے اور امام کے ساتھ رکن نماز میں ملنا واجب حتیٰ کہ اگر امام رکوع سے سر اٹھائے اور مقتدی ابھی تک رکوع کی تین تسبیح نہیں پڑھ سکا تو تسبیحیں چھوڑ کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اگر مقتدی رکوع میں امام سے پہلے اٹھ کھڑا ہو تو پھر لوٹ جائے یہ اس کا ایک ہی رکوع ہوگا نہ کہ دو۔ مرقاۃ

حدیث :523

امام مقتدیوں کو ہلکی نماز پڑھائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو نمازیوں پر تخفیف کرے (قراءت زیادہ لمبی نہ کرے) ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے لوگ ہوتے ہیں اور جب اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔

بخاری 703 مسلم 467 مشکوۃ 1131

اب عام اماموں کی حالت اس کے برعکس ہے اگر تنہا نماز پڑھیں گے تو مختصر اور جماعت کے ساتھ پڑھیں گے تو طویل اللہ سنت پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

حدیث :524

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے قریب ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھا۔ پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر میرے کندھے کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرائے اسے تخفیف سے کام لینا چاہئے کیونکہ لوگوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

مسلم حدیث:468 مشکوۃ 1134

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے آپ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں جراءت و ہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ہاتھ دافع البلا مشکل کشا ہے کیوں نہ ہو جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء ﷺ کا ہاتھ بلکہ آپ کا لعاب دہن آپ کے تبرکات قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے سہارے سے

کمزور طاقتور بن جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر۔

حدیث :525

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قراءت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رہ جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی ﷺ کو اس سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔

مسلم حدیث 466 بخاری 702 مشکوۃ 1132

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو وہ گنہگار نہیں ہے بلکہ امام گنہگار ہے۔ نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے یہ نہ غیبت ہے نہ امام کی سرتابی نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کرسکتا ہے اور ملامت بھی اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا درازی نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

مراۃ 204/2

حدیث :526

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود "الصافات" سے ہماری امامت کرتے تھے۔

رواہ النسائی مشکوۃ حدیث 1135

یعنی آپ ﷺ بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی قراءت میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے لہذا حضور ﷺ کے احکام اور ہیں ہمارے اور صاحب مرقات نے فرمایا: کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گذر جائے مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور ﷺ نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ ﷺ بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی فرما دیتے تھے۔

مراۃ شرح مشکوۃ 206/2

مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قراءت کرنے کی بھی یہی توجیہ ہے۔

شرح مسلم سعیدی 1262/1

حدیث :527

نماز میں امام سے پہلے سر اٹھانے پر شدید وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنادے۔

بخاری حدیث 691 مسلم 427 مشکوۃ 1141

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے عذاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورت آخرت میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہوجائے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدھ شخص کی صورت مسخ ہوگی تو وہ عموم کے منافی نہیں۔

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت

حدیث: 528

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی

رہے گی۔

مسلم حدیث 429 بخاری 750 مشکوۃ 983

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انہوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ سورہ الذاریات آیت: 22

نمازی کے آگے سے گذرنا

حدیث: 529

حضرت ابو جہیم انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی کے آگے گذرنے کی نسبت چالیس تک کھڑا رہنا اس کے لئے بہتر ہے۔ ابو النضر کہتے ہیں کہ بسر نے چالیس دن کہا یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

مسلم حدیث 507 بخاری 510 مشکوۃ 776

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گذرنا مکروہ ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گذرنا مطلقا مکروہ ہے۔

درمختار علی ہامش ردالمحتار 593/1

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گذرنے والا اتنے فاصلہ سے بلا کراہت گذر سکتا ہے جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا نظر نہ آئے (یعنی قیام میں اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) یہ حکم صحرا اور مسجد کبیر کے لئے ہے اور اگر گھر میں نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گذرنا مطلقا مکروہ ہے۔ ردالمحتار 593/1

علامہ شامی فرماتے ہیں

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع (تیس انگریزی گز) سے کم ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جو چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) سے کم ہو۔ ردالمحتار 593/1

اس کا مفاد یہ ہے کہ جس مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے کم ہو وہ مسجد صغیر ہے اس میں اگر نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے آگے سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر اس مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دو یا تین صف کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گذرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر

نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گذرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لئے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔

شرح مسلم سعیدی 1325/2

حدیث: 530

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کردیا۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے اور قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا ناپسند کرتی، چارپائی کے پایوں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

مسلم حدیث 512 بخاری 514

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر سترہ کے اگر نمازی کے سامنے عورت ہو تو اس کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو یا آپ ﷺ کا منع کرنا تنزیہ کے لئے تھا اور عمل بیان جواز کے لئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کردیا۔

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا پھر بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ایذاء پہنچی اور انہوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا۔ تو اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب ﷺ کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے زیادہ بُرا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی اور یہ سرکار دو عالم ﷺ کی کس درجہ توہین ہے۔ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ بُرا ہے۔

صرط مستقیم مطبوعہ سلفیہ لاہور ص 86

یادِ خر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا بُرا ☆ اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری ☆ کفر کیا شرک کا فُضلہ ہے نجاست تیری

خاک منہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر ☆ مٹ گیا دیں ملی خاک میں عزت تیری

تیرے نزدیک ہوا کذبِ الٰہی ممکن ☆ تجھ پہ شیطان کی پھٹکار یہ ہمت تیری

بلکہ کذاب کیا تو نے اقرارِ وقوع ☆ اُف رے ناپاک یہاں تک ہے خباثت تیری

علم شیطاں کا ہوا علمِ نبی سے زائد ☆ پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

بزمِ میلاد ہو کانا کے جنم سے بدتر ☆ ارے اندھے ارے مردود یہ جراءت تیری

علمِ غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول ☆ کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری

ہے کبھی بوم کی حلت تو کبھی زاغ حلال ☆ جیفہ خوری کی کہیں جاتی ہے عادت تیری

ہنس کی چال تو کیا آتی گئی اپنی بھی ☆ اجتہادوں سے ظاہر ہے حماقت تیری

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد دے ☆ یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

تیری اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد ☆ اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری

ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں ☆ شرک کا چرک اُگلنے لگی ملت تیری

بے ادبوں اور بدعقیوں کے برعکس اہل محبت اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نماز جو نبی کریم کی تعظیم اور محبت کے بغیر پڑھی جائے وہ منافقوں کی نماز ہے جس کی رب کو بالکل ضرورت نہیں ہے وہ نماز اسے دوزخ میں پہنچائے گی

ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز ماری جائے گی ترے منہ پہ عبادت تیری

(حسن رضا خاں)

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی نماز فقط تیرے دیدار کا بہانہ بنی

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

(اقبال)

صحابہ کرام ہر وقت حضور ﷺ کے تصور میں رہا کرتے تھے

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

نماز ہو یا غیر نماز حضور ﷺ کی تعظیم کو نماز سے بھی اہم سمجھتے تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی تعظیم کی خاطر نماز عصر قضاء کردی۔

باب نمبر 15

تعظیم نبی ﷺ عبادات کی جان ہے

صحابہ کرام عین حالت نماز میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

حدیث :531

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی اس بیماری میں نماز پڑھایا کرتے تھے جس میں آپ نے وصال فرمایا یہاں تک کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ نماز میں صف بستہ تھے تو نبی کریم ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور ہماری طرف دیکھنے لگے آپ ﷺ کھڑے تھے اور آپ کا چہرۂ انور گویا قرآن کا ورق تھا پھر تبسم ریزی فرمائی ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ازراہ مسرت نبی کریم کا دیدار کرتے رہیں پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے کہ صف میں مل جائیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ کہ نبی کریم ﷺ شاید نماز کے لئے تشریف لے آئیں آپ ﷺ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نمازیں پوری کرو اور پردہ گرا دیا نبی کریم ﷺ نے اسی روز وصال فرمایا۔

بخاری حدیث 680 مسلم419

مدینہ والوں کا قبلہ جنوب میں ہے اور رسول اللہ ﷺ کا مکان قبلہ کی طرف نہیں تھا بلکہ مشرق کی طرف تھا یعنی نمازیوں کی بائیں طرف تمام صحابہ نے عین حالت نماز میں قبلہ سے رخ موڑ لئے اور حضور ﷺ کا دیدار کرنے کرنے لگے گویا زبان حال سے کہہ رہے تھے ۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری　　کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

آج توحید بچانے والوں کو فکر ہے کہ نماز میں حضور کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ایک صحابہ کی نماز تھی کہ قبلہ کا رخ چھوڑ کر رخ مصطفٰی کی زیارت میں مگن ہو گئے

عقل کا مفتی بولا ادھر چہرے نہ کرو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ کعبہ ادھر ہے عشق کا امام بولا کہ اگر کعبہ ادھر ہے تو کعبے کا کعبہ ادھر ہے حضرت ابو بکر صدیق نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تو یہاں سے ہمیں سبق ملا کہ عبادت خدا کی ہے ادب مصطفٰی ﷺ کا اور جس عبادت میں ادب نہ ہو وہ عبادت نہیں شرارت ہے اور نماز میں نبی کی تعظیم کرنے سے یا نبی کا خیال دل میں لانے سے نماز ٹوٹتی نہیں بلکہ پکی ہوتی ہے۔

اگر نماز ٹوٹ جاتی تو حضور ﷺ فرماتے دوبارہ پڑھ لو لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی نمازیں پوری کرو۔ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرام کا تھا۔

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر　سر خدا کے واسطے دل مصطفٰی کے واسطے

پیش نظر ہے وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار　ہاں روکئے سر کو روکئے　یہی امتحان ہے

رسول اللہ ﷺ کے تبرک کی اہمیت

حدیث :532

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بطحاء مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو

سرخ چمڑے کے ایک خیمے میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کی طرف جھپٹ رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے اپنے منہ پر مل لیا اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی کریم ﷺ سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے سے گذرتے دیکھا۔

بخاری حدیث 376 مسلم 503 مشکوۃ 773

اس سے معلوم ہوا کہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گذرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ جب حضور ﷺ کے پاس سے ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاتے ہیں تو آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔

حدیث :533

اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں لیکن خدا کی قسم میں کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی

اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے صحابہ محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رطوبت کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔ حضور ﷺ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو آپ کے وضو کا مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

بخاری حدیث 2731 کتاب الشروط

وہ پانی حضور ﷺ کے جسم پاک سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور نور گر بھی پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے حضور ﷺ کے جسم سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مہکا دے گا۔

اس حدیث سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ پتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ ان کو منع کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ ناک بھی صاف کرتے تو اس رینٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔

رینٹ طبعاً مکروہ اور گھناؤنی ہوتی ہے اگر رسول اللہ ﷺ بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی رینٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لئے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ رینٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک

وعنبر سے بہتر خوشبودار ہو شہد سے زیادہ میٹھی ہو تو کون بد بخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

رینٹ تو دور کی بات ہے رسول پاک ﷺ کا پیشاب مبارک بھی طیب وطاہر تھا۔صحابہ کرام اس کو پی لیتے اگر کوئی شخص پچھنے لگا کر علاج کی خاطر آپ کی رگ کاٹتا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا امت کے حق میں آپ کے تمام فضلات کریمہ طاہر ہیں۔

علامہ سیوطی مسند ابو یعلی، حاتم، دار قطنی اور ابو نعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ میں بھی شفاء ہے

حدیث :534

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور ﷺ کو بتلایا آپ ہنسے اور فرمایا: آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

خصائص کبری 122/1 باب الاستشفاء ببولہ

شفاء شریف 65/1

قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا بول مبارک بھی دافع البلاء والوباء وشافع الامراض ہے۔

حضور ﷺ کو اپنی مثل کہنے والے تو حضور ﷺ کے بول مبارک کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے فضلات طاہر ہیں جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ علماء نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ ام ایمن برکہ حبشیہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیشاب پی لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا اس حدیث کو دار قطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خون پاک ہے کیونکہ ابو طیبہ نے اس کو پیا اور جب حضور ﷺ نے اپنی رگ سے نکلوایا ہوا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لئے دیا تو انہوں نے اس کو پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے تو (آپ ﷺ کی والدہ) جن کے خون اور گوشت سے آپ ﷺ کی پرورش ہوئی اور جن کے پیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباؤ اجداد جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ کیسے جہنم میں جائیں گے۔

الفتاوی حامدیہ از علامہ شامی 365/1 طبع مصر

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس بات کو حضور ﷺ

کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

فتح الباری 283/1 طبع مصر

علامہ بدرالدین حنفی حضور ﷺ کے وضوء والے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:

(باوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور ﷺ کے جسم سے لگ کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار دیتے ہیں۔

عمدۃ القاری 79/3

ملا علی قاری فرماتے ہیں

اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے۔

مرقات 53/2 مکتبہ امدادیہ ملتان

ان تمام عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بشریت مبارکہ عام بشری غلاظتوں سے پاک ،صاف ،منزہ اور طیب و طاہر ہے حضور ﷺ کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقع ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کے مس سے حضور ﷺ کے تمام آباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا ثابت کیا ہے، اسی پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی نسل جو حضور ﷺ کے خون سے ہے انشاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ

سے محفوظ رہے گی۔

شرح مسلم سعیدی 1326-1329/2

اولیاء کرام کے آثار سے تبرک حاصل کرنا

امام شافعی جب مصر تشریف لے گئے تو خواب میں سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: ''احمد بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ان کو آزمائش میں ڈالے گا،،۔ ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے ایک خط لکھ کر میرے حوالے کیا اور مجھ سے فرمایا کہ فوراً عراق جا کر اس خط کو امام احمد کو دے دو۔ مجھے خط پڑھنے کی ممانعت فرمائی۔ میں نے خط لیا اور عراق پہنچا اور مسجد میں فجر کے وقت امام احمد رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ نماز کے بعد امام شافعی کا خط پیش کیا۔ خط پاتے ہی امام احمد امام شافعی کے متعلق مجھ سے پوچھنے لگے اور دریافت کیا کہ کیا تم نے خط کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ خط کی مہر توڑی اور پڑھنا شروع کیا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے ''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امام شافعی کے قول کو سچا کر دکھائے گا۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ خط میں کیا لکھا ہے؟ فرمایا: امام شافعی نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ اس نوجوان ابو عبداللہ احمد بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں ان کو آزمائش میں ڈالے گا اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ قرآن مجید کو مخلوق تسلیم کرے مگر اس کو چاہئے کہ ایسا نہ کرے جس پر اس

کے تازیانے لگائے جائیں گے آخر اللہ تعالیٰ اس کا ایسا علم بلند کرے گا جو قیامت تک لپیٹا نہیں جائے گا۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد سے عرض کیا کہ اس بشارت کی خوشی میں جناب مجھے کیا انعام دیتے ہیں؟ حضرت امام کے جسم پر اس وقت دو کپڑے تھے۔ایک کپڑا مجھے عطا فرمایا۔خط کا جواب لے کر میں امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا۔امام شافعی نے پوچھا وہ کپڑا کہاں ہے؟ میں نے پیش کیا۔امام شافعی نے فرمایا: کہ میں نہ تو اس کو تم سے قیمتاً طلب کرتا ہوں، نہ ہدیۃً ،البتہ اتنا چاہتا ہوں کہ تم اس کپڑے کو پانی میں تر کرکے اس کا متبرک پانی مجھے دے دو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی ۔امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو ایک برتن میں رکھ لیا اور روزانہ اپنے رخسار پر اس کو تبرکاً مَل لیتے تھے۔(المقریزی۔)

کتاب الصلاۃ ازامام احمد مترجم شیخ علی جواد کا مقدمہ ص 22-23
مطبوعہ تاج کمپنی

یہ حوالہ مجھے مدینہ منورہ کے ایک بزرگ اور آلِ رسول سید عبدالحمید گیلانی صاحب نے بتایا اور میں انہی کی کتاب سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔اس کے لئے میں ان کا بہت مشکور رہوں ۔ جزاہ اللہ خیرا۔

باب نمبر 16

روزمرہ پڑھی جانے والی 40 ضروری دعائیں

نظر بد کی دعا

حدیث نمبر:535

حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اِن کلمات کے ساتھ تعویذ کرتے اور فرماتے۔ تمہارے جدِ امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کو انہی (کلمات) کے ساتھ تعویذ کیا کرتے تھے۔وہ کلمات یہ ہیں۔

﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ ☆مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ ☆ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں ☆ہر شیطان و زہریلے جانور سے ☆اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے پناہ لیتا ہوں۔

بخاری حدیث:3371 مشکوۃ 1535 کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض

حدیث نمبر:536

شام کے وقت یہ دعا پڑھنے سے زہریلے جانور نقصان نہیں پہنچا سکتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج رات

مجھے بچھو کے کاٹنے سے بہت تکلیف پہنچی۔آپ نے فرمایا:اگر شام کے وقت یہ کلمات کہہ لیتے تو تم کو یہ بچھو ضرر نہ دیتا۔

﴿أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ ﴾﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ میں آتا ہوں ﴿﴾ ہر مخلوق کے شر سے۔

مسلم حدیث:2709 مشکوۃ حدیث:2423 کتاب الدعوات

حدیث نمبر:537

صبح وشام یہ دعا تین بار پڑھنے سے انسان آفات وبلیات سے محفوظ ہوجاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترمذی3388مشکوۃ2391

حدیث نمبر:538

صبح وشام ان تینوں سورتوں کو تین تین مرتبہ پڑھنے سے آدمی ہر شر اور جادو وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یعنی قرآن پاک کی آخری تین سورتیں

ترمذی 3575ابوداود5082 مشکوۃ2163

حدیث نمبر

نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر سونے کے جاتے تو انہی تین سورتوں کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک کر ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیرتے تھے۔اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے۔

بخاری5017مشکوۃ2132

حدیث نمبر:539

بازار میں یہ دعا پڑھنے سے دس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں دس لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں دس لاکھ درجہ بلند ہوتے ہیں اور جنت میں گھر بنتا ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترمذی 3428مشکاۃ2431

حدیث نمبر 540

بازار میں یہ دعا پڑھنے سے خرید وفروخت میں نقصان نہیں ہوتا

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوْذُبِكَ أَنْ أُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً

بیہقی فی الدعوات الکبیر مشکوۃ حدیث2456

حدیث: 599

جماعت کے حصول کے لئے دوڑنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ جو مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔

بخاری حدیث 908 مسلم 602 مشکوۃ 689

امام طحاوی فرماتے ہیں: قیاس بھی دوسرے گروہ (احناف) کی تائید کرتا ہے کیونکہ جو شخص دوسری صف میں نماز پڑھ رہا ہو اور پہلی صف میں جگہ خالی دیکھے تو اسے آگے بڑھ جانا چاہئے۔ اب اس دوران جب وہ دو صفوں کے درمیان ہوگا تو تنہا ہوگا لیکن سب کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ بعض صحابہ کرام مثلاً زید بن ثابت کا عمل بھی احناف کی تائید کرتا ہے۔ طحاوی 1/393-398

خیال رہے کہ اگر صف اول میں جگہ نہ ہو تو یہ آنے والا امام کے پیچھے والے کو ہاتھ لگا دے۔ اگر وہ مسئلے سے واقف ہوگا تو پیچھے آ جائے گا ورنہ اس کی نماز کراہت سے بچ جائے گی۔ اس حکم سے جنازہ کی نماز مستثنی ہے، وہاں اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو آدمی دو صفیں بنائیں گے اور ایک آدمی تیسری صف تاکہ صفوں کی بشارت میت کو حاصل ہو جائے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں اور اکیلے کھڑے ہونے والی کی نماز مکروہ ہے فاسد نہیں اور نماز لوٹانے کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں۔ مراۃ شرح

مشکوۃ 2/190

باب نمبر: 23

نماز میں سدل اور ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانا

حدیث: 600

نماز میں سدل ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور مرد کو منہ ڈھکنے سے منع کیا۔

ابوداود حدیث 643 ترمذی حدیث 378 مشکوۃ 764

سدل کہتے ہیں کپڑا سر یا کندھے پر ڈالنا اور اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکتے چھوڑ دینا۔ اچکن یا کوٹ بغیر بٹن لگائے پہننا بھی سدل میں داخل ہے۔ سدل نماز میں مکروہ ہے اگر نیچے کوئی اور کپڑا نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں کپڑا سنبھالنے میں دل لگا رہتا ہے نماز میں یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ کرتہ وغیرہ بازو داخل کئے بغیر صرف گلے میں لٹکا لینا۔ بعض حضرات نے کہا لباس کا ہر وہ طریقہ جو ہیئت معروفہ کے خلاف ہو سدل میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اس سے حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ وضو کرو وہ گیا وضو کیا پھر آیا آپ نے پھر فرمایا:

جاؤ وضو کرو وہ گیا وضو کیا پھر آیا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کو وضو کرنے کا کیوں حکم دیا پھر آپ اس سے خاموش ہو گئے اور ارشاد فرمایا: کہ وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو تہبند لٹکائے ہوئے ہو۔

ابوداود حدیث 638 مشکوۃ 761

اس حدیث کی وجہ سے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کپڑا لٹکانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ایسی حالت میں نماز بھی نہیں ہوتی اسی لئے وہ اپنی شلواریں ہمیشہ اونچی رکھتے ہیں اس مسئلہ میں وہ بہت شدت کا شکار ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس حدیث کی وجہ سے وضو واجب نہیں نہیں ہوتا کیونکہ اس کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر اس حدیث کو حسن بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر جواب یہ ہے اس کو وضو کا حکم دینا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لئے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو ہاتھ پاؤں دھونے سے دل غرور تکبر سے دُھل جاتا ہے

۔

فیشن اور تکبر کے طور پر تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اگر فیشن نہ ہو تو مضائقہ نہیں

حدیث :601

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنا کپڑا فخر سے

گھسیٹے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ بخاری حدیث 3665 مسلم 2085 مشکوۃ 4312

عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے ان کے متعلق یہ وعید ہے اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں۔ ہاں سنت یہی ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ اور شلوار ٹخنہ سے اوپر رہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب ڈھلکنے کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے بخاری 3665 مشکوۃ 4369

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد ڈھلک جائے اس پر کوئی حرج نہیں ہے عمدۃ القاری 296/21

ملا علی قاری فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ بلا قصد تہبند لٹکانا مضر نہیں ہے خاص طور پر جس شخص کی خصلت میں تکبر نہ ہو، البتہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا افضل ہے، اسلئے یہ واضح ہو گیا کہ چادر گھسیٹ کر چلنے کی حرمت کا سبب تکبر ہے ابن الملک نے کہا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ مرقات 264/8-238

مفتی شریف الحق صاحب فرماتے ہیں:

آج کل مقررین و پیرزادگان کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ پاجامے اور تہبند ٹخنوں کے نیچے تک لٹکاتے ہیں ٹوکنے پر کہہ دیتے ہیں ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے اس پر دارو گیر مناسب نہیں مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ عوام

اس کو سخت معیوب سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ان کی اکثریت یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ان مدعیان رہنمائی کو خبر نہیں کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے ''تہمت کی جگہوں سے بچو،، اور فرمایا گیا ایسے کاموں سے بچو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔نزہتہ القاری 569/4

حدیث :602

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو داہنی کروٹ لیٹ جائے ۔ترمذی حدیث 420 مشکوۃ 1206

یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لئے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہوتا کہ کچھ آرام کر کے فرض بہ آسانی ادا کرے اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تا کہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس طرح لیٹے کہ نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو ٹوٹ جائیگا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں اور فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد نہ پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں ۔مراۃ شرح مشکاۃ 244/2

اگر کوئی شخص اس کو سنت مقصودہ سمجھ کر کرتا ہے یا مسجد میں کرتا ہے تو یہ اتباع سنت نہیں ہے

احناف نے جو اس کو سنت عادیہ قرار دیا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ

حدیث:603

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔

بخاری 1168 مسلم 743 مشکوۃ 1189

یہ بات بھی یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کا مسجد میں آکر لیٹنے کا معمول نہیں تھا۔اس لئے اس وقت مسجد میں آکر لیٹنا اور اس کو عادت بنالینا۔اس کو سنت یا واجب سمجھنا اور اس طرح نہ کرنے والوں کو تارک حدیث کہنا اتباع سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

باب نمبر:24

رکوع وسجود ادا کرنے کی صحیح کیفیت

حدیث:604

رکوع وسجود میں اعتدال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور پھر ایک آدمی نے داخل ہو کر نماز پڑھی پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ۔اس نے پڑھی پھر آکر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ

تُـصَـلِّ واپس لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو تو نے نماز نہیں پڑھی تین مرتبہ ایسا ہوا تو اس نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اس سے اچھی نماز ادا نہیں کر سکتا آپ مجھے تعلیم دیں۔ فرمایا: جب تم نماز کی طرف اٹھو تو وضو پورا کرو پھر کعبے کی طرف منہ کرو پھر تکبیر کہو۔ پھر جس قدر قرآن آسان ہو پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ رکوع میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اپنی ساری نماز میں اسی طرح کرو۔

بخاری حدیث 6251-793 مسلم 397 مشکوۃ 790 ترمذی 302

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں تعدیل ارکان یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے۔ ہر رکن میں تین تسبیح کی مقدار ٹھہرنا یہ تعدیل ارکان امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک فرض ہے اور امام اعظم کے نزدیک فرض نہیں واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص واجب الاعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہو جاتا ہے حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی واجب بغیر سہو کے چھوڑ دیا جائے تو ایسی نماز ناقص ہوتی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے

امام صاحب فرماتے ہیں فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ میں کمال نماز کی نفی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ فَإِذَا فَعَلْتَ ذلك فقد تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَإِنِ انْتَقَصْتَ منه شيئا انْتَقَصْتَ من صلاتِكَ۔ ترمذی 302

یعنی اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو نماز ناقص ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں ہوگی لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں ہے۔

حدیث:605

اور ایک روایت میں ہے۔ جب تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنے رکوع کو مضبوطی سے کرو اور اپنی پشت دراز کرو جب اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنی پیٹھ سیدھی کرو حتیٰ کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ آئیں پھر جب سجدہ کرو تو سجدہ مضبوطی سے کرو جب اٹھو تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو۔

ابوداود 859-861 مشکوۃ 804

یعنی جب نماز میں بیٹھو تو بائیں ران پر اس طرح کہ داہنا قدم کھڑا ہو معلوم ہوا کہ نماز کے دونوں قعدوں میں نشست یکساں ہے یعنی بائیں ران پر بیٹھنا۔

حدیث:606

رکوع میں اتنا جھکنا چاہئے کہ اگر پشت پر پانی کا پیالہ رکھا جائے تو پانی نہ گرے

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو (اس قدر جھکتے کہ) اگر پشت مبارک پر پانی گرایا جاتا تو ٹھہر جاتا۔ رواہ الطبرانی

حدیث:607

رکوع کے وقت سر اور پشت برابر ہونی چاہیے سر کمر سے نہ اونچا رکھے نہ نیچا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے اور قراءت الحمد للہ سے شروع کرتے تھے وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ اور جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچا لیکن اس کے درمیان اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے وکان يَفْرُشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے

مسلم حدیث 498 مشکوۃ 791

اس یعنی حضور ﷺ دونوں قعدوں میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ ہر التحیات میں یونہی بیٹھے تھے جن احادیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ آخری التحیات میں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے تھے اور زمین پر بیٹھتے تھے۔ بخاری 828 وہ بڑھاپے یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

مراۃ شرح مشکوۃ 14/2 شرح مسلم سعیدی 1309/1

اس حدیث سے تعدیل ارکان ثابت ہو رہا ہے بعض لوگ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اچھی

طرح کھڑے بھی نہیں ہوتے اور سجدے میں چلے جاتے ہیں اور اسی طرح دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھتے بھی نہیں اور دوسرا سجدہ کر دیتے ہیں یہ سب باتیں خلاف سنت ہیں رکوع کے بعد اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا واجب ہے اور جو جان بوجھ کر اس واجب کو ترک کرے گا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر بھول سے ایسا ہو گیا تو سجدہ سہو کرنے پڑے گا ورنہ نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی ۔

اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بحالت امامت تلاوت قرآن پاک بلند آواز سے الحمد سے شروع کرتے تھے یعنی بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء نہیں ہے نہ اسے امام آواز سے پڑھے بخاری و مسلم وغیرہ تمام کتب احادیث میں موجود ہے کہ حضور ﷺ پر پہلی وحی اقــــر ابـــاســم ربك الذی خلق آئی تو اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں آئی۔

حدیث:608

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کی نماز درست نہیں ہوتی حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے۔ ابو داو 855 ترمذی 265 مشکوۃ 878

یعنی تعدیل ارکان کے بغیر نماز ناقص ہے اور رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرنا اور رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

حدیث :609

نامکمل رکوع اور سجود کرنے سے ساٹھ سالہ عبادت بھی قبول نہیں ہوتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
آدمی ساٹھ سال نماز پڑھتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی شاید وہ رکوع صحیح ادا کرتا ہے اور سجدہ صحیح ادا نہیں کرتا اور سجدہ صحیح کرتا ہے تو رکوع صحیح نہیں کرتا۔

ترغیب وترہیب حدیث 739 ابوالقاسم اصبہانی

حدیث :610

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگ بولے یا رسول اللہ اپنی نماز میں چوری کیسے کریگا فرمایا: کہ رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے۔

احمد 22136 مشکوۃ 885

یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھالیتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا نفع کچھ حاصل نہ کرے گا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق ۔نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کرسکتا ہے

لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

حدیث :611

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوے کی طرح ٹھونگ مارنے سے اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا۔اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے

ابوداود 862 مشکوۃ 902

یعنی ساجد سجدہ میں ایسی جلدی نہ کرے جیسے کوا زمین پر چونچ مار کر فوراً اٹھالیتا ہے اور سجدے میں کہنیاں زمین سے نہ لگائے جیسے کتا بھیڑیا وغیرہ بیٹھتے وقت لگا لیتے ہیں اور یہ حکم خاص مردوں کے لئے ہے عورتیں اپنے بازو زمین پر بچھادیں گی کیونکہ اسی میں زیادہ پردہ ہے ۔اور یہ حکم حدیث سے ثابت ہے۔
مسجد میں اپنے لئے کوئی خاص جگہ مقرر کرلینا کہ اور جگہ نماز میں دل ہی نہ لگے مکروہ ہے ہاں شرعی ضرورت کے لئے جگہ مقرر کرلینا جائز ہے جیسے امام کیلئے محراب۔

حدیث :612

رکوع سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھنا باعث اجر ہے

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم رسول اللہ ﷺ

کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه تو آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ جب فارغ ہوئے تو فرمایا ابھی کس نے یہ کلمات کہے ہیں وہ بولا میں نے فرمایا: میں نے چند اور تیں فرشتوں کو دیکھا ان میں جلدی کر رہے ہیں کہ پہلے کون لکھے۔

بخاری799 مشکوۃ877

یعنی ہر فرشتہ چاہتا تھا کہ پہلے میں لکھ کر بارگاہ الٰہی میں پیش کروں تا کہ قربِ الٰہی مجھے زیادہ ملے ان کلمات کی کرامت کے اظہار کے لئے ورنہ فرشتوں کو سب کچھ لکھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بعض نیکیاں لے جانے میں خصوصی انعام ملتے ہیں اور فرائض کے قومے میں یہ کلمات کہنا جائز ہیں حضور ﷺ کا یہ پوچھنا کہ کس نے یہ کلمات کہے ہیں اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ مراۃ 73/2

حدیث :613

جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِی وَارْزُقْنِی ابوداود850 مشکوۃ900

باب نمبر:25

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

آپ کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے اور لقب امام اعظم و امام المسلمین ہے فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے دادا مشرف با سلام ہو کر کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد میں خیر و برکت کی دعا کی۔

آپ کے زمانہ میں تقریباً تیں صحابہ زندہ تھے جن میں سات صحابہ کرام سے آپ کی ملاقات ثابت ہے خصوصاً حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، حضرت معقل بن یسار اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت انس حضرت جابر اور حضرت واثلہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت دی گئی ہے جیسا کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضور سید عالم ﷺ نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

سے نقل کیا کہ

حدیث :614

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔

تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ

اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ بخاری اور مسلم میں ہیں

وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ :لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِند الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أو رَجُلٌ مِنْ هَؤُلاءِ

بخاری 4897 و مسلم 2546 مشکوۃ 6212

اور معجم طبرانی کے الفاظ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہیں وہ یہ ہیں

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس

تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان احادیث کریمہ میں رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس سے مراد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

آپ نے چار ہزار مشائخ تابعین و تبع تابعین سے حدیث و فقہ حاصل کی بعض حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت امام جعفر صادق، نافع مولیٰ ابن عمر، موسیٰ بن ابی عائشہ،

سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، سعید بن مسروق، سلمہ بن کہیل، سلیمان بن مہران اعمش، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضی، محمد بن عمرو بن الحسن بن علی المرتضی، ولید بن سریح مولیٰ عمر بن الخطاب اور ہشام بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم۔

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو حنیفہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت کو زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے بعد آپ درس و تدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد و استنباط میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔

آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں ساٹھ شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل سے کیا ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد، ابو مطیع بلخی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، زکریا بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث نخعی، رئیس الصوفیہ داود طائی، یوسف بن خالد، اسد بن عمرو اور نوح بن مریم وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

حضرت امام اعظم کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب

روایت حدیث کا بہت کم موقع ملا جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو امور خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم کی روایت کردہ حدیثوں کی پندرہ مسانید جمع کی گئی ہیں۔ اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کئے گئے ہیں۔ جیسے یحی بن معین، وکیع بن جراح ،مسعر بن کدام، عبداللہ بن مبارک، امام ابو یوسف، احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحاب ستہ یعنی امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ بھی امام اعظم کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے۔

زرقانی شارح موطا نے امام اعظم کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد میں کئی قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ سو ہے۔ دوسرے یہ کہ سات سو ہے ۔تیسرے یہ کہ ایک ہزار سے کچھ زائد۔ چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور ثبوت میں ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ ابن خلدوں کا عقیدہ یہ نہیں ہے اور نہ اس کا قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایۃً نقل کیا ہے۔ اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبعمائۃ (700) لکھا تھا کاتب کی غلطی سے سبعۃ عشرہ ہو گیا۔ یا ازراہ حسد قصداً ایسا کیا گیا۔ اس لئے بقول ملا علی قاری حضرت امام اعظم نے تراسی ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادات کے متعلق ہیں اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوتیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہرگز نہیں حل کر سکتے تھے، نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے،

نہ اکابر علماء حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے، نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے، نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضائل ومناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپگنڈہ کہ حضرت امام ابو حنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہوگا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہوگا۔ جو آپ کی مرویات دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی مجرد بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کا وصال

آپ کا وصال 150ھ شہر رجب یا شعبان میں ستر سال کی عمر میں ہوا جب کہ آپ بغداد کی جیل میں تھے خلیفہ منصور نے آپ کو خفیہ طور پر زہر دیا جب زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں سر بسجود ہو گئے اور سجدہ کی حالت میں ہی روح پرواز کر گئی اور آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: میں ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں ۔روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی ۔جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا ہے ۔ترجمہ: یعنی جان لے کہ علماء واصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ان علماء میں امام شافعی بھی ہیں ۔خیرات الحسان ص 69

تبیض الصحیفہ ،خیرات الحسان ،حدائق الحنفیہ ،مفید المفتی ۔

بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی ص :359-363

نزہۃ القاری شرح بخاری مقدمہ

تصانیف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

۱-فقہ اکبر :اہل سنت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ جو بہت متداول اور متعارف ہے ۔اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی جا چکی ہیں ۔مگر ان تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مقبول شرح ملا علی قاری کی ہے ۔

۲-العالم والمتعلم

۳-کتاب السیر ۔4 کتاب الاوسط ۔۵-الفقہ الابسط ۔۶-کتاب الرد علی القدریہ ۔۷-رسالہ الامام ابی عثمان البتی فی الارجاء ۔۸-کتاب الرائ ۔۹ کتاب اختلاف الصحابہ ۔۱۰-کتاب الجامع ۔۱۱-کتاب الوصیۃ ۱۲-کتاب المقفو دوغیرہ ہیں

تانیب الخطیب میں علامہ کوثری نے امام اعظم کی مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے جن کی سندیں متصل ہیں ۔

نزہۃ القاری شرح بخاری 184/1

بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی ص :359-363

امام اعظم نے صحابہ سے احادیث سنی ہیں اور ان کو روایت بھی کیا ہے مثلاً علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابو یوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدال على الخير كفاعله والله يحب إعانة اللهفان

نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے ۔

عظیم محدث ہونے کے شواہد

حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی ۔سب سے روشن سب سے قوی دلیل فقہ حنفی ہے ۔فقہ حنفی کے کلیات وجزئیات کو اٹھا کر دیکھو ۔اور دوسری طرف حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو ۔جن جن ابواب جن جن مسائل میں ۔صحیح غیر مؤول غیر منسوخ کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں ۔اس کی تصدیق کے لئے

امام طحاوی کی شرح معانی آثار ۴ جلدوں میں علامہ عینی کی بخاری کی شرح عمدۃ القاری علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کا مطالعہ کرے ۔اور اگر کچھ خلجان رہ جائے تو اعلی حضرت کے فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی حرف بحرف تصدیق ہو جائے گی ۔اگر معاندین کی بات مان لی جائے کہ امام اعظم حدیث نہیں جانتے تھے تو ان کا مذہب حدیث کے مطابق کیسے ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث کے صحائف تھے ۔جنہیں امام صاحب نے سنا تھا۔آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا آپ کے حدیث کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تھی ۔

امام بخاری و مسلم کے استاد یحیی بن معین نے فرمایا: امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے ۔تہذیب التہذیب 50/10

نزہۃ القاری 179/1

امام اوزاعی نے فرمایا: امام ابو حنیفہ عظیم شخص ہیں

امام اوزاعی ابتداءً حضرت امام اعظم سے بہت بدظن تھے حضرت عبداللہ بن مبارک جب بیروت امام اوزاعی کی خدمت میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے ۔تو انہوں نے پوچھا کہ کوفہ میں ابو حنیفہ کون ہے؟ جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں ۔عبداللہ

بن مبارک نے کوئی جواب نہ دیا ۔واپس چلے آئے ۔دو تین دن کے بعد گئے تو ساتھ میں کچھ لکھے ہوئے اوراق لیتے گئے ۔امام اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اوراق لے لئے ۔ سر ورق لکھا تھا: قال نعمان بن ثابت ان اوراق کو دیر تک بغور پڑھتے رہے ۔پھر ان سے پوچھا یہ نعمان کون ہیں ؟ ۔انہوں نے کہا عراق کے ایک صاحب ہیں ۔جن کی صحبت میں میں رہا ہوں ۔فرمایا: یہ عظیم شخص ہے۔عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں ۔جن کو آپ نے مبتدع کہا ہے ۔اب امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ۔جب حج پر گئے تو مکہ معظمہ میں امام اعظم سے ملاقات ہوئی ۔اور انہی مسائل کا ذکر آیا ۔امام اعظم نے ان مسائل کی ایسی عمدہ توضیح کی کہ امام اوزاعی ششدر رہ گئے ۔عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے امام اعظم کے جانے کے بعد ان سے کہا ۔ان کے فضل وکمال نے ان کو محسود بنا دیا ہے ۔مجھے یقین ہو گیا ۔میری بدگمانی غلط تھی ۔اس کا مجھے بے حد افسوس ہے ۔

امام باقر سے ملاقات

حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب امام باقر سے ملاقات ہوئی ۔تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا ۔کہ یہ ابو حنیفہ ہیں ! امام باقر نے امام اعظم سے کہا ۔وہ تمہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو ۔امام اعظم نے فرمایا: معاذ اللہ ۔حدیث کو کون رد کر سکتا ہے ۔حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں ۔اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا ۔حضور مرد ضعیف ہے یا عورت ؟ ارشاد فرمایا: عورت ۔عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا ؟

فرمایا: مرد کا۔عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کرتا۔

پھر عرض کیا نماز افضل ہے یا روزہ؟ ارشاد فرمایا: نماز۔عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضاء بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضاء ضرور کرے! اس پر امام باقر اتنے خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔حضرت امام اعظم نے ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں رہ کر فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض کیا۔

نزہۃ القاری 177/1

امام المسلمین

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا سید المرسلین تو روضہ رسول ﷺ سے آواز آئی وعلیک السلام یا امام المسلمین

(تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات (۳۶۰/۲) از علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب

جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امام المسلمین فرما دیا ہے تو کس کو انکار کی مجال ہے

مقدس بوڑھا

حضرت شیخ بوعلی بن عثمان جلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا

کہ ایک روز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر سو گیا۔میں نے خواب نے دیکھا کہ میں مکے شریف میں ہوں اور حضور ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور آپ ایک بوڑھے شخص کو بڑی شفقت سے اپنی گود مبارک میں لیے ہوئے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔میں نے دوڑ کر حضور ﷺ کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور میرے دل میں یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ یہ بوڑھے کون ہیں جنہیں حضور اتنی شفقت سے اپنی گود میں سنبھالے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔حضور ﷺ نے میرے اس سوال کو جان لیا اور فرمایا یہ مسلمانوں کا امام ابوحنیفہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات (۳۶۱/۲) از علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب

تمام مسلمانوں نے آپ کو امام تسلیم کیا علماء نے آپ کی شان میں کتابیں لکھیں بلکہ تمام آئمہ اربعہ نے ان کی شان کے قصیدے پڑھے ہیں۔

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ (م۲۰۴ھ) کو کہتے سنا (مَــــنْ اَرَادَ الْـفِـقْـهَ فَـلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيْفَةَ واصحابه فان اَلنَّاسَ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَيهِ فِى الْفِقْهِ) تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے اس کے لیے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۲)

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ (م۱۷۹ھ) نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ

عنہ کے بارے میں فرمایا ,,سبحان اللہ میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا،، نیز فرمایا ,,اگر وہ اس ستون کے بارے میں دعوی کریں کہ سونے کا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کردیں گے

(الخیرات الحسان)

امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (م ۲۴۱) نے فرمایا:

سبحان اللہ وہ علم، ورع زہد اور ایثار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا

(مناقب ذہبی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ,,فیوض الحرمین،، میں لکھتے ہیں:

کہ تین باتیں میرے عندیہ اور میلان طبع کے قطعاً خلاف تھیں مگر نبی پاک ﷺ نے میرے میلان طبع کے علی الرغم مجھے ان کی تاکید و وصیت فرمائی ان تین امور میں سے دوسری بات ان مذاہب اربعہ کی تقلید کی وصیت تھی کہ میں ان سے خروج نہ کروں- اور جہاں تک ممکن ہو تطبیق کی کوشش کروں- نبی پاک ﷺ نے مجھے پہچان کرائی کہ مذہب حنفی میں ایک بہت ہی عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے قریب تر ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع اور منقح کی گئی ہے (فیوض الحرمین)

امام بخاری کے استاد امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک پر حاضر ہوئے ہیں اور قبر شریف کو انہوں نے کھودا ہے چنانچہ اس کی خبر انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس وقت امام صاحب بچے تھے اور طالب علم تھے ان کے استاد نے ان کے خواب کی

تعبیر اس طرح دی۔ اے فرزند! اگر تیرا خواب سچا ہے تو تُو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تحقیق میں لگے گا اور ان کی شریعت میں جستجو کریگا چنانچہ جس طرح ان کے استاد نے تعبیر دی تھی اسی طرح واقعہ ہوا امام صاحب کی وہ کرامات ظاہر ہوئیں جن کی حد نہیں

(تعبیر الرؤیا ص ۱۱۳)

اگر کوئی امام صاحب کو امام نہیں مانتا تو نہ مانے لیکن ان کی شان میں بے ادبی نہ کرے اور امام کے حاسدین کا امام بن کر اللہ تعالی کے غضب کو دعوت نہ دے کیونکہ وہ تو اللہ کے ولی تھے اور مسلمانوں کے رہنما اور عامل بالحدیث تھے آپ نے خود فرمایا ہے

(إذا صَحَّ حديثٌ فَهُوَ مَذْهَبِيْ) میں نے صحیح احادیث کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ نیز فرمایا سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن میں نہ ملے اس کو سنت سے اور اُن آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں پھر خلفاء اربعہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو پھر بقیہ صحابہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جب تابعین کی باری آتی ہے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں بھی اجتہاد کروں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔

(الشعرانی - المیزان ج ۱ ص ۶۱)

نیز فرمایا (مَا جَاءَ نَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِي وَأُمِّي - فَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ وَمَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اِخْتَرْنَا وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُمْ

رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ) (مناقب ذہبی) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۷)

جو چیز رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچے - میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں - وہ سر آنکھوں پر اور جو بات صحابہ کرام سے منقول ہو (تو اختلاف کی صورت میں) ہم اس میں سے ایک کے قول کو اختیار کرتے ہیں - اور جو چیز تابعین سے منقول ہو تو وہ بھی ہم جیسے آدمی ہیں (کیونکہ حضرت امام تابعی ہیں)

اسکے باوجود اگر کوئی قلیل الادب امام کی شان میں زبان طعن دراز کرے اور کہے کہ امام صاحب کو صرف (۱۷) حدیث یاد تھیں یا امام صاحب حدیث میں ضعیف تھے تو اس کے جواب میں ہم صرف اتنا ہی کہیں گے لعنتُ اللّٰہ عَلَی الکاذبین (القرآن)

اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس کو اعلانِ جنگ کرتا ہوں عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

امام صاحب کے شاگردوں نے احادیث پندرہ مسانید مرتب کیے ہیں جن میں خاص طور پر امام صاحب کی مرویات احادیث جمع کی گئی ہیں اس مجموعہ کا نام ((جامع المسانید)) ہے

امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے اگر ہر استاد سے ایک ایک حدیث بھی حاصل کی ہو تو آپ کی مرویات احادیث کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

(الخیرات الحسان)

کوفہ کے علاوہ آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا خصوصاً سفر حج میں اور آپ نے (۵۵) دفعہ حج کیا۔

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرام تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے ابن سعد نے طبقات میں جن مشہور صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سعد بن زید رضی اللہ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ابوموسی انصاری رضی اللہ عنہ ابوموسی اشعری سلمان فارسی رضی اللہ عنہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان سب حضرات کے علوم کوفہ اور گردونواح میں پھیلے جب کہ اہل کوفہ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی رنگ خوب چڑھا کوفہ کے سات بڑے علماء وفقہاء آپ ہی کے شاگرد تھے جن میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۲ھ سب سے نمایاں ہیں حضرت علقمہ کے بعد یہ علمی قیادت حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی ان کے بعد حضرت حماد رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوئے تا آنکہ ۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس علمی اسلوب کو عروج پر پہنچادیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تمام فقہ کا دارومدار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ پر ہے۔

ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ ہیں اور امام ابوحنیفہ کے امام اعظم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فیض براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تو اس لحاظ سے تمام احناف دراصل مسعودی اور محمدی ہیں۔

فقہ حنفی حقیقت میں قرآن وحدیث وسنت صحابہ کا دوسرا نام ہے۔

روى ابو عبد الله الحسين بن محمد خسرو البلخي في مقدمة مسنده ان محمد بن سلمة قال : قال خلف بن ايوب:

صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ اِلَى مُحمدٍ ﷺ، ثُمَّ صَارَ اِلَى اَصْحَابِهِ، ثُمَّ صَارَ اِلَى التَّابِعِيْنَ ثُمَّ صَارَ اِلَى اَبِى حَنِيْفَةَ

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۱)

ہمارے اور تمام صحابہ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام اور سردار رسول اللہ ﷺ ہیں آپ امام اعظم ہیں۔ آپ کو اختیار ہے آپ جس کو چاہیں امامِ وقت بنا دیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کا امام بنا دیا آپ نماز کے بھی امام اعظم ہیں اور تا قیامت رحم دل لوگوں کے بھی امام اعظم ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ کی راہ کفار و منافقین پر سخت لوگوں کا امام بنا دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حیادار لوگوں کا امام بنا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام قاضیوں کا امام بنا دیا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو علمِ فرائض (میراث) کا امام بنا دیا اسی طرح آپ کو خلفاء راشدین نے قرآن جمع کرنے والی کمیٹی کا امام بنا دیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم تجوید اور قراءت کا امام بنا دیا اور آپ کو سید الانصار کا لقب عطا کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حلال و حرام کے علم کا امام بنا دیا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تمام امانت داروں کا امام بنا دیا۔

(ترمذی حدیث (۳۷۹۱) مشکاۃ کتاب المناقب (۶۱۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو

مفسرین کا امام بنا دیا۔ بخاری کتاب العلم حدیث (۷۵) مشکاۃ کتاب المناقب (۶۱۴۸)

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو تمام شہداء کا امام بنا دیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تمام صابرین کا امام بنا دیا اور ان دونوں شہزادوں کو تمام جنتی نوجوانوں کا امام بنا دیا حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو تمام پختہ عمر والے جنتیوں کا امام بنا دیا

مشکاۃ مناقب ابی بکر و عمر حدیث (۶۰۵۹) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تمام مؤذنین کا امام بنا دیا حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم بنا دیا حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کے وقت سے لیکر تمام بعد میں آنے والوں کا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بنا دیا۔ احمد رضا کو اعلیٰ حضرت مجدد وقت بنا دیا رضی اللہ عنہ

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ﷺ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

باب نمبر 26

اصول فقہ چار ہیں: ۱-قرآن ،۲-حدیث ،۳-اجماع ،۴-قیاس

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو

سورۃ النساء آیت: 59

اس آیت کے ذیل میں امام رازی فرماتے ہیں کہ "دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شریعت کی چار بنیادیں ہیں ۱-قرآن کریم ۲-سنت مطہرہ ،۳-اجماع ۴-قیاس۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ سے مراد قرآن کریم ہے وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے سنت مطہرہ ہے۔

وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُم سے معلوم ہوا کہ اجماع حجت ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ سے معلوم ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے۔

تفسیر کبیر رازی 143-147/10

حدیث شریف

اقسام حدیث (باعتبار ثبوت)

ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

(۱)حدیث متواتر (۲)حدیث مشہور (۳)خبر واحد

حدیث متواتر

وہ حدیث ہے جسے ایک جماعت سے دوسری جماعت نقل کرے اور وہ جماعت اتنی بڑی ہو کہ ان کا کسی جھوٹ پر متفق ہونا متصور نہ ہو اور یہ سلسلہ ہم تک اسی طرح چلا آتا ہو، اس کی مثال قرآن پاک کا منقل ہونا، رکعات کی تعداد اور زکوۃ کی مقدار۔

حدیث مشہور

وہ حدیث ہے جو پہلے دور یعنی عصر صحابہ میں خبر واحد کی طرح ہو لیکن دوسرے اور تیسرے دور میں مشہور ہو جائے اور امت مسلمہ اسے قبول کر لے حتی کہ وہ متواتر کی طرح ہم تک پہنچے۔ اس کی مثال موزوں پر مسح اور (شادی شدہ) زانی کو سنگسار کرنا ہے۔

خبر واحد

وہ حدیث ہے جسے ایک راوی سے ایک یا جماعت سے ایک یا ایک سے جماعت نقل کرے

اس میں تعداد کا کوئی اعتبار نہیں جب تک مشہور کی حد کو نہ پہنچے۔

حکم

حدیث متواتر سے علم قطعی واجب حاصل ہوتا ہے اور اس کا رد کفر ہے۔

حدیث مشہور سے اطمینان بخش علم حاصل ہوتا ہے اور اس کا رد بدعت ہے۔

خبر واحد سے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا ہے اگر چہ احکام شرعیہ میں اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا راوی مسلمان، عادل اور حافظہ نیز عقل کے اعتبار سے صحیح ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو

خبر واحد پر عمل

خبر واحد پر عمل کے لئے تین شرائط ہیں۔

(۱) قرآن پاک کے خلاف نہ ہو۔

(۲) حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو۔

(۳) ظاہر کے خلاف نہ ہو۔

خبر واحد کی حجت

خبر واحد چار مقامات پر حجت ہے۔

(۱) خالص اللہ تعالیٰ کا حق جس کا تعلق سزا سے نہ ہو مثلا رمضان کے چاند کی گواہی۔

(۲) خالص بندے کا حق جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم کی جاتی ہے مثلا مال وغیرہ کے جھگڑے۔

(۳) خالص بندے کا حق جس میں کسی پر کچھ لازم نہ کیا جائے مثلا معاملات۔

(۴) خالص بندے کا حق جس میں کسی وجہ سے کچھ لازم کرنا ہو مثلا کسی کو معزول کرنا یا کسی پر پابندی لگانا۔

تیسری بنیاد اجماع امت

اجماع کا لغوی معنی پختہ ارادہ اور اتفاق ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی یہ ہے۔

اتفاقُ علماءِ کلِّ عصرٍ من اهل السنةِ ذوِی العدالةِ و الاجتهادِ علی حکمٍ

ہر زمانہ کے عادل و مجتہد علماء اہل سنت کا کسی حکم پر متفق ہونا۔

علماء وفقہاء کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ اجماع کا مرتبہ قرآن وسنت کے بعد ہے۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول وقواعد قرآن وسنت میں ذکر ہوں۔ لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور ناسخ ومنسوخ کا تعین نہ ہو تو شواہد وقرائن کی روشنی میں علمائے امت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں۔ جیسے تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف

تھاتو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چار تکبیروں پر حضرات صحابہ کا اجماع ہوگیا

اجماع کی حجیت قرآن وسنت سے ثابت ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ مْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْرًا

اور جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کردینگے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے۔

سورۃ النساء آیت: 115

یہ آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے، امام شافعی سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے قرآن مجید کو تین سو بار پڑھا تو میں نے اس آیت کو اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پایا۔ تفسیر کبیر 313/3

ان کی دلیل کا بیان یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کے طریقہ کو چھوڑنا حرام ہے لہذا تمام مسلمانوں کے طریقہ پر عمل کرنا واجب ہوا۔

حدیث سے استدلال

حدیث: 614

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا جماعت پر اللہ تعالی کا دستِ کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔

ترمذی حدیث 2167 ابن ماجہ 3950 مشکوۃ 173

یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء و اولیاء متفق ہو جائیں وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت اجماع کا حجت ہونا یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے معلوم ہوا کہ خلافت شیخین برحق ہے کیونکہ وہ اجماع سے منعقد ہوئی ہے۔

غیر مقلدین کے امام وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں

و الإجماع القطعي حجة ومنكره كافر

کہ اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ نزل الابرار 6/1

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کا فروع دین میں اجماع حجت ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ اس امت کی شرافت وکرامت کی وجہ سے ہے۔

اقسام اجماع

بنیادی طور پر کی دو قسمیں ہیں (۱) سندی اجماع (۲) مذہبی اجماع

سندی اجماع

رسول اکرم ﷺ کی امت میں ایک زمانے کے علماء کا اجماع سندی اجماع کہلاتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحابہ کرام کا کسی نئے حکم پر واضح اجماع اور یہ کلام اللہ کی کسی آیت کی طرح ہے۔

(۲) کسی نئے حکم پر بعض صحابہ کرام کی طرف سے صراحت اور باقی کا خاموش اختیار کرنا اور یہ حدیث متواتر کی طرح ہے۔

(۳) جس حکم کے بارے میں صحابہ کرام کا قول نہ پایا جاتا ہو اس پر تابعین کا اجماع اور یہ حدیث مشہور کی طرح ہے۔

(۴) صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر تابعین کا اجماع اور یہ خبر واحد کی طرح ہے۔

مذہبی اجماع

کسی حکم پر بعض مجتہدین کا اجماع مذہبی اجماع کہلاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اجماع مرکب (۲) اجماع غیر مرکب

اجماع مرکب

کسی نو پید مسئلے کے حکم پر مجتہدین متفق ہو جائیں لیکن حکم کی علت میں اختلاف ہو مثلاً کسی شخص کو منہ بھر کر قے آئی اور اس نے عورت کو ہاتھ بھی لگایا تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی علت قے ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس ک علت عورت کو ہاتھ لگانا ہے۔

اجماع غیر مرکب

جب کسی نو پید مسئلے میں مجتہدین متفق ہو جائیں اور اس حکم کی علت میں بھی اختلاف نہ ہو تو اسے اجماع غیر مرکب کہتے ہیں مثلاً دادی اور نانی سے نکاح کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ ان کی تعظیم واجب ہے۔

چوتھی بنیاد

قیاس

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کو قیاس کہتے ہیں۔

قیاس کا لغوی معنی اندازہ لگانا ہے اور اصطلاح شرع میں قیاس یہ ہے کہ منصوص علیہ (جس کے بارے میں قرآن پاک یا حدیث شریف کا واضح حکم ہو) کے حکم کو اس معنی کی بنیاد پر جو اس حکم کے لئے علت بنتا ہے، غیر منصوص کے لئے ثابت کیا جائے۔ جیسے نص سے ثابت ہے کہ غلاموں کو گھروں میں آنے جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے

حرج پیدا ہوتا ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بلی کے جھوٹے کو ناپاک قرار نہیں دیا بلکہ مکروہ کہا کیونکہ اس کا بھی گھروں میں آنا جانا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نئے حکم کو ثابت کرنے کا نام قیاس نہیں بلکہ قرآن وسنت میں پہلے سے موجود حکم کو ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے حضرات فقہاء کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ "قیاس مظہر حکم ہے مثبت حکم نہیں ہے۔

صحت قیاس کی شرائط

صحتِ قیاس کے لئے پانچ شرائط ہیں

(۱) قیاس، نص (قرآن وسنت) کے مقابلے میں نہ ہو۔

(۲) قیاس سے نص کا کوئی حکم بدل نہ جائے۔

(۳) اصل سے فرع کی طرف جانے والا حکم عقل کے خلاف نہ ہو۔

(۴) تعلیل کسی شرعی حکم کے لئے ہو لغوی بات کے لئے نہ ہو۔

(۵) فرع کے لئے کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو۔

حجیت قیاس

ایسے مسائل جن کے بارے میں قرآن وسنت سے واضح حکم معلوم نہ ہو انہیں قیاس کے ذریعے حل کیا جاتا ہے اگر قیاس حجت نہ ہوتا یا اس کی اجازت نہ ہوتی تو امتِ مسلمہ، نو پید مسائل کا شرعی حل کیسے حاصل کرتی۔

قرآن سے اجتہاد اور قیاس پر دلائل

ارشاد خداوندی ہے

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَأْوِيْلًا

پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو

امام رازی فرماتے ہیں

اس سے مراد ہے کہ نئے پیش آنے والے مسئلہ کو قرآن سے ثابت شدہ مسئلہ کی طرف لوٹانا جب دونوں میں مشابہت ومناسبت ہو لہذا ثابت ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے۔

تفسیر کبیر رازی 146/10

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اے صاحبانِ عقل، قیاس کرو۔ سورہ حشر آیت:۲

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت سے قیاس شرعی کی مشروعیت پر استدلال بہت مشہور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا، اور یہ معنی قیاس میں بھی متحقق ہے کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دانتوں کو انگلیوں پر قیاس کیا ہے یعنی چونکہ انگلیوں کی دیت مساوی ہے اس لئے انہوں نے

دانتوں کی دیت بھی مساوی قرار دی ہے۔

تفسیر روح المعانی 41/28

علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، بایں طور کہ اس شئے پر اس کی نظیر کا حکم عائد کیا جائے اور یہ اعتبار نصیحت حاصل کرنے، قیاس شرعی اور قیاس لغوی دونوں کو شامل ہے اور یہ آیت نصیحت حاصل کرنے پر عبارۃ اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے۔

عنایۃ القاضی 176/8

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں اس آیت سے قیاس کی حجت پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور دو چیزوں میں جو مشارکت ہے اس کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی قیاس ہے۔

انوار التنزیل علی حاشیۃ الشہاب 176/8

حدیث سے اجتہاد اور قیاس پر دلائل

حدیث: 615

ایک سرد رات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے انہوں نے تیمم کیا اور یہ

آیت تلاوت کی وَ لا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ إن الله كان بكم رحيما (اپنے آپ کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے) نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔

(بخاری کتاب التیمم باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض باب نمبر ۷)

تیمم کے بارے میں قرآن مجید کی آیت ہے

(اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے اپنی بیویوں سے عمل زوجیت کیا ہو، اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ سورہ النساء:۴

قرآن مجید نے سفر میں یا مرض کی حالت میں پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی اجازت دی ہے۔ حضرت عمرو بن عاص سفر میں تھے نہ بیمار تھے البتہ انہیں سرد رات میں غسل کرنے سے بیماری کا ظن غالب تھا۔ اس آیت تیمم میں بیماری کے خدشہ کی بناء پر تیمم کی اجازت نہیں ہے لیکن انہوں نے قرآن مجید کی دوسری آیت وَ لا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ سے یہ مسئلہ استنباط اور اجتہاد کیا کہ سرد رات میں غسل کرنے سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ اور خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ خود کو ہلاک کریں۔ اس لئے انہوں نے غسل کی بجائے تیمم کر لیا اور رسول اللہ ﷺ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے عمرو بن عاص کے اجتہاد کو مقرر اور ثابت رکھا اور انہیں ملامت نہیں کی۔

علامہ عینی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ملامت نہ کرنے اور ان کے نماز نہ دہرانے سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ اور یہ

قاعدہ کلیہ معلوم ہوگیا کہ جس شخص کو پانی کے استعمال سے ہلاکت (یا مرض) کا خطرہ ہو وہ تیمم کرسکتا ہے خواہ یہ خطرہ سردی کی وجہ سے ہو یا کوئی اور سبب ہو خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم ہو، اور وہ شخص جنبی ہو یا بے وضو ہو، اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔

عمدۃ القاری 34/4

حدیث: 616

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا: جب کہ جنگِ احزاب سے لوٹے کہ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں ہم میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو وہیں پہنچ کر نماز پڑھیں گے جب کہ دوسرے حضرات نے کہا ہم تو نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی کو ملامت نہ کی۔

بخاری کتاب الجمعہ حدیث: ۹۴۶

مسلم کتاب الجہاد حدیث: ۱۷۷۰

شرح مسلم سعیدی حدیث: ۴۴۸۷ ص 491/5-322/3

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا، اس حدیث میں ہے کہ صحابہ کے ایک گروہ نے

حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی۔ اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا اس فرمان سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتیٰ کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے۔ اب اگر ہمیں دیر ہوگئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آ گیا ہے تو ہم عصر کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ اور نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جنہوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انہوں نے بھی درست کیا اور جنہوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت پر عمل کیا انہوں نے بھی صحیح کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں صحابہ کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان تھا "کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں"، دوسری طرف نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ نے اس کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔

عمدۃ القاری شرح بخاری 265/6

حدیث: 617

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے نماز کا وقت آ گیا ان کے پاس پانی نہ تھا تو انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی پا لیا تو اُن میں سے ایک نے وضو کر کے نماز لوٹائی دوسرے نے نہ لوٹائی ۔ پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا تو جس نے نماز نہ لوٹائی تھی اُس سے فرمایا: کہ تو نے سنت پالی اور تیری نماز کافی ہوگئی اور جس نے وضو کر کے لوٹائی تھی اُس سے فرمایا کہ تجھے ڈبل ثواب ہے۔

ابوداود کتاب الطہارہ حدیث :۳۳۸

مشکاۃ کتاب الطہارہ حدیث :۵۳۲-

یہ ہوا اجتہاد کا اختلاف ان میں سے ایک صاحب ہی حق پر تھے مگر کسی نے کسی پر اعتراض نہیں کیا ہم جو کہا کرتے ہیں کہ چاروں مذہب حق پر ہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر ملامت یا اعتراض نہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

اور جس نے وضو کر کے لوٹائی تھی اُس سے فرمایا کہ تجھے ڈبل ثواب ہے۔

اس لئے کہ فرض پہلے ادا ہو چکا تھا، دوسری نماز نفل بن گئی اور نفل کا ثواب بھی ملتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ اجتہاد کا دگنا ثواب ملا یہ تو پہلے کو ملا ہوگا کہ اس کا اجتہاد درست تھا خطاء اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے اور صحیح اجتہاد پر دوہرا۔

مرآۃ شرح مشکاۃ ۱/۳۴۳

مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں اختلاف یہ ایک فطری اور ناگزیر چیز ہے بلکہ حضور ﷺ

نے اس کو رحمت فرمایا ہے اور مجتہد اجر کا بھی مستحق ہوتا ہے یہ اختلاف صحابہ کرام تابعین آئمہ مجتہدین کے درمیان رونما ہوا اور جو آج حنفی شافعی مالکی حنبلی اختلاف کے نام سے مشہور ہے بلکہ بعض اوقات انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی اختلاف ہو جاتا تھا اُس کی مثال قرآن پاک میں ہے اللہ تعالی نے فرمایا

۞اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو یاد کرو جب کھیت کا ایک جھگڑا چکاتے تھے ۔ جب رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ☆ ہم نے وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

سورۃ الانبیاء-۷۸-۷۹ پارہ -۱۷ رکوع ۲

شانِ نزول

کسی آدمی کی بکریاں کھیت میں چر گئیں بکریوں والا ساتھ نہ تھا۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا آپ نے فرمایا: کہ فریقین کے لیے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال کی تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ پر لازم کیا کہ وہ صورت بیان فرمائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے ۔ جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اُٹھائے اور کھیتی اس

حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دیدی جائے اور بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں ۔ یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی اور اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔ فقہی اصطلاح میں حضرت داود علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے استحسان کے مقابلہ میں اپنے قیاس سے رجوع فرمالیا۔

اس آیت سے معلوم نہ کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اصول شرعکے مطابق اپنی رائے دینا اجتہاد ہے اور کبھی ایک مسئلہ میں اجتہاد سے دوحل معلوم ہوتے ہیں ۔ایک حل ظاہر اور دوسرا خفی ہوتا ہے۔ظاہر کو قیاس اور خفی کو استحسان کہتے ہیں۔

خیال رہے اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور اُس شریعت کے مطابق تھے ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصان کریں اس کا ضمان لازم نہیں مجاہد کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تجویز فرمائی وہ صلح کی صورت تھی۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۴۷۵-۴۷۶)شرح مسلم سعیدی320/3

حدیث:618

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ اُن کے بچے تھے بھیڑیا آیا ایک کا بچہ لے گیا اُس کی ساتھن بولی کہ بھیڑیا تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے چنانچہ وہ دونوں داود علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے گئیں آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ کردیا پھر وہ دونوں

حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام کے پاس گئیں اُنھیں یہ خبر دی آپ نے فرمایا چھری لاؤ میں تم دونوں کے درمیان بچے کے دو ٹکڑے کر کے تقسیم کردوں تو چھوٹی بولی اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کرو یہ اس بڑی کا بچہ ہے تب آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کردیا۔

بخاری کتاب الفرائض حدیث:۶۷۶۹

مسلم کتاب الاقضیہ حدیث:۱۷۲۰

مشکاۃ صفۃ القیامہ حدیث:۵۷۱۹-مرآۃ شرح مشکاۃ-۷/۵۹۰

حضرت داود علیہ السلام نے غالباً بچہ کی مشابہت بڑی عورت کے ساتھ دیکھی یا بچہ کو بڑی عورت کی گود میں دیکھا اور اس وجہ سے اجتہاد کر کے بڑی کے حق میں فیصلہ کردیا اس کے برخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے حیلہ سے کام لیا اور آزمائش کر کے امر باطنی معلوم کیا اور چھوٹی کے حق میں فیصلہ کردیا بہر حال قرآن مجید اور حدیث صحیح کی ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں قواعد شرعیہ کے مطابق غور وفکر کر کے کوئی حل بیان کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

جب کتاب وسنت میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ہو تو اس وقت اجتہاد کرنے کا حکم ہے اور حسب ذیل احادیث اس کی واضح دلیل ہیں

حدیث:619

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ ، جَاءَ تْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ:

إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ،أَفَأَحُجُّ عَنْهَا ؟. قَالَ: ((

نَعَمْ، حُجِّيْ عَنْهَا، اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟. اقْضُوْا اللهَ، فَاللهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئی کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں یہاں تک کہ فوت ہو گئیں۔ کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم اُن کی طرف سے حج کرو۔ یہ بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اللہ تعالٰی زیادہ حقدار ہے کہ اُس کا قرض ادا کیا جائے۔

بخاری حدیث: ۱۸۵۲، مشکوۃ حدیث: ۲۵۱۲ کتاب المناسک

کتاب الروح - المسالۃ السادسۃ عشرۃ ص: ۱۹۶ - از شیخ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ

اس مثال میں آپ ﷺ نے حج بدل کی ادائیگی کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا باہمی مشابہت کی وجہ سے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقہی قیاس برحق ہے کہ حضور ﷺ نے حق اللہ کو حق العبد پر قیاس فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

حدیث :620

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی

تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد اور قیاس کروں گا۔ اور کوتاہی نہ کروں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا:

الحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی وَفَّقَ رسُولَ رسُولِ اللّٰہِ لِمَا یُرْضِی رسُولَ اللہِ ﷺ اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندہ کو اس بات کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

ابوداود 3592 ترمذی 1327 دارمی 168 احمد 21502-21556/6 مشکوۃ 3737

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے۔

فیصلہ کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً قرآن سے مسئلہ نکالا جائے مگر حدیث کی روشنی میں اگر حدیث قرآن کے مخالف معلوم ہوتی ہو تو تاویل کر کے ان دونوں میں موفقت کی جائے اگر موافقت ناممکن ہو تو اگر حدیث متواتر ہو اور نزول آیت کے بعد کی ہو تو آیت کو منسوخ مان کر حدیث پر عمل کیا جائے گا جیسے تعظیمی سجدہ کی اباحت قرآن سے ثابت ہے مگر حرمت حدیث سے ثابت تو حدیث پر عمل ہے اور تعظیمی سجدہ حرام ہے۔ اور اگر یہ شرائط نہ ہوں حدیث چھوڑ دی جائے گی قرآن پر عمل کیا جائے گا جیسے قرآن سے ثابت ہے کہ بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے خود نکاح کر سکتی ہے فلا تعضلوھن آن ینکحن ازواجھن۔ مگر حدیث سے ثابت ہے کہ بغیر ولی نکاح نہیں کر سکتی احناف نے قرآن پر عمل کیا عورت کو اپنے نفس کا مختار مانا۔

قیاس شرعی کے معنی ہیں علت مشترکہ کی وجہ سے منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرنا ہم سے کسی نے پوچھا باجرے، جوار، چاول میں سود کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ گندم

وجو میں سود کی ممانعت حدیث میں ہے اور چاول وغیرہ بھی گندم کی طرح وزن اور جنس میں ایک ہیں لہذا ان میں بھی سود حرام ہے۔

مراۃ شرح مشکوۃ 379/5

مسئلہ جن علماء کو اجتہاد کی اہلیت حاصل ہو انہیں اُن امور میں اجتہاد کا حق ہے جس میں وہ کتاب وسنت کا حکم نہ پائیں اور اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو ان میں مواخذہ نہیں۔

جب مجتہد کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کر کے کوئی حکم مستنبط کرتا ہے اور وہ حکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے تو اس پر دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ حکم عند اللہ غلط ہوتا ہے تو مجتہد کو اپنے اجتہاد پر پھر بھی اجر ملتا ہے۔

حدیث :621

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:إذا حَكَمَ الحاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أصابَ فَلَهُ أجْرانِ وإذا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أخْطَأَ فَلَهُ أجْرٌ

جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اُس حکم درست ہو تو اُس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر۔

بخاری حدیث 7352 و مسلم 1716 مشکوۃ 3732

فقہ اور فقیہ کی فضیلت

حدیث :622

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔

(بخاری کتاب العلم الحدیث :۷۱)(مسلم کتاب الزکاۃ الحدیث :۱۰۳۸)(مشکاۃ کتاب العلم

تشریح حدیث:-اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے یہی مشکل ہے اسی لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین ومحدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب تعالیٰ فرماتا ہے﴿جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر عطا کیا گیا﴾سورہ بقرہ-۲۶۹)

وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے قرآن وحدیث کے ترجمے تو ابو جہل بھی جانتا تھا

دوسرے یہ کہ قرآن وحدیث کا علم کمال نہیں بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ رسول کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار

مصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

رسول اللہ ﷺ فقہاء کی مجلس میں بیٹھنا پسند فرماتے ہیں

حدیث :623

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے تو فرمایا: کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے لیکن یہ لوگ اللہ تعالی سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ علم وفقہ خود سیکھ رہے ہیں اور ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ ہی افضل ہیں ۔ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ اُنہیں میں تشریف فرما ہوئے ۔

دارمی فی المقدمہ حدیث: ۳۴۹

مشکاۃ کتاب العلم حدیث: ۲۵۷ - مرآۃ شرح مشکاۃ ۱/۲۲۰

اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنا چاہے تو وہ فقہاء کرام کی مجلس میں بیٹھے کیونکہ آپ کو ان سے محبت ہے اور یہ فقہاء وارثان انبیاء کرام ہیں ۔

رسول اللہ ﷺ کی میراث فقہ کی تعلیم ہے

حدیث :624

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار مدینہ سے گزرے تو فرمایا:

اے بازار والوں تمہیں کس چیز نے عاجز (کمزور وناتواں) کر دیا ہے انہوں نے کہا ابو ہریرہ کیا بات ہے؟ کہا: اُدھر رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو اور تم وہاں کیوں نہیں جاتے تا کہ اپنا حصہ حاصل کرسکو انہوں نے کہا: کہاں؟ آپ نے کہا: مسجد

میں وہ جلدی جلدی چلے گئے ابو ہریرہ اُن کے واپس آنے تک وہیں کھڑے رہے ۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگے ۔ اے ابو ہریرہ ہم مسجد میں گئے تھے ہم نے تو وہاں کچھ بھی تقسیم ہوتا ہوا نہیں دیکھا ۔ آپ نے کہا تم نے وہاں کسی کو نہیں دیکھا انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے ۔ کچھ لوگ حلال وحرام کا تذکرہ کر رہے تھے (یعنی مسائل فقہ پڑھ رہے تھے) فرمایا تمہاری خرابی ہو یہی تو رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے ۔

الترغیب والترہیب حدیث: ۱۳۸ - ج ۱ ص ۵۸

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث صرف سنی حنفیوں کو ملی جو کہ فقیہ ہیں اور منافق کبھی فقیہ نہیں بن سکتا ۔

منافقین میں فقیہ نہیں ہوسکتے

حدیث :625

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دینی فقہ ۔

ترمذی حدیث 2684 مشکوۃ 219

معلوم ہوا کہ منافقین میں فقہاء نہیں ہوسکتے فقہاء صرف سنیوں میں ہوں گے جو لوگ فقہاء کا انکار کرتے ہیں وہ منافقین ہیں اور جس جماعت میں فقہاء ہوں وہ منافق نہیں ہوسکتی ۔

حدیث کی فقہ اور تقلید کی حکمت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم امام صاحب کے قول پر عمل کرتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان چھوڑ دیتے ہو حالانکہ یہ ہم پر افتراء ہے ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ نبی ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر امتی کے حکم پر عمل کیا جائے اصل میں یہ لوگ حدیث کی حکمت اور رسول اللہ ﷺ کے منشاء کو نہیں سمجھتے اور نہ ناسخ ومنسوخ کو سمجھتے ہیں مثلاً ایک حدیث پیش کرتا ہوں غیر مقلدین اس کا جواب دیں۔

پہلی مثال

حدیث 626

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

بخاری حدیث (۳۲۶۴) مسلم حدیث (۲۲۱۰) مشکوۃ حدیث (۴۵۲۵)

اب کسی کو بخار ہو جائے تو ڈاکٹر کہے کہ پانی سے نہانا نہیں اس سے تمہاری جان کو خطرہ ہے تمہیں فالج ہو سکتا ہے تم کہو ہم ضرور نہائیں گے ہم اہل حدیث ہیں نبی ﷺ کا فرمان چھوڑ کر ہم ڈاکٹر کی بات کیوں مانیں ہم یہ شرک نہیں کریں جان قربان کر کے شہادت کا درجہ حاصل کرلیں گے حقیقت میں یہ شہادت نہیں ہوگی خودکشی ہوگی اور حدیث پر عمل کے زعم میں قرآن کی نافرمانی ہوگی اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالی تم پر مہربان ہے﴾ سورہ النساء آیت (۲۹)

لیکن اس وقت کوئی بھی اہل حدیث اس حدیث پر عمل نہیں کریگا بے چوں وچرا اس ڈاکٹر کی بات پر عمل کریگا ڈاکٹر کی اندھی تقلید کریگا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں چاول نہ کھانا گوشت نہ کھانا ٹھنڈا پانی نہ پینا بہت اچھا جی اُس وقت کوئی نہیں کہتا ڈاکٹر صاحب قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ گوشت وغیرہ نہ کھاؤ میں اہل قرآن ہوں قرآن کو چھوڑ کر آپ کی بات پر عمل کر کے میں شرک کیوں کروں قرآن تو کہتا ہے (زمین کی حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ (سورہ بقرۃ آیت (۱۶۸)

میں آپ کی تقلید نہیں کر سکتا تو ڈاکٹر صاحب کہیں گے اگر تقلید نہیں کر سکتا تو گھر جا اور کفن ودفن کا بندوبست کر چارو ناچار اُس کو ڈاکٹر کی اندھی تقلید کرنا پڑھے گی اور اُس کی توحید میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا ۔

بات دراصل یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن وحدیث کی مخالفت نہیں کی انہوں نے اپنے علم اور تجربہ کی بناء پر حدیث کی حکمت کو سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان سر آنکھوں پر لیکن یہ حکم تمام بخاروں کے لئے نہیں ہے بلکہ خاص بخاروں کے لئے ہے یعنی گرمی والے بخاروں کا کیونکہ عموماً عرب میں گرمی کا بخار ہوتا تھا ہمارے ہاں بھی بعض ڈاکٹر سر پر تر کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں یعنی ہر بخار کا الگ حکم ہے اگر تمام بخاروں کا ایک ہی علاج کرتے جاؤ تو نیم مُلاّ خطرۂ ایمان اور نیم حکیم خطرۂ جان والا معاملہ ہو جائے گا۔

جس طرح مذکورہ حدیث ہر بخار کے لئے نہیں اسی طرح ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث (لاصلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز کامل نہیں ۔ ہر نمازی کے لئے نہیں بلکہ خاص نمازیوں کے لئے ہے

دوسری احادیث کے پیشِ نظر یہ حدیث امام یا تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے دوسری احادیث مقتدی کو اس عام حکم سے خاص کر دیتی ہیں

اگر اس کو ہر قسم کے نمازی کے لئے سمجھا جائے تو قرآن کی مخالفت ہوگی کیونکہ قرآن فرماتا ہے ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو﴾ سورۃ الاعراف آیت (۲۰۴) حتیٰ کہ ترمذی شریف میں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا (اذا کان وحدہ)

یہ حدیث اکیلا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان سے استدلال کیا ﴿جو سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھے اُس کی نماز نہیں مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے فرمان کی تاویل کر رہے ہیں اور اُسے تنہا نماز پڑھنے پر محمول کر رہے ہیں۔ ترمذی حدیث (۳۱۲) اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری مثال

حدیث 627

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

پاکستان میں قبلہ مغرب کی طرف ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا: مغرب یا مشرق کی طرف منہ کرو لیکن قبلہ کو منہ ہو اور نہ پشت حدیث میں کسی ملک کا استثناء نہیں اب اگر مغرب کو منہ کیا تو پھر بھی گنہگار کیونکہ قبلہ کی طرف منہ ہو گیا اگر نہ کرے تو پھر بھی گنہگار کہ حدیث پر عمل نہ ہو سکا اب جو لوگ فقہاء اور تقلید کے منکر ہیں وہ فقہاء اور محدثین کی مدد کے بغیر ذرا اس حدیث پر عمل کر کے دکھائیں پاکستان کے اہل حدیث اگر اس حدیث پر عمل کریں تو اُن کے پیشاب بند ہو جائیں غیر مقلدین حضرات کو فقہاء کا شکر گذار ہونا چاہئے اگر یہ نہ ہوتے تو ان کا پاخانہ پیشاب بند ہو جاتا ان کی فراست اور برکت سے بہت بڑی مشکل حل ہو گئی۔

فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ملکوں کے لئے نہیں ہے صرف اُن ممالک کیلئے ہے جن کا قبلہ جنوب یا شمال میں ہے مثلاً مدینہ منورہ کا قبلہ جنوب میں ہے اور قبلہ اول بیت المقدس جانبِ شمال وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کر لو ہمارے ہاں قبلہ جانبِ مغرب ہے لہذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں۔

جس طرح مذکورہ حدیث ہر ملک کے لئے نہیں اسی طرح ہمارے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث (لاصلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز کامل نہیں۔ ہر نمازی کے لئے نہیں بلکہ خاص نمازیوں کے لئے ہے دوسری احادیث کے پیشِ نظر یہ حدیث امام یا تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے مقتدی اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں مقتدی کی اس حدیث سے تخصیص کر لی جائے گی کیونکہ قرآن نے اُس کو انصات کا حکم دیا ہے۔

باب نمبر:27

تقلید کا لغوی معنی

تقلید کا معنی ہے گردن میں ہار ڈالنا، پانی پلانا۔ کسی چیز کے احاطہ کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ کسی شخص پر کسی منصب کی ذمہ داری ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔

تقلید کا اصطلاحی معنی

علامہ نووی لکھتے ہیں: اَلتَّقْلِیْدُ قبول قول المجتهد و العمل به

تقلید مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ قفال نے کہا کہ یہ جانے بغیر کہ قائل نے یہ بات کہاں سے کہی اس کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ گویا کہ مقلد نے امام کے قول کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ شیخ ابو اسحاق نے کہا بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے

تہذیب اسماء واللغات 101/4

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اَلتَّقْلِیْدُ عبارة عن العمل بقول الغير من غير حجة ملزمة

عمل کو واجب کرنے والی دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے۔ جیسے عام عامی کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے تو یہ تقلید ہے۔

الاحکام فی اصول الاحکام 166/3 فواتح الرحموت 400/2

امام غزالی نے لکھا ہے۔

اَلتَّقْلِیْدُ هو قبول قول بلا حجة

تقلید کسی کے قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے۔

تقلید کا معنی ہے کہ عالم اور مفتی کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ عالم اور مفتی کتاب وسنت کے مقابلہ میں اپنا قول پیش کرتا ہے جیسا کہ غیر مقلدین یہ تاثر دیتے ہیں بلکہ سوال کرنے والے اسی شخص سے سوال کرتے ہیں جس کے متعلق انہیں یہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ کتاب وسنت کا ماہر ہے اور وہ اس مسئلہ کا جو جواب دے گا وہ کتاب و سنت کے مخالف نہیں ہوگا جس طرح تابعین اور تبع تابعین اسی اعتماد کے ساتھ صحابہ اور تابعین سے سوال کرتے تھے۔

تقلید اور علماءِ راسخین کی موافقت

تقلید کی جتنی تعریفات کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے اس تعریف کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ دلیل کا علم حاصل کرنا تقلید کے منافی ہے اور یہ کہ جو شخص جتنا دلیل سے ناواقف ہوگا اتنا پکا مقلد ہوگا۔ بلکہ اس تعریف کا منشاء یہ ہے کہ تقلید کے لئے دلائل کا علم ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص دلائل کے حصول پر قادر ہوگا وہ ویسے ہی تقلید سے مستغنی ہوگا، تقلید تو عام لوگوں کے لئے ہے جو اپنے معاش، کاروبار اور روزگارِ حیات کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ قرآن

وحدیث سے براہ راست احکام حاصل کرسکیں۔ائمہ اربعہ کے متبعین میں ہزاروں سے متجاوز علماء ایسے ہیں جواپنے ائمہ کے اقوال کے اصل ماخذ پر گہری نظر رکھتے ہیں اورائمہ کے اقوال کودلائل سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے علماء ہیں جوخودمنصب اجتہاد کے اہل ہیں اور براہ راست قرآن وحدیث سے احکام حاصل کرسکتے ہیں ،اس لئے عام مقلدین میں اوران علماء مجتہدین میں فرق کرنا ضروری ہے اوراگر یہ کہا جائے تو کچھ بعید نہ ہوگا کہ عام لوگ جنہیں احکام شرعیہ کے اصل ماخذ کا مطلقاً علم نہیں ہوتا وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اورعلماء راسخین جواحکام شرعیہ کے اصل ماخذ پرنظر رکھتے ہیں اورمذاہب اربعہ کےدلائل سے واقف ہوتے ہیں اوروہ جانتے ہیں کہ کس دلیل کی بناء پران کے امام کاقول باقی ائمہ کے اقوال پر راجح ہے وہ مقلد محض نہیں ہوتے بلکہ اپنے امام کی احکام شرعیہ میں موافقت کرتے ہیں اور یہ چیزاس امام کی اصابت رائے پر زیادہ روشن دلیل ہے کہ بڑے بڑے علماء راسخین ان کی رائے سے موافقت کرتے ہیں اوران علماء کی بھی عظمت ہے کہ وہ بایں ہمہ اپنے آپ کومقلد گردانتے ہیں۔

قرآن کریم سے تقلید پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَوْلاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہرگروہ میں سے ایک جماعت علم دین کے حصول کے لئے نکلتی تاکہ جب وہ واپس آتی تواپنے گروہ کو(اللہ کےعذاب سے)ڈراتی تاکہ وہ گناہوں سے بچتے۔

سورۃ التوبہ 122

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بعض مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی پوری قوم کواحکام پہنچائیں یعنی صرف بعض مسلمان دین کاعلم اورفقہ کوحاصل کریں اوران کی قوم کے باقی مسلمان ان کےقوال پرعمل کریں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے اقوال کوواجب العمل قراردیا ہے کیوں کہ ان پرعمل کرکے اللہ کےعذاب سے بچا جاسکتا ہےاوراسی کانام تقلید ہے۔

نیزاللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهِ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ

اورجب ان کے پاس امن یاخوف کی کوئی خبرآتی ہےتو یہ اس کوپھیلادیتے ہیں اوراگر یہ اس خبرکورسول یااپنے صاحبانِ علم کی طرف پہنچادیتے توان میں سے خبرکا تجزیہ کرنے والے ضروراس کے(صحیح)نتیجہ تک پہنچ جاتے۔

سورۃ النساء آیت:83

اس آیت میں استنباط کالفظ ہے،استنباط کامعنی ہے کسی چیزسے کسی چیزکونکالنا،اوریہاں اس

سے مراد یہ ہے کہ عالم اپنی عقل اور علم سے کسی خبر میں غور و فکر کر کے اس سے صحیح نتیجہ نکالے ، قرآن وحدیث میں غور وفکر کر کے ان سے احکام شرعیہ اخذ کرنے کو بھی استنباط کہتے ہیں۔

قیاس اور تقلید کے حجت ہونے کا بیان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت میں قیاس بھی حجت اور دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے یہ واجب کیا ہے کہ خبر کے ظاہر پر عمل نہ کیا جائے بلکہ غور وفکر کر کے اس خبر سے صحیح نتیجہ اخذ کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام ظاہر نص سے معلوم نہیں ہوتے بلکہ ظاہر نص سے جو حکم مستنبط کیا جائے اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو نئے نئے مسائل پیش آتے ہیں ان میں عوام پر واجب ہے کہ وہ علماء کی تقلید کریں جاہل ہونے کے باوجود خود ہی مسائل نکالنا شروع نہ کر دیں علماء اور فقہاء کی طرف رجوع کریں جو اس میدان کے ماہر ہیں جیسے طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہوا ہے لیکن جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو حکیم یا ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیونکہ وہ علم کے ساتھ تجربہ کار اور ماہر بھی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بھی مسائل شرعیہ میں استنباط کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے بعد پیش آمدہ واقعات اور مسائل حاضرہ میں اصحاب علم کو قرآن وحدیث سے استنباط اور اجتہاد کرنا چاہئے۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لا تَعْلَمُوْنَ

جس چیز کو تم نہیں جانتے اس کا جاننے والوں سے سوال کرو۔ سورۃ النحل آیت: 43

سورۃ الانبیاء آیت: ۷

اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عام آدمی جو احکام شرعیہ کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ وہ عمل کے لئے اہل ذکر اور اہل علم یعنی ائمہ مجتہدین سے سوال کرے کیونکہ وہی براہ راست تمام احکام شرعیہ اصل ماخذ سے حاصل کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: علامہ سیوطی نے "اکلیل،، میں اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کے لئے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔

تفسیر روح المعانی 148/14

یہ آیت عام ہے اور سوال کرنے کی علت جہل ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ ہمیشہ سے عام لوگ علماء کی تقلید کرتے رہے ہیں، نیز اگر کہا جائے کہ ہر آدمی کے لئے اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ وہ کتاب وسنت، آثار صحابہ اور اجماع سے براہ راست مسائل نکال سکے تو اس سے لازم آئے گا کہ لوگ ذریعہ معاش اور صنعت وحرفت سے معطل ہو جائیں، اور توحید و رسالت اور آخرت کے عقائد میں یہ لازم نہیں آتا، اس لئے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ عوام پر واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ میں مجتہدین کے اقوال پر عمل کریں۔

لوامع الانوار البہیہ 363-364/2

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے یہ ائمہ پر جھوٹ

ہے انہوں نے ہرگز اپنی تقلید سے منع نہیں کیا ہاں اپنے شاگردوں میں جو منصب اجتہاد پر پہنچے انہیں اجتہاد کا حکم دیا ہے۔ جیسے ابو یوسف، امام محمد، وزفر اور حسن بن زیاد وغیرہ

اور یہ ائمہ سے کیسے متصور ہے کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اہل علم سے مسائل پوچھو تو جب لوگ ان کے پاس مسائل لیکر جائیں تو یہ ان کو مسائل نہ بتائیں بلکہ کہیں جاؤ خود جا کر تحقیق کرو علم حاصل کرو تمہیں خود بخود مسائل معلوم ہو جائیں گے اگر ہم نے مسئلہ بتا دیا تو تم ہمارے مقلد بن جاؤ گے یہ تو کتمان علم کے میں زمرہ میں آتا ہے انہوں نے علم سیکھا کس لئے تھا اگر لوگوں کو مسائل نہیں بتانا تھے اور جن مسائل کا قرآن وحدیث میں صراحۃً تذکرہ نہیں تھا اس کا حل عالم فقیہا پیش کر سکتے تھے یا جاہل لوگ۔ مثلاً باجرہ، جو اور چاول میں سود کا مسئلہ وغیرہ مثلاً آج کوئی آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو وہ ڈاکٹر کے پاس دوائی کے لئے جاتا ہے تو ڈاکٹر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ بھئی میں پچیس سال پڑھا ہوں تب جا کر ڈاکٹر بنا ہوں تو آپ کو میرے پاس آنے کی اور میری تقلید کرنے کی ضرورت نہ تھی آپ بھی میری طرح تعلیم حاصل کریں اور انہی کتابوں سے اپنے لئے نسخہ تجویز کریں جہاں سے میں نے علم حاصل کیا ہے تو وہ مریض کہے گا عجیب بیوقوف ڈاکٹر ہے میری جان پر بنی ہے اور یہ مجھے پچیس سال پڑھنے کی تلقین کر رہا ہے۔ بلکہ مریض کہے گا ڈاکٹر صاحب آپ میری جہالت کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ نے تعلیم حاصل کرنے کی تلقین نہیں کر رہے بلکہ آپ مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ عقل مند ڈاکٹر فوراً اس کا علاج کرے گا اور اگر ڈاکٹر اس کا علاج نہ کرے اور مریض مر جائے تو ڈاکٹر اس کا ذمہ دار ہو گا کہ اس نے علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر دوائی نہ دی۔

تو اگر علماء کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آئے اور اس کو آج اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہو اور وہ عالم اس سے کہے خبردار بھاگ جاؤ میرے پاس کیا لینے آئے ہو اگر میں نے مسئلہ بتا دیا تو تم میرے مقلد بن جاؤ گے جاؤ مدرسہ میں داخلہ لو دس سال تعلیم حاصل کرو تمہیں خود بخود مسئلہ کا پتا چل جائے گا اور وہیں سے مسئلہ نکالو جہاں سے میں نے نکالا ہے اور سائل کوئی کلمہ کفر کہہ بیٹھا ہے یا کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے نہ بتانے سے اس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اور یہ عالم اس کو مسئلہ نہیں بتا رہا بلکہ تعلیم حاصل کرنے کا کہہ رہا اور اگر اسی دوران مسئلہ پوچھنے والا مر جاتا ہے تو اگر (نعوذ باللہ) اس کی موت کفر یا گمراہی پر آتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے وہ عالم ہی اس کا ذمہ دار ہے جس نے مسئلہ نہیں بتایا۔ سائل اس عالم سے کہہ سکتا ہے میں کاروباری آدمی ہوں اور آپ میری جہالت کا مذاق اڑا رہے ہیں اور آپ میری گمراہی یا جہالت کی زندگی پر خوش ہیں اور آپ یہ چاہتے کہ اسی گمراہی پر میرا دم نکل جائے افسوس ہے آپ پر آپ نے یہ علم صرف اپنے لئے حاصل کیا تھا سب سے بُرا عالم وہ ہے جس کے علم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس سے کوئی علم کا سوال کیا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے روزِ قیامت آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ ترمذی حدیث 2649 مشکوۃ 223 کتاب العلم

کسی عام عالم کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگوں کو مسائل نہ بتائیں تو ائمہ اربعہ کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ عام آدمیوں کے جن کے پاس علم نہیں اپنی تقلید سے منع کریں ہاں ائمہ نے جو کہا کہ تم بھی وہاں سے احکام لو جہاں سے اگلے مجتہدین

نے لئے   یا میں نے لئے صاف دلیل ہے کہ خطاب مجتہد سے ہے زید بکر سے نہیں ہے ۔

جولوگ ائمہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں کو اپنا مقلد بنانا چاہتے ہیں اور فی الواقع ایسا ہو بھی رہا ہے اب غیر مقلدین کے فتاوی جات چھپے ہوئے ہیں جن میں ہر مسئلہ کے ساتھ دلیل بیان نہیں کی گئی یہی تو تقلید ہے جولوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں تو میں ان سے پوچھتا ہوں کیا ائمہ اربعہ کی تقلید ہی شرک ہے اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے والوں میں کوئی ایسا ہے جو اپنے مولویوں کے فتاوی کی اندھی تقلید نہیں کرتے اور کیا یہ مولوی اپنے پیروکاروں کو بغیر دلیل کے مسائل بتا کر شرک کا درس دے رہے ہیں ۔

اور یہ مولوی خود بھی اسماء الرجال کی کتابوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں مثلاً یہ حدیث ضعیف ہے کیوں ضعیف ہے علامہ ذہبی نے کہا ہے ابن معین نے کہا دارقطنی نے کہا ہے تو کیا ان محدثین کا قول حدیث ہے یا وہ معصوم ہیں کہ ان کی ہر بات بغیر دلیل ماننا تمہارے ایمان کا جزء ہے اگر اسناد حدیث کے متعلق محدثین کی تقلید جائز ہے تو ائمہ اربعہ کی تقلید بھی جائز ہے۔

اب دنیا میں کوئی بھی غیر مقلد نہیں ہے فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں اور بعض صحاح کے مصنفین کے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لہذا یہ صحیح ہے اس کو حسن کہا ہے یہ حسن ہے اور اس کو ضعیف کہہ دیا ہے لہذا یہ ضعیف ہوگئی ہے اور ان محدثین نے انہی کتابوں میں حدیث کے جو اپنے اجتہادات یا کسی اور کے اقوال درج کئے ہیں ان کی بھی اندھی تقلید کرتے ہیں اور کچھ لوگ ناصر الدین البانی کی اندھی تقلید

کرتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے لہذا یہ موضوع بن ہوگئی یا ضعیف ہوگئی تو کیا البانی کے کہنے سے احادیث کی تمام اسناد ضعیف ہو جائیں گی وہ ایک خاص سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کہلاتی ہے اور جب سند بدل گئی تو حدیث بھی ضعیف نہ رہی متن وہی ہے جب سند کے اعتبار سے کبھی وہی حدیث حسن اور صحیح ہو جاتی ہے اس کی میرے پاس متعدد مثالیں ہیں کہ البانی نے ایک حدیث کو (سلسلہ احادیث الضعیفہ) میں ضعیف کہا اور اسی حدیث کو سلسلہ احادیث الصحیحہ میں حسن اور صحیح کہا۔

اور بعض ائمہ اربعہ کی بجائے ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن قیم اور قاضی شوکانی کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور عام غیر مقلد علماء فتاوی نذیریہ فتاوی ثنائیہ اور فتاوی اہل حدیث کی اندھی تقلید کرتے ہیں جس کا دل چاہے ان فتاوی کو اٹھا کر دیکھے ان میں ہر جواب کے ساتھ دلائل نہیں لکھے گئے تو ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک اور ناجائز کہہ کر دراصل اپنا مقلد بنا رہے ہیں ۔

چند ایک مثالیں ۔

غیر مقلد وہابی اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں

سوال: جن گھڑوں اور برتنوں کی مٹی لید یا گوبر کے ساتھ گوندھی گئی ہو تو ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن برتنوں اور گھڑوں کی مٹی لید اور گوبر سے گوندھی جائے تو وہ برتن پاک ہیں اول

تو پکنے سے وہ چیز جل جاتی ہے صرف مٹی رہ جاتی ہے دوسرے گوبر وغیرہ ماکول اللحم جانور کا پاک ہے۔فتاوی اہل حدیث حافظ روپڑی 590/1 مطبوعہ سرگودھا

سوال: جو شخص مقروض ہو کیا اس پر زکوۃ ہے؟

ج: اگر اور جائداد ہو جس سے قرض ادا ہو سکتا ہو تو زکوۃ دینی پڑے گی ورنہ نہیں۔

فتاوی اہل حدیث حافظ روپڑی 190/1 مطبوعہ سرگودھا

غیر مقلدین اہل حدیثوں کے کھانے

سوال: بیر بہوٹی، کچھوا، جونک، قضیب گاؤ (بیل کا آلہ تناسل) قضیب ریچھ، چربی شیر مذکور بالا اشیاء کا استعمال بطور دوائی جائز ہے؟

ج: بیر بہوٹی، کچھوے، جونکیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء جن میں دم سائل (وہ خون جو ذبح کے وقت بہہ جاتا ہے) نہیں وہ سب پاک ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مکھی برتن میں یا کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے دوسرے میں بیماری ہے۔(الی قولہ) سانڈھا گوہ کی قسم ہے اس کا استعمال بھی ہر طرح جائز ہے، نیز کچھوے کا کھانے کے علاوہ استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، قضیب گاؤ (بیل کی آلہ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے مگر یہ مذہب صحیح نہیں ہے بلکہ ماکول اللحم کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ریچھ اور شیر چونکہ قطعاً حرام ہیں اس لئے ریچھ کی قضیب اور شیر کی چربی وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں، ہاں کھانے کے علاوہ کسی اور طریقے سے استعمال

منع نہیں کیا جاتا۔

فتاوی اہل حدیث حافظ روپڑی 566/2 مطبوعہ سرگودھا

فتاوی اہل حدیث سے جو جوابات نقل کئے گئے ہیں، ان جوابات پر کتاب وسنت سے تصریحات پیش نہیں کی گئیں اور نہ ان پر اجماع صحابہ سے استدلال کیا گیا ہے یہ محض غیر مقلدین علماء کے اقوال اور قیاسات ہیں۔سو ان اقوال پر جو لوگ عمل کریں گے وہ بھی مقلد ہی ہوں گے، غیر مقلد نہیں ہوں گے۔یہ اور بات ہے کہ ہم ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں اور یہ اس زمانہ کے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں جن کے علم وفضل اور زہد وتقوی کی ائمہ اربعہ کے علم وفضل اور زہد وتقوی کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں ہے اور کوئی صاحب انصاف اس حقیقت سے انکار کر سکے گا۔

امام غزالی نے عام آدمی کی تقلید پر دو دلیلیں قائم کی ہیں:

ایک یہ کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع تھا کہ وہ عام آدمی کو مسائل بتاتے تھے اور اس کو یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرے، اور دوسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لئے رات دن حصول علم میں لگا رہے گا، اور نہ کسی کے لئے کچھ کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہوگا اور یہ

بداہۃً باطل ہے،اور یا بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ ءاجتہاد کا مکلف ہے لہذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ ءاجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔

المستصفی از امام غزالی 389/2

احادیث سے تقلید پر استدلال

حدیث :628

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض ادا کیا کرتا تھا،حضرت ابن عباس نے کہا کہ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا،آپ نے فرمایا: یہ کون سا وفد ہے یا فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟انہوں نے کہا ہم ربیعہ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اس قوم کو یا اس وفد کو خوش آمدید ہو یہ رسوا ہوں گے نہ شرمندہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس بہت دور سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر حائل ہے۔اور ہم سوا حرمت والے مہینوں کے آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں رکھتے،آپ ہمیں ایسے احکام بتائیں جن کی ہم ان کو خبر دیں جو ہمارے پیچھے ہیں اور اس وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں۔سو آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے روکا آپ نے ان کو صرف اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا حکم دیا،پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی

زیادہ جاننے والے ہیں۔آپ نے فرمایا:اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا اور ان کو خشک کھوکھلے کدو،سبز گھڑے اور تارکول ملے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا اور بسا اوقات آپ نے ان کو کھوکھلی لکڑی کے برتن کے استعمال سے بھی منع فرمایا۔آپ نے فرمایا ان احکام کو یاد کر اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو ان احکام کی خبر دو۔

بخاری رقم الحدیث 87-53- مسلم 17 مشکوۃ 17

حدیث:629

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سب نوجوان اور ہم عمر تھے،ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے، پھر آپ نے یہ گمان فرمایا کہ ہمیں اپنے گھروں کی یاد آ رہی ہے،آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھروں میں کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں،ہم نے آپ کو بتایا آپ بہت رقیق اور رحیم تھے۔آپ نے فرمایا:اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو(نیک کاموں کا)حکم دو،اور تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری رقم الحدیث 6008 مشکوۃ 682

یہ صحابہ کرام جو نبی کریم ﷺ کے پاس دین سیکھ کر گئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر تبلیغ کریں اور اپنی قوم کو دین کی تعلیم دیں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور اب ان کے علاقہ کے لوگ ان کے اقوال پر عمل کریں گے اس اعتماد پر کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے پاس سے دین سیکھ کر آئے ہیں اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ کتاب وسنت کے مطابق کہہ رہے ہیں اور کسی شخص کے قول پر اس اعتماد سے عمل کرنا کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق کہہ رہا ہے یہی تقلید ہے۔

اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتوی کی تقلید کرتے تھے۔

حدیث: 630

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کرلیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (تو آیا وہ طواف وداع کے بغیر واپس جاسکتی ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: لا ناخذ بقولك و ندع قول زيد ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑ سکتے۔ (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کئے بغیر نہیں جاسکتی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کرلینا، جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے تحقیق کی اور حضرت ام سلیم سے پوچھا انہوں نے حضرت صفیہ کی یہ حدیث بیان کی (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ نے

حضرت صفیہ کو طواف وداع کئے بغیر جانے کی اجازت دی تھی) جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر حق کا اعتراف کرلیا۔

بخاری 1751-1759 فتح الباری 588/3

اس حدیث میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتوی کی تقلید کرتے تھے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کیخلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں۔

لوگوں نے صحابہ اور تابعین سے مختلف سوالات کئے اور انہوں نے ان کے جوابات میں قرآن مجید اور احادیث کی تصریحات کی بجائے اپنے اقوال پیش کئے ہر چند کہ ان کے اقوال قرآن وسنت پر مبنی تھے اور سائلین کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ یہ لوگ کتاب وسنت کے ماہر ہیں اور ہمیں اس کے خلاف نہیں بتائیں گے اور اسی کا نام تقلید ہے اور مقلدین بھی اپنے ائمہ کی اسی معنی میں تقلید کرتے ہیں۔ یہ سوالات اور جوابات دیکھنا ہو تو تفسیر تبیان القرآن جلد 6 ص 435-444 کا مطالعہ کریں جہاں ایسے ایک سو سوالات درج ہیں۔ کہ لوگوں نے صحابہ وتابعین سے سوال کئے اور انہوں نے بغیر دلیل بتائے جوابات دیئے اور یہ نہیں کہا کہ تم خود علم دین حاصل کرو جیسے ہم نے کیا ہے پھر تمہیں مسئلہ کا پتا چلے گا جس سے تقلید ثابت ہوتی ہے۔

تقلید کی ضرورت

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اصولی طور پر تمام احکام بیان کر دیئے ہیں لیکن ہر شخص کے لئے عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ بذات خود تمام احکام شرعیہ قرآن مجید کی آیات سے مستنبط کر سکے، کیونکہ اول تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے لغت عربی ،صرف ونحو اور علم بلاغت کو حاصل کرنا ایک طویل اور صبر آزما کام ہے، پھر قرآن مجید میں بعض احکام تو صراحتاً امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کئے گئے ہیں، اور بعض جگہ امر اور نہی کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ مختلف اسالیب سے کسی چیز کا وجوب یا تحریم سمجھ میں آتی ہے، جس کو جاننے کے لئے بہت باریک بینی اور دقت نظری کی ضرورت ہے مثلاً قرآن مجید میں شراب اور جوئے کو صراحۃً حرام نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاص اسلوب سے فرمایا: اے ایمان والو! شراب ، جوا، بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا اور پانسے پھینکنا یہ سب محض ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالی کے ذکر سے روکے کیا اب تم باز آؤ گے۔ سورۃ المائدہ آیت 90-91

قرآن مجید بعض اوقات کسی مسئلہ کی لم اور علت بیان کر دیتا ہے اور اس کی شرائط اور موانع ذکر نہیں کرتا، نہ اس کی تمام جزئیات بیان کرتا ہے مثلاً خمر (انگور کی شراب) کے بیان میں اس کے نشہ آور ہونے کا ذکر فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے نہ

یہ بیان فرمایا کہ نشہ آور چیز کو مقدارِ نشہ تک پینا حرام ہے یا اس کا مطلقاً پینا حرام ہے، نشہ آور چیز پر حد ہے یا نہیں؟ اگر حد ہے تو کتنی ہے؟ ان تمام جزئیات اور تفصیلات کو جاننا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کبھی کوئی حکم اجمالاً بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل متعین کرنے کیلئے دلائل کی چھان بین کرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہے مثلاً اللہ تعالی نے فرمایا:

وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ اپنے سروں کا مسح کرو۔ سورۃ مائدہ آیت ۶

اس آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا چوتھائی سر کا یا ایک بال پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کہیں ایک حکم کو مطلقاً بیان کیا جاتا ہے اور کہیں وہی حکم مقیداً ذکر کیا جاتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، حرام کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ 173

اس آیت میں مطلق خون کو حرام کیا گیا ہے اور ایک جگہ یوں ہے إلا أن يكون ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير فإنه رجس مگر یہ کہ بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں۔ سورہ انعام آیت: 145

اس آیت میں مطلقاً خون نہیں بلکہ بہنے والا خون حرام فرمایا ہے

اسی طرح کفارۂ اظہار میں غلام آزاد کرنے اور دوماہ کے مسلسل روزوں کے ساتھ قبل از مباشرت کی قید ہے اور کھانے کھلانے کے ساتھ یہ قید نہیں ہے۔ان صورتوں میں کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں، یہ ایک بہت مشکل اور پیچیدہ مسلہ ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہوگیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت اس آیت میں ایک سال بیان کی گئی (اور لوگ تم میں سے فوت ہوجائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کیلئے نکالے بغیر ایک سال کی وصیت کر جائیں) سورہ بقرہ:240
لیکن اسی سورت کی آیت نمبر 234 میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔اب یہ فیصلہ کرنا کہ ان میں سے کونسی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ہے یہ عام آدمی کے بس سے باہر ہے
قرآن مجید میں ہے وَالمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ''مطلقہ عورتیں تین قروء تک عدت گذاریں،،سورہ بقرہ اب قروء کے دو معنی ہیں حیض اور طہر اب کونسا معنی مراد لیا جائے الغرض اس قسم کی باریکیاں اور فقہی پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں ان چند مثالوں سے باقی مشکلات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

احادیث سے احکام متنبط کرنے میں ایک اور دشواری ہے کہ احادیث مختلف اسانید سے مروی ہیں جن میں سند متواتر سے لے کر سند غریب تک اور سند صحیح سے لے کر

سندِ ضعیف تک احادیث ذخیرہ کتب میں موجود ہیں، بلکہ موضوع روایات بھی ہیں، جس طرح ایک جیسی شیشیوں میں ایک جیسا سفید رنگ کا مائع مادہ ہو اور ہر مادہ کی تاثیر الگ الگ ہو، کوئی مادہ کسی مرض میں مفید ہو اور دوسرا مادہ اس میں مضر ہو تو ان مادوں اور دواؤں کو باہم متمیز کرنے کے لئے کیمسٹری کے کسی بہت بڑے ماہر کی ضرورت ہوگی، جو مختلف کیمیائی تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ کونسی شیشی میں کونسی دواء ہے، اسی طرح جب کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کئے بغیر احادیث پر عمل کرے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح کے مقابلے میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کر رہا ہے یا وہ ایسی حدیث پر عمل کر رہا ہے جو قرآن کے خلاف ہے۔

احادیث سے احکام متنبط کرنے میں ایک اور ضرورت یہ ہے کہ احادیث سے احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث پر اس کو عبور ہو کیونکہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے ہوسکتا ہے دوسری جگہ اس کے خلاف حدیث ہو جس سے وہ حکم منسوخ ہوگیا ہو، یا اس حدیث کی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی مسلہ میں حدیث نہ ملنے کی بناء پر وہ قیاس کر رہا ہو حالانکہ اس مسلہ میں حدیث موجود ہو، اس لئے احادیث سے احکام حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلقہ تمام احادیث اس کی نظر میں ہوں، اور یہی حال قرآن مجید سے احکام حاصل کرنیکا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث سے احکام حاصل کرنے کے لئے جس وسعت علم اور دقتِ نظری کی ضرورت ہے یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور صرف ائمہ مجتہدین ہی اس پُر آشوب گھاٹی کے پار اتر سکتے ہیں اس لئے عام آدمی کے

لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

تقلید شخصی پر ابن تیمیہ کی تصریحات

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ، احادیث متعارضہ میں وجہ ترجیح اور قرآن وحدیث میں ایک لفظ کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کی دلیل شرعی سے تعیین نہ کرسکتا ہو، اس کے لئے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے اور کسی ایک امام کی تقلید کے بعد بغیر کسی عذر شرعی کے کسی اور امام کی کسی مسئلہ میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ ابن تیمیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کرلیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور مذہب کے عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش نفس کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے ایک حرام کام کا ارتکاب کررہا ہے، اور یہ چیز لائق مذمت ہے۔ شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔

نیز لکھتے ہیں: امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے، یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار

کرے، یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور یہی تقلید شخصی ہے)

مجموع الفتاوی 220-221/20

اور جو لوگ قرآن وحدیث سے (براہ راست) احکام حاصل نہیں کرسکتے اور وہ ان مسائل میں ائمہ مجتہدین کی اتباع کرتے ہیں جن سے زیادہ کسی اور کے اقوال ان کے نزدیک راجح نہیں ہیں تو ان کا یہ فعل لائق ستائش اور موجب ثواب ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) اور جو لوگ قرآن وحدیث سے احکام حاصل کرنے پر قادر ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے امام احمد اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور امام محمد بن حسن نے لکھا ہے کہ اس کیلئے مطلقاً تقلید جائز ہے۔

مجموع الفتاوی مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز 225/20

فقہ حنفی کی دس خصوصیات

فقہ حنفی کی ایک خصوصیت

یہ بھی ہے کہ اس فقہ میں احتیاط سب سے زیادہ ہے اور یہ خدا خوفی کے سب سے زیادہ قریب ہے مثلاً امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک قطرہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہوجائیگی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ پانچ قطرے پینے کے بعد رضاعت

ثابت کرتے ہیں۔

اسی طرح امام شافعی نے چار دونوں تک قربانی کی اجازت دی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہیں دیتے اور اسی میں احتیاط ہے۔

دوسری خصوصیت

یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد اور مختلف احادیث وارد ہوں تو باقی ائمہ کسی ایک حدیث پر عمل کرتے ہیں باقی احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ ان مختلف احادیث میں تطبیق دیکر سب حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، مثلاً بعض احادیث میں آیا ہے کہ جس کو نماز کی رکعات میں تردد اور شک ہو وہ نماز دوبارہ پڑھے۔ بعض میں ہے کہ غور کرے اور جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کرے اور بعض میں ہے کہ جب مثلاً دو اور تین میں شک ہو تو ان کو دو رکعت (یعنی کم از کم رکعات جو یقینی ہیں) قرار دے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں ایسا شخص ہمیشہ نماز دوبارہ پڑھے، ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کم والی جانب کو اختیار کرے۔ کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر کسی نے تیسری پر۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر پہلی بار شک واقعہ ہو تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بار بار شک واقع ہوتا ہو تو غور کرے اگر غور کرنے سے کوئی جانب ترجیح پا جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ جتنی رکعات کم از کم ہیں اتنی رکعات قرار دے۔

تیسری خصوصیت

یہ ہے کہ باقی ائمہ اقوال صحابہ کو اہمیت نہیں دیتے اور امام ابوحنیفہ مختلف احادیث میں اقوال صحابہ کو فیصل مان کر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

چوتھی خصوصیت

یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ درجات اور مراتب کا اعتبار کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں احادیث کو مؤخر کر دیتے ہیں اور اگر تطبیق دیں تو قرآن مجید پر عمل کو فرض اور حدیث پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی نہی کو حرام اور حدیث کی نہی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مقابلہ میں اقوال صحابہ کو مؤخر کر دیتے ہیں

پانچویں خصوصیت

یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احکام میں بہت زیادہ باریک بینی، دقت نظری، درجہ بندی اور وسعت سے کام لیا ہے جو باقی ائمہ میں نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض اور واجب اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی الگ الگ حکم ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چھٹی خصوصیت

یہ ہے کہ فقہ حنفی میں دستوری اساس بننے کی صلاحیت باقی ائمہ کی فقہ سے زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی مملکتوں کا قانون اور دستور بنی رہی مثلاً سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دستور اور قانون یہی فقہ تھی، اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور یہی فقہ رہی برصغیر میں افغانستان، ماوراء النہر اور ہندستان میں مسلمانوں کی ریاستوں میں اسی فقہ کا قانون چلتا تھا۔

ساتویں خصوصیت

یہ کہ فقہ حنفی کے پیروکار ہر عہد میں مسلمانوں کی دوتہائی سے زیادہ اور غالب اکثریت میں رہے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے امتی باقی امتوں سے زیادہ ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مقلدین باقی ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ ترمذی 2546 ابن ماجہ 4289 مشکوۃ 5644

ان اسی صفوں میں دوتہائی اکثریت انشاءاللہ احناف کی ہوگی۔

آٹھویں خصوصیت

یہ ہے کہ احناف میں جس قدر اولیاء اللہ کا ظہور ہوا کسی اور امام کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ نہیں ہوئے حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت علی ہجویری

حضرت بایزید بسطامی حضرت مجدد الف ثانی حضرت معین الدین اجمیری حضرت بختیار کاکی وغیرہ رحمہم اللہ یہ سب حنفی تھے ان کے علاوہ بہت اولیاء اللہ ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔

نویں خصوصیت

یہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ کے فیض یافتہ ہیں امام مالک نے فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ سے فیض حاصل کیا۔ امام شافعی امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل نے بھی امام اعظم کے علوم سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لئے امام شافعی نے فرمایا: الفقهاء كلهم عِيالُ ابي حنيفة تمام فقہاء ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔

دسویں خصوصیت

یہ ہے کہ باقی ائمہ امام اعظم کے سامنے اپنے موقف کو ترک کر دیتے تھے چنانچہ امام شافعی، امام اعظم کے مزار پر جاتے تو قنوت نازلہ پڑھتے نہ رفع یدین کرتے۔

مذہب احناف کی ترجیح مخالفین کو بھی مسلّم ہے۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کرلیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے چار مذاہب ہیں جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام

احمد بن حنبل اور امام مالک اور ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب وسنت کی کثرتِ معرفت علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباطِ مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے۔

ابجد العلوم 402/2 مکتبہ قدوسیہ لاہور

احناف کا عمل بالحدیث

احناف عمل بالحدیث میں اتنے آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی طبقہ اس میں ان کی ہمسری نہیں کرسکتا۔علامہ خوارزمی نے معاندین کا جواب دیتے ہوئے جامع المسانید کے مقدمہ میں لکھا ہے:-امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعنہ وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہوگا جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہوگی اور وہ منصف ہوگا تو اس کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ امام اعظم سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱-امام اعظم حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں جب کہ امام شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے کہ وہ حدیث مرسل کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے

ہیں۔

۲-امام اعظم کے احادیث پر عمل کا یہ حال ہے کہ ضعیف حدیث پر بھی قیاس کے مقابلے میں عمل فرماتے ہیں جیسے نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔یہ بالکل خلاف قیاس بات ہے۔مگر ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔لہٰذا امام اعظم نماز میں قہقہہ کو ناقص وضو مانتے ہیں۔یہ وہ نظائر ہیں جو امام خوارزمی نے پیش کئے ہیں اس قسم کے نظائر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا استقصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہوجائے اس کی دوسری نظیر یہ ہے

۳-غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں

احناف کے نزدیک یہ ناپاک ہے غیر مقلدین کا استدلال قیاس ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔منی کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔رہ گئی وہ حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھوتی تھی دھونے کا نشان ہوتا تھا اور حضور ﷺ اسی کپڑے کو پہنے نماز کو جاتے تھے۔بخاری :230 اس کے بالمعارض مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔مسلم 288

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے انہیں دھونے کا حکم دیا ہو یہ ام المومنین کا اپنا فعل ہے۔ثانیاً دیا بھی ہو تو یہ تھوک اور کھنکار کی طرح گھناؤنی چیز ہے۔اس لئے دھونے کا حکم دیا۔ثالثاً اگر ناپاک ہوتی تو مل دینے سے کیسے پاک ہوتی۔کپڑے

پر لگنے والی کوئی نجاست محض مل دینے سے پاک نہیں ہوتی۔

ہر منصف دیکھے کہ حدیث صحیح کو غیر مقلدین قیاس سے رد کر رہے ہیں۔ اور احناف حدیث پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ وارد ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابلہ میں منی کی خصوصیت یہ ہے کہ جب سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ نجاست سے پاکی کیسے ہوگی یہ قیاس نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ علاوہ ازیں منی کے نجس ہونے کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے۔ امام ابن ہمام نے دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حدیث: 631

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا۔ کپڑا پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ پاخانہ، پیشاب، قئے، خون اور منی سے۔

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ثابت بن حماد ضعیف ہے حالانکہ یہی حدیث ثابت بن حماد کے واسطہ کے بغیر طبرانی میں مذکور ہے جو ضعف ثابت کی وجہ سے تھا وہ دور ہو گیا چلو ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اب بھی ضعیف رہی مگر احناف کا اس پر عمل ہے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ احناف ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کے قریب نہیں جاتے اور اہل حدیث بننے کے مدعی صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

اعلام الموقعین میں ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں: اصحاب ابو حنیفہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ

مذہب ابو حنیفہ یہ ہے کہ أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأی وعلى ذلك بنى مذهبه ضعیف حدیث بھی امام صاحب کے نزدیک قیاس اور رائے سے بہتر ہے اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اعلام الموقعین 77/1

۴۔ جب صحیح اور ضعیف حدیث متعارض ہوں

تو احناف حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں۔ بخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ ضعیف پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ مسئلہ ہے کہ ماء قلیل غیر جاری میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

احناف کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً ناپاک ہے خواہ نجاست کا کوئی اثر رنگ، بو، مزہ پانی میں آئے یا نہ آئے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ ہو پانی پاک ہے بخاری کتاب الوضوء حدیث نمبر 235 کا عنوان امام بخاری کا یہی مذہب معلوم ہوتا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ اگر چوہا گھی میں مر جائے تو کیا کیا جائے؟ فرمایا چوہے اور چوہے کے ارد گرد کو پھینک دو اور بقیہ گھی کھاؤ۔

اس حدیث سے ان کا مدعا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خود محل نظر ہے۔ کہ حدیث کے ظاہر ہے کہ یہ جمے ہوئے گھی کے بارے میں ہے۔ نیز چوہے کے ارد گرد کے پھینکنے کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ چوہے کے گرنے سے گھی کا کچھ حصہ ناپاک ہوا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ یہی

ہمارا مستدل ہے۔ چونکہ چوہے کا اردگرد چوہے سے متاثر ہوگا اس لئے اردگرد ناپاک ہوگیا۔لیکن اثر کا مطلب اگر رنگ، بو یا مزہ کا گھی میں آجانا مراد ہےتو یہ مسلّم نہیں یہ ضروری نہیں کہ چوہے کے مرتے ہی اس کا رنگ یا مزہ یا بو گھی میں آجائے ہاں اگر دیر تک رہے گا تو آسکتا ہے مگر پھر اردگرد کی تخصیص نہ ہوگی۔جہاں تک اثر پہنچے سب کو ناپاک ہونا چاہئے۔ اور اگر اثر سے نجس ہونا مراد ہےتو ہمارا مدعا ثابت کہ نجاست کے گرتے ہی کسی چیز کے ناپاک ہونے رنگ یا مزہ یا بو کا سرایت کرنا ضروری نہیں۔محض نجاست کے گرنے ہی سے وہ چیز ناپاک ہوجائے گی۔پھر یہ حکم منجمد کا ہے۔اور پانی رقیق ہے تو منجمد کو رقیق پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔پھر آخر یہ قیاس ہی تو ہے۔لہذا آپ نے قیاس پر عمل کیا۔

امام شافعی وغیرہ یہ تفریق کرتے ہیں کہ اگر وہ پانی دو قلے ہےیعنی دو مٹکے ہےتو پاک ہے۔اس سے کم ہےتو ناپاک ہےان کی دلیل یہ حدیث ہےإذا کان الماء قلتین لا یحمل الخبث جب پانی دو مٹکے ہوتو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا۔ابوداود 63 مشکوۃ 477

حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔پھر مٹکے کی تعیین بہت مشکل ہے مٹکا چھوٹا بھی ہوتا ہےاور بڑا بھی کس مقدار کا مٹکا ہوگا؟ دونوں فریق کے بالمقابل احناف کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام بخاری ومسلم ابوداود وترمذی ابن ماجہ وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ

حدیث: 632

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لایَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ ۔اس پانی میں جو ٹھہرا ہوا ہو بہتا نہ ہو پیشاب مت کرو کہ پھر اسی سے غسل کرو۔بخاری 239 مسلم 282 مشکوۃ 474

اب انصاف کرنے والے انصاف کریں کہ صحیح حدیث پر احناف عمل کررہے ہیں امام شافعی اس کے بالمقابل حدیث ضعیف پر اور امام بخاری قیاس پر پھر بھی احناف تارک حدیث اور عامل بالقیاس ہیں؟

امام بخاری نے بخاری میں عجیب مسائل درج کئے ہیں ایک طرف تو کہتے ہیں ''جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ ہو پانی پاک ہے،، کتاب الوضو حدیث 235 کی ابتداء دیکھو اور دوسری طرف یہ حدیث درج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔بخاری حدیث 172

اب اس اشکال کا حل کون کرے گا کہ کتا نے برتن میں منہ ڈالا ہے اب برتن ناپاک ہے لیکن پانی پاک ہے یا تو دونوں ناپاک مانو یا دونوں پاک یہ کونسی منطق ہے کہ باہر والا برتن ناپاک ہےلیکن پانی پاک۔

٥- دو متعارض حدیثیں

جب دو مضمون کی احادیث متعارض ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو احناف ترجیح اس روایت کو

دیتے ہیں جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔

نزہۃ القاری شرح بخاری 197/1

غیر مقلدین کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے

ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ دار قطنی 128/1 مشکوۃ 515

اس حدیث کا جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ روایت قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں یہ حدیث باطل موضوع ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے اور وہ جمیع اہل نقل کے نزدیک متروک ہے۔ حاشیہ آثار السنن

اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حرج سے مراد سخت حرج ہے یعنی جیسے حرام جانوروں کا پیشاب کہ نجاست غلیظہ ہوتا ہے کہ ایک درہم کی بقدر لگنے سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے ایسا حلال جانوروں کا پیشاب نہیں بلکہ وہ نجاست خفیفہ ہے کہ چہارم کپڑا آلودہ ہو تو ناپاک ہوگا لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب بھی ناپاک ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ

حدیث: 633

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: استنزھوا من البول فإن عامة عذا ب القبر منه بول سے بچو کہ عام عذاب قبر اسی سے ہے۔ اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ بول سے بچو اس لئے کہ قبر میں پہلے اسی کا حساب ہوگا۔ ماخوذ از الکوکب الدری مع حاشیہ 47/1

اس میں بول مطلق ہے خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔

حدیث: 634

عَنِ ابْنِ عباسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ: مَرَّ النبیُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لايَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)). ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوْا: يَارَسُولَ اللهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: ((لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا)).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ان دونوں میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھایا کرتا تھا پھر آپ نے ایک سبز تر شاخ لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ہر قبر پر ایک ایک شاخ گاڑ دی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

(بخاری:۲۱۸ کتاب الوضوء، مسلم:۲۹۲ کتاب الطہارہ

مشکوۃ:۳۳۸ کتاب الطہارہ باب آداب الخلاء)

معلوم ہوا کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب دیکھو اونٹوں کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔

علامہ طحاوی فرماتے ہیں

بعض حضرات کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آکر بیمار ہوگئے ان کو رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا بخاری کتاب الوضوء باب ابوال الابل حدیث 233 ان حضرات کا کہنا ہے متعدد روایات کے مطابق حرام چیز میں شفا نہیں اگر یہ پیشاب ناپاک ہوتا تو اس میں شفا بھی نہ ہوتی۔

لیکن دوسرے حضرات کہتے ہیں یہ پیشاب ناپاک اور حرام ہے اور ان کا وہی حکم ہے جو ان کے خون کا ہے جہاں تک قبیلہ عرینہ کے لوگوں سے متعلق واقعہ کا تعلق ہے تو وہ ضرورت کے تحت تھا اس سے اباحت ثابت نہیں ہوتی بعض اوقات ضرورت کے تحت کچھ حرام اشیاء کو مباح کیا گیا جیسے حضرت ابن زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ریشم حلال ہوگیا۔

حدیث:635

عن انس رضی اللہ عنہ قال: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا.

وفی روایۃ لمسلم: إِنَّهُمَا شَكَوْا إِلَى رَسُولِ اللهِ الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِي قُمُصِ الْحَرِيْرِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی ان کی خارش کی وجہ سے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے جوں کی شکایت کی تو ان کو ریشمی قمیص کی اجازت دی۔

بخاری حدیث :۵۸۳۹ کتاب اللباس مسلم حدیث:۲۰۷۶ کتاب اللباس

مشکاۃ حدیث:۴۳۲۶ کتاب اللباس

اور جہاں تک شراب وغیرہ میں شفاء نہ ہونے کا تعلق ہے تو چونکہ وہ لوگ اسے عظیم سمجھتے تھے اور باعث شفاء خیال کرتے تھے تو ان کے غلط عقیدے کا ازالہ کرنے کیلئے فرمایا گیا کہ حرام میں شفا نہیں۔

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پیشاب ناپاک ہو کیونکہ انسان کے گوشت کے پاک ہونے پر سب کا اتفاق ہے لیکن اس کا پیشاب ناپاک ہے کیونکہ اس کا وہی حکم ہے جو اس کے خون کا ہے لہذا جس طرح اونٹوں وغیرہ کا خون ناپاک ہے پیشاب بھی ناپاک ہوگا

۔امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین ضعیف حدیث کے مطابق پیشاب کو پاک کہتے ہیں جبکہ ان کے مقابلہ میں احناف صحیح احادیث کے مطابق پیشاب کو ناپاک سمجھتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین پھر بھی ضد پر اڑے رہیں کہ پیشاب پاک ہے تو ان سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں بس اتنا کہہ دو واقعی تمہیں تمہارا عقیدہ ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے تو ذرا ایک کپ پیشاب نوش فرماؤ تا کہ پتہ چلے کہ تم صرف نام کے اہلحدیث نہیں ہو عملی اہل حدیث ہو۔اسی طرح منی کو بھی وہ پاک کہتے ہیں اس کے متعلق بھی پوچھ لینا ایک کپ اس کا بھی ہو جائے؟ انشاءاللہ کانوں کو ہاتھ لگائیں گے اور دوبارہ کبھی یہ ایسی بات منہ سے نہ نکالیں گے۔

تقلید پر سوالات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ سے علم وفضل میں صحابہ کرام بدرجہ ہا افضل تھے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ایسے اصول وضع نہیں کئے جو تمام جزئیات اور حوادث کے لئے کافی ہوتے اور تمام مسائل فرعیہ کو محیط ہوتے اور تمام تفاصیل کو شامل ہوتے، کیونکہ انہوں نے قواعد کی اساس اور ان کے لئے اصول مہیا کئے اور تفریعات اور تفصیلات کے لئے انہیں موقع نہ مل سکا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ کی تقلید کرتے تھے اور بعض مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیونکہ حضرت ابوبکر کے اصول تمام جزئیات کے لئے کافی تھے نہ حضرت عمر کے۔اور اِس زمانہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب تمام جزئیات اور حوادث اور تمام تفریعات اور تفصیلات کے لئے کافی وافی ہیں،اور جب بھی کوئی حادثہ یا واقعہ ہوگا ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے مذہب میں اس کے لئے رہنما اصول موجود ہوں گے۔

دوسرا سوال

یہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسے جامع اصول اور قواعد کیوں نہیں وضع کئے اور تمام جزئیات اور تفریعات کے لئے احکام کیوں نہیں مدون کئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو انہیں ملک کے اندر اور باہر فتنوں کا سامنا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی فتوحات کو وسیع کرنے میں مصروف تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھایا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ داخلی جنگوں میں مصروف رہے۔

ثانیاً صحابہ کرام کے زمانہ میں اس قدر کثرت سے مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے نہ نئی نئی جزئیات اور تفصیلات سامنے آئیں تھیں۔اس وجہ سے ان کے دور میں شریعت کو مدون کرنے کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

جیسے صحابہ کرام کے دور میں اسماء الرجال کا علم لکھنے کی ضرورت پیش نہ آئی کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی ضعیف یہ ہماری ضرورت ہے صحابہ کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تیسرا سوال

یہ اٹھایا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے کہ انہوں نے تقلید سے منع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے مطلقاً تقلید سے منع نہیں کا ان کا تقلید سے منع کرنا حسب ذیل امور میں ہے۔

ا-ضروریات دینیہ یعنی دین کے بنیادی عقائد میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

۲-جو احکام شرعیہ تواتر اور بداہت سے ثابت ہوں ان میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

۳-قرآن مجید اور احادیث صریحہ کے وہ صریح احکام جو قطعی الدلالہ ہیں (مثلاً صوم وصلاۃ کی فرضیت، پانچ نمازیں، ایک ماہ کے روزے، مقدار نصاب زکوۃ، عدد رکعات وغیرہ) جن کا کوئی معارض بھی نہیں ہے ان احکام میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ تقلید صرف اس غرض سے کی جاتی ہے۔

ا-کہ قرآن وحدیث میں اگر ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں تو کسی ایک معنی کی تعیین کیلئے اپنے ذہن کی بجائے کسی مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے۔

۲-یا اگر قرآن مجید کی آیات میں یا احادیث میں تعارض ہو تو کسی ایک آیت یا حدیث کو عمل کے لئے متعین کرنے میں اپنی عقل کی بجائے مجتہد پر اعتماد کیا جائے

۳-یا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا قرآن وحدیث میں واضح حل نہ ہو تو قرآن وحدیث سے

خود اس کا حل تلاش کرنے کی بجائے مجتہد کے استنباط کردہ حل کو قبول کرلیا جائے۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ کسی کے نزدیک بھی مجتہد معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہیں بلکہ اس کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے، اور اگر ایک متبحر عالم کو اپنے امام کے کسی قول کے خلاف کوئی صحیح ، صریح اور غیر معارض حدیث علم یقینی کے ساتھ مل جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے۔

عام مسلمانوں کا تقلید کے بغیر گذارہ نہیں ہے

جو حضرات تقلید کے مخالف ہیں عملاً وہ خود بھی تقلید کرتے ہیں کیونکہ غیر مقلد حضرات کا ہر فرد عالم اور مجتہد نہیں ہوتا اور جو عالم ہیں وہ بھی ہر مسئلہ قرآن وحدیث کے پورے ذخیرے کی طرف رجوع نہیں کرتے، ان میں سے جو عالم نہیں وہ غیر مقلد علماء سے پوچھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں، اسی سبب سے غیر مقلد علماء کے فتاوی چھپے ہوئے ہیں جن میں ہر مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی گئی، اور اگر ہو بھی تو عام آدمی اس کا کیسے فیصلہ کرسکتا ہے کہ ان کی بیان کردہ دلیل صحیح ہے یا غلط، وہ تو صرف اپنے علماء کے علم وفہم پر اعتماد کرکے ان کے قول پر عمل کرتا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔!

رہے غیر مقلد علما تو وہ انصاف سے بتائیں کہ کیا وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن وحدیث کے تمام ذخائر کو کھنگالتے ہیں یا اس کے بجائے وہ اپنے متقدمین علماء کی کتابوں کو دیکھتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی شافعی مسلک کی کتابوں کی بجائے ابن تیمیہ،

ابن حزم، ابن قیم اور قاضی شوکانی کی کتابوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی گنے چُنے علماء غیر مقلدین کا کام ہے ورنہ عام غیر مقلد علما تو فتاوی نذیریہ اور فتاوی ثنائیہ سے ہی کام چلا لیتے ہیں ۔

جو حضرات براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے پر زور دیتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی اہمیت اور خصوصیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ تقلید کو شرک کہتے ہیں انہیں ابن تیمیہ کی یہ عبارت بغور پڑھنی چاہئے: انسانوں اور جنوں میں سے ہر ایک پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال جانے اور حرام کردہ کو حرام جانے اور ان کے واجب کردہ کو واجب مانے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اسلئے لوگ اس معاملے میں ایسے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہیں اللہ اور رسول کے احکام بتا سکے اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آپ کی منشاء اور مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے لہذا مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان وسیلہ، راستہ اور راہنما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ ﷺ کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا علم اور فہم عطا فرمایا ہے جو دوسروں کو نہیں دیا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے ۔ اور اس کے بعد ابن تیمیہ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مثال بیان کی ہے

مجموع الفتاوی مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز 223-224/20

شرح مسلم سعیدی 334-345/3

ہر چند کہ ظاہریہ (غیر مقلدین یا اہل حدیث) اپنے آپ کو تقلید سے آزاد اور اصحاب حجت کہتے ہیں لیکن نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے ۔ داؤد بن علی ظاہری فرقہ ظاہریہ کا امام ہے ۔ ابجد العلوم 144/3

لہذا وہ بھی ان کی آراء کے مقلد ہیں ۔

تقلید واجب اور تقلید حرام

کسی بھی امام کی تقلید کرنے والے شخص کے پیشِ نظر یہ نکتہ رہنا ضروری ہے کہ ہم درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور امام کی تقلید صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ اس نے احکام منظم اور منضبط طور پر مدون کر کے ہم کو دے دیئے ہیں ۔
اور امام دراصل صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے، حاکم اور شارع صرف اللہ اور اس کا رسول ہے
اگر بالفرض تقاضائے بشریت سے امام کا کوئی ایسا قول ہو جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو ہم امام کے قول کو چھوڑ کر قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے ۔ عام آدمی کے لئے اس مفہوم میں تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ وہ احکام شرعیہ کو براہ راست اصل ماخذ سے حاصل نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی شخص اس نظریہ سے تقلید کرے کہ خواہ امام کا قول قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ امام کے قول پر ہی عمل کرے گا تو یہ تقلید حرام ہے ۔

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے

شرعی مسائل تین طرح کے ہیں: ا-عقائد ۲-وہ احکام جو صراحۃ قرآن وسنت سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو ۔۳- وہ احکام جو قرآن وحدیث سے استنباط اور اجتہاد کر کے نکالے جائیں ۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں ۔صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں جیسے پانچ نمازیں تیس روزے وغیرہ

وہ احکام جو قرآن وحدیث سے یا اجماع امت سے اجتہاد کر کے نکالے جائیں ۔ان میں غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اور تقلید احکام میں ہوتی ہے خبر میں نہیں ۔ جاءالحق 17/1

مجتہد کیلئے تقلید منع ہے مجتہد کے چھ طبقے ہیں تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب جس درجہ کے مجتہد ہوں گے ۔وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے ۔اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف امام محمد کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد ہیں اس لئے ان میں مقلد نہیں ۔

غیر مقلدین اگر یہ سوال کریں کہ تم بہت سے مسائل صاحبین کے قول پر فتوی دیتے ہو اور امام صاحب کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں پھر تم حنفی کیسے ہوئے ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اسی پر فتوی دیا

گیا ۔

غیر مقلدین اگر یہ سوال کریں کہ تم اپنے آپ کو حنفی کیوں کہتے ہو ۔یوسفی یا محمدی کہو کیونکہ بہت جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام صاحب کا قول چھوڑ کر ۔

جواب یہ ہے کہ چونکہ ابو یوسف اور امام محمد کے تمام اقوال امام ابو حنیفہ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں ۔لہذا ان میں سے کسی کے بھی قول کو لینا در حقیقت امام صاحب کے قول ہی کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل در حقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے ۔مثلا امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے ۔اب اگر کوئی محقق فی المذہب کوئی حدیث صحیح پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا بلکہ حنفی ہی رہے گا ۔کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا ہے ۔ یہ خطاب صرف محقق فی المذاہب اور اپنے شاگردوں کو ہے عام لوگوں کو نہیں ۔ یا اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور حدیث میں میں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا ۔جاءالحق ص ۲۰

ڈاکٹر سباعی نے السنہ میں اور ابو زہرہ نے کتاب ''ابو حنیفہ،، میں اور ڈاکٹر مصطفی نے ''الائمۃ الاربعہ،، میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی (جس کو آج کی اصطلاح میں قانون ساز اسمبلی کہہ لی) جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا ۔حتیٰ کہ ایک ایک مسئلہ پر تین تین دن تک بحث وتمحیص

ہوتی رہتی، نیز اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا اور اس سے مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی اس مجلس میں اس دور کے بڑے بڑے مفسرین محدثین اور فقہاء شامل تھے۔

حکایت

خدا دیکھ رہا ہے

حضرت ابرہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنے نفس پر بہت زیاتی کی ہے مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے کہ میں گناہوں سے باز آ جاؤں آپ نے فرمایا :اگر تو پانچ چیزوں کو قبول کر لے اور اُن پر قادر ہو جائے تو تمہیں کوئی گناہ نقصان نہیں دے گا اور کوئی لذت ہلاک نہیں کرے گی۔

اُس نے کہا بتائیے فرمایا: پہلی بات یہ ہے ﴿ إذَا اَرَدتَ ان تعصی اللہ فلا تاکل رزقہ﴾ کہ جب تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کرے تو اُس کا رزق نہ کھا اُس نے کہا تو میں کہاں سے کھاؤں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا رزق ہے؟

آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی کھاؤ اور نافرمانی بھی کرو۔ اُس نے کہا نہیں۔

دوسری بات بتائیے۔ فرمایا: دوسری بات یہ ہے ﴿ إذَا اَرَدتَّ ان تعصیہ

فلا تسکن شیئا من بلادہ﴾ جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے تو اُس کے ملک میں نہ رہ اُس نے کہا یہ بات تو پہلی سے بھی بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی کھاؤ اور اُس کے ملک میں بھی رہو اور نافرمانی بھی کرو۔ اُس نے کہا نہیں۔

اچھا تیسری بات بتائیے فرمایا: تیسری بات یہ ہے ﴿إذَا اَرَدتَّ ان تعصیہ وانت تحت رزقہ وفی بلادہ فانظر موضعاً لایراك فیہ مبارزاً لہ فاعصہ فیہ﴾ جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے حالانکہ تو اُس کا رزق بھی کھاتا ہے اُس کے شہر میں بھی رہتا ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں وہ تجھے دیکھتا نہ ہو نوجوان نے کہا یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ وہ پوشیدہ چیزوں کا بھی جاننے اور دیکھنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اُس کا رزق بھی کھاؤ اُس کے ملک میں بھی رہو اور تم اُس کے سامنے ہی نافرمانی بھی کرو اُس نے کہا نہیں۔

اچھا چوتھی بات بتائیے فرمایا: چوتھی بات یہ ہے ﴿ إذا جاءك مَلَكُ الموتِ لیقبض روحك فقل لہ أخِّرْنِی حتی أتوبَ توبةً النصوحاً وأعملَ عملاً صالحاً﴾ جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو اُس سے کہنا مجھے تھوڑی مہلت دے تا کہ میں توبۃ النصوح کرلوں اور نیک اعمال کرلوں نوجوان نے کہا وہ میری بات نہیں مانے گا۔ فرمایا: اے نوجوان جب تو اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ توبہ کرنے کے لئے موت اپنے سے دور کر سکے اور تو جانتا ہے کہ موت کا وقت آ جائے گا تو تاخیر ناممکن ہے تو پھر کیسے خلاصی ہوگی۔ اُس نے کہا اچھا۔

پانچویں بات بتایئے فرمایا: پانچویں بات یہ ہے ﴿ إذا جاء ك الزبانية یوم القیامة لیأ خذوك إلى النار فلا تذهب معهم﴾ جب قیامت کے دن جہنم کے فرشتے زبانیہ تیرے پاس آئیں تا کہ تمہیں پکڑ کے آگ میں لے جائیں تو ان کے ساتھ نہ جانا۔ نوجوان نے کہا وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ اور میری بات نہیں مانیں گے۔ فرمایا: تو پھر تو نجات کی اُمید کیسے رکھتا ہے؟ نوجوان نے کہا ﴿یا ابراهیم حسبی حسبی انا استغفر الله واتوب إليه﴾ اے ابراہیم مجھے یہ نصیحت کافی ہے کافی ہے میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اُس کی طرف توبہ کرتا ہوں اور وہ عبادت میں لگا رہا یہاں تک موت نے اُن کے درمیان جدائی ڈال دی۔ الدرۃ الفاخرۃ

حکایت

بدعملی کی وجہ سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور دعاؤں میں اثر نہیں رہتا

حضرت ابرہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بازار سے گذرے لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوگئے اور کہا یا أبا إسحاق مالنا ندعو فلا یُستجابُ لنا؟

اے ابواسحٰق کیا وجہ ہے ہم دعا کرتے لیکن قبول نہیں ہوتی۔

قال: لأن قلوبکم ماتتْ بعشرة أشیاء.

فرمایا اس لئے کہ تمہارے دل دس باتوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔

﴿الأولى: عَرَفْتُمُ اللّٰهَ فَلَمْ تُؤَدُّوْا حَقَّهُ﴾

پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالی کو پہچانتے ہو لیکن اُس کا حق ادا نہیں کرتے۔

﴿الثانية: زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكْتُمْ سُنَّتَهُ﴾

دوسری بات یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعوی کرتے ہو لیکن آپ کی سنت چھوڑ دیتے ہو۔

﴿الثالثة: قَرَأْتُمُ الْقُرْآنَ وَلَمْ تَعْمَلُوْا بِهِ﴾

تیسری بات یہ ہے کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے۔

﴿الرابعة: اَكَلْتُمْ نِعَمَ اللهِ وَلَمْ تُؤَدُّوْا شُكْرَهُ﴾

چوتھی بات یہ ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس شکر ادا نہیں کرتے۔

﴿الخامسة: قُلْتُمْ أنَّ الشَّيطانَ عَدُوٌّكُمْ وَوَافَقْتُمُوْهُ﴾

پانچویں بات یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لیکن پھر اُس کی موافقت بھی کرتے ہو۔

﴿السادسة: قُلْتُمْ أنَّ الجنةَ حقٌّ وَلَمْ تَعْمَلُوْا لَهَا﴾

چھٹی بات یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ جنت حق ہے لیکن اُس کے لئے عمل نہیں کرتے۔

﴿السابعة: قُلْتُمْ أنَّ النَّارَ حَقٌّ وَلَمْ تَهْرَبُوْا مِنْهَا﴾

ساتویں بات یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ دوزخ حق ہے لیکن اُس سے بھاگتے نہیں۔

﴿الثامنة: قُلْتُمْ أنَّ الموتَ حقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوْا لَهُ﴾

آٹھویں بات یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ جنت حق ہے لیکن اُس کے لئے تیاری نہیں کرتے۔

﴿التاسعة: اِشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوْبِ النَّاسِ وَنَسِيْتُمْ عُيُوْبَكُمْ﴾

نویں بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے عیب نکالنے میں مشغول ہو لیکن اپنے عیبوں کو بھول چکے ہو

﴿العاشرة: دَفَنْتُمْ مَوْتَاكُمْ وَلَمْ تَعْتَبِرُوْا بِهِمْ﴾

دسویں بات یہ ہے کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

الدرة الفاخرة

یہ کتاب الحمدللہ آج بروز بدھ 21 محرم 1426ھ بمطابق 2 مارچ 2005ء کو مدینہ منورہ میں تکمیل کو پہنچی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے میرے والدین اور میری بیوی اور اولاد کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے اور اس کو صدقہ جاریہ بنائے اور اسے قبولیت عامہ عطاء فرمائے اور اس کتاب کی نشر و اشاعت میں کسی بھی طرح حصہ لینے والوں اور اس اوران کے والدین اور تمام قارئین اور سامعین کے لئے مفید بنائے اور ان کو دونوں جہاں کی برکات سے نوازئے اور ہم سب کو ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ اور حضور ﷺ کی زیارت اور شفاعت نصیب فرمائے۔

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں مدفن ہمارا محبوب کے قدموں میں بنادے

آمین صلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

مصنف کی دیگر مطبوعہ کتب

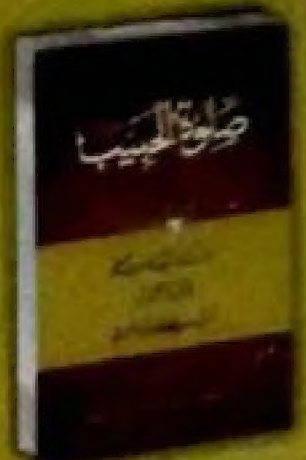
۱- حاضر و ناظر

۲- اختیار نبی ﷺ

۳- بے ادبوں کی نشانیاں

۴- ایصالِ ثواب

۵- نعت رحمۃ للعالمین بہ زبان صحابہ و تابعین



ادارہ قمر الاسلام برمنگھم (برطانیہ)

کی دیگر اہم مطبوعات

نماز کے مسائل
(اعلیٰ ایڈیشن)
مصنف
علامہ حافظ محمد خرم شہزاد فاروقی سیالوی

فضل الودود (اعلیٰ ایڈیشن)
فی شرح
سنن ابی داؤد (عربی میں)
مصنف
شیخ الحدیث علامہ محمد شفیق چکسواری

دعائے حزب البحر (شرح)
مصنف
پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

اے تازہ واردانِ بساط
مصنف
پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

حقیقت توبہ
مصنف
علامہ حافظ محمد خرم شہزاد فاروقی سیالوی

The Role of Sufis
By
Prof. Syed Ahmad Saeed Hamdani

Address:
Syed Muhammad Farooq Shah Sialvi
Idara Qamar ul Islam
168-170 Fosbrooke Road,
Small Health Birmingham, B10 9JP,
United Kingdom
Ph: 0044 121 773 0372, Cell: 0044 795 715 5722